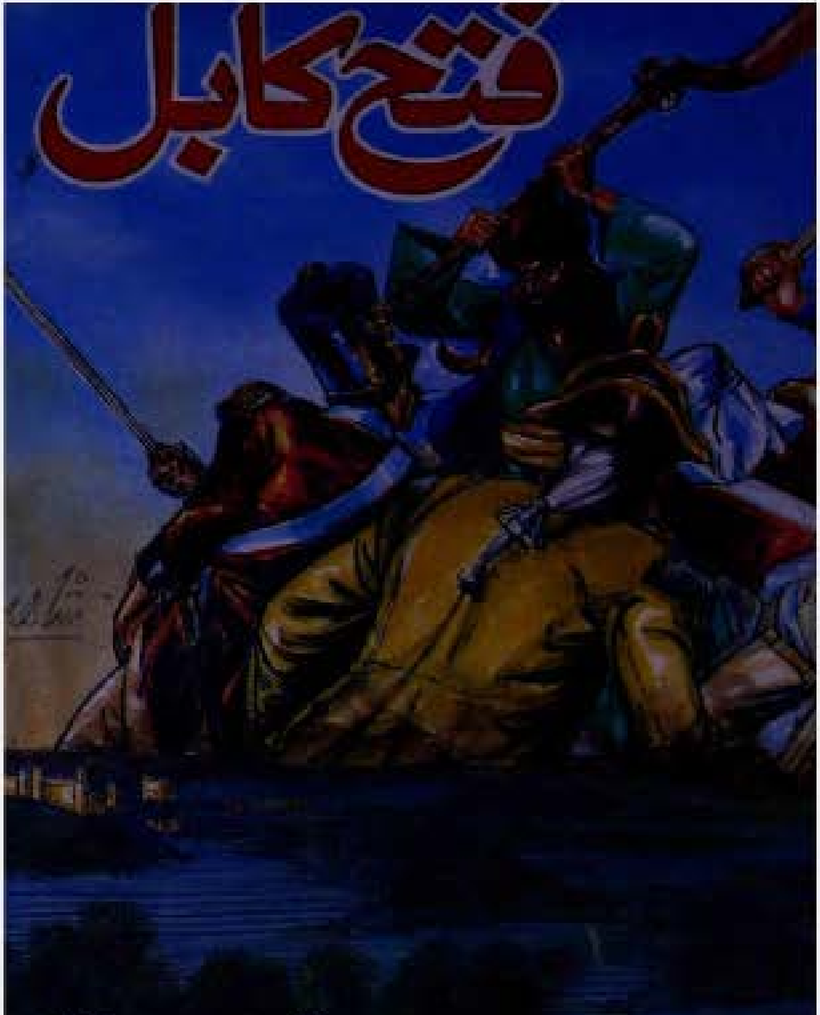
فتح کابل
صادق حسین صدیقی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	اے ایچ قریشی
باہتمام	ایم اے قریشی
تعداد	600
سن اشاعت	1993
قیمت	۲۹/ روپے

شاہد بک ڈپو

اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

فتح کابل

صادق حسین صدیقی

شاہد بک ڈپو

اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

پہلا باب

کابل پر لشکر کشی

ہمارا ناول اس زمانے سے شروع ہوتا ہے جبکہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت تھے۔ دنیائے اسلام میں امن و سکون تھا۔ ممالک مصر و شام، عراق، ایران ان سب پر پرچم اسلام لہرانے لگا تھا۔ ان ملکوں سے کفر و الحاد کی گھور گھٹائیں دور ہو گئی تھیں۔ اور نیر اسلام ضیا پاش ہو گیا تھا۔

اس زمانہ میں عراق کے گورنر عبداللہ بن عامر تھے۔ نہایت نیک اور بڑے خوددار تھے۔ بہادر اور مدبر بھی تھے۔ ان کے تحت میں ایران بھی تھا۔ ایران کی سرحد افغانستان سے ملتی تھی۔

چونکہ اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا جا رہا تھا اس لئے ہمسایہ ممالک خوف و شک کی نگاہوں سے مسلمانوں اور اسلامی سلطنت کو دیکھ رہے تھے۔ یہ قدرتی بات تھی کہ افغانستان کی نگاہیں بھی مسلمانوں کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ نہایت غور سے ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

اس زمانہ میں افغانستان کو صرف کابل کہتے تھے۔ جیسے اس زمانہ میں بھی ہیں۔ اور کابل بھی ہندوستان ہی میں شامل تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ہندوستان میں ویدک دھرم تھا۔ یعنی سناتن دھرم۔ کچھ حصہ میں جین مذہب بھی تھا لیکن کابل میں بودھ مذہب تھا۔

ایک زمانہ میں کابل کا راجہ ایسا طاقتور تھا کہ ہندوستان کا کوئی راجہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جس زمانہ کا حال ہم قلمبند کر رہے ہیں اس زمانہ میں بھی کابل کے راجہ کی عظمت و قوت کو ہندوستان کے تمام راجہ مانتے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ اگرچہ ان میں مذہبی اختلاف تھا۔ کیونکہ ویدک دھرم والے ویدوں کو مانتے تھے اور بودھ مذہب والے ویدوں کو الہامی کتاب نہیں مانتے تھے۔ ان کی مذہبی کتابوں کا نام "تریپٹک" ہے ان ہی کو مانتے تھے۔

لیکن اس مذہبی اختلاف کے باوجود بھی ان میں اتفاق تھا۔ یا کابل کے توانا اور قد آور انسانوں سے ہندو اسی طرح ڈرتے اور خائف رہتے تھے جس طرح اس زمانے میں بھی کابلیوں اور افغانیوں سے ہندی گھبراتے اور ڈرتے ہیں۔ اور اس خوف کی وجہ سے وہ کابل کے راجہ سے اتفاق رکھنے پر مجبور تھے۔ تاکہ کابل کا راجہ پہاڑی علاقہ سے نکل کر ان کے

سرسبز و شاداب ملک پر قبضہ نہ کر لے۔

عبداللہ بن عامر عراق کے گورنر جنرل کو یہ بات کسی طرح معلوم ہو گئی کہ کابل کا راجہ ایران پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ انہوں نے فوراً اس امر کی اطلاع دربار خلافت میں روانہ کی۔ اور کابل کی سرحد پر فوجیں تعینات کر کے اسے مضبوط کر دیا۔

چند ہی روز کے بعد خلیفہ کا فرمان صادر ہوا کہ اول کابل کے حالات معلوم کرنے کے لئے وہاں جاسوس بھیجے جائیں۔ اگر یہ اطلاع صحیح ثابت ہوئی تو دربار خلافت کو مفصل رپورٹ بھیجی جائے۔ اور اگر غلط ہو تو کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

عبداللہ بن عامر کی خواہش یہ تھی کہ کابل پر لشکر کشی کر دی جائے وہ بصرہ میں رہتے تھے اور بصرہ عراق کا صدر مقام تھا۔ ان کے تحت میں صرف ایران اور عراق ہی نہ تھے بلکہ عمان اور بحرین کے صوبے بھی تھے۔ وہ نوجوان تھے اس وقت ان کی عمر 25 سال کی تھی۔ طبیعت میں جوش تھا اور دل میں امنگ تھی۔ اس عمر میں جہاد اور فتوحات کا شوق ہوتا ہی ہے وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ جس طرح عاملوں نے فتوحات حاصل کر کے ناموری اور عزت حاصل کی ہے وہ بھی حاصل کر لیں۔

انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن العاص نے اسکندریہ فتح کیا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد نے افریقہ پر قبضہ کر لیا تھا اس زمانہ میں براعظم افریقہ میں ایک ریاست افریقہ نام کی تھی جس کا صدر مقام طرابلس میں تھا۔ اس ریاست کو عبداللہ بن سعد نے فتح کیا تھا۔ عبداللہ بن عامر نے کابل کو تاکا۔

شاید عبداللہ بن عامر کی نگاہ کابل پر نہ پڑتی اگر خود انہیں یہ اطلاع نہ ملتی کہ کابل کا راجہ اسلامی ممالک پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس اطلاع نے ان کی توجہ کابل کی طرف پھیر دی۔ چنانچہ انہوں نے پھر دربار خلافت کو لکھا کہ بعض ایرانی سیاح جو کابل سے واپس آئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ کابل کا راجہ بڑے زور و شور سے جنگی تیاریاں کر رہا ہے۔ اگر یہاں سے جاسوس بھیجے گئے تو ان کے وہاں جانے اور واپس آنے میں بڑی تاخیر ہو گی۔ اسی عرصہ میں راجہ پوری تیاریاں کر لے گا اور ممکن ہے کہ حملہ بھی کر دے۔ اس لئے اگر حکم ہو تو مجاہدین اس طرف بھیجے جائیں۔

چند روز کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم کا مفصل فرمان صادر ہوا۔ اس میں لکھا تھا:

"تم نوجوان ہو اس لئے تمہارے دل میں جنگ کا جذبہ بڑھا ہوا ہے لیکن تم اس

بات کو نہیں سمجھتے کہ اسلام لڑنے کی اجازت مجبوری کی حالت میں دیتا ہے۔ خدا فساد اور خون ریزی کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمانوں نے اسی ملک پر حملہ کیا ہے جس ملک نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے سنا ہے کابل پہاڑی ملک ہے وہاں سردی ملک شام سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس ملک پر چڑھائی کرنے سے مسلمانوں کو تکلیف ہو گی۔ تم پیش قدمی نہ کرو۔ البتہ اگر تحقیق کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ کابل کا راجہ اسلامی ممالک پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے تو پھر اس پر لشکر کشی ضروری ہو جاتی ہے اول جاسوسوں کے ذریعہ سے تم تحقیق کرو اور جو حالات معلوم ہوں ان سے ہمیں اطلاع دو۔ ہم تمہاری رپورٹ پر حکم دیں گے۔"

اس فرمان کے صادر ہونے پر عبداللہ بن عامر مجبور ہو گئے کہ وہ اول اپنے جاسوسوں کو کابل بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے ایرانی لوگوں کو وہاں بھیجنا چاہا۔ کیونکہ ایرانی لوگ اکثر سیر و سیاحت اور تجارت کے سلسلہ سے وہاں آتے جاتے رہتے تھے لیکن بعض پرجوش عربوں نے اپنی خدمات خود پیش کر دیں اور یہ درخواست کی کہ انہیں کابل بھیجا جائے۔

یہ عرب وہ لوگ تھے جنہوں نے کبھی کابل نہیں دیکھا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ کابل میں کافر لوگ آباد ہیں۔ بڑے تنومند اور وحشی قسم کے ہیں اور ان کے ملک میں جانا اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کسی خطرہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ موت ان سے بھاگتی تھی۔

عبداللہ بن عامر نے دو آدمیوں کو بھیجنے کا قصد کیا۔ ابھی وہ کسی کو نامزد نہیں کرنے پائے تھے کہ ایک کمسن اور نو عمر اعرابی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا: "مجھے کابل کی اجازت دیجئے۔"

عبداللہ بن عامر نے حیرت سے انہیں دیکھا اور کہا: "تم جانا چاہتے ہو کس لئے۔"

نوجوان :۔ میری امی جان نے مجھے حکم دیا ہے۔

عبداللہ :۔ کیا تمہاری امی جان کو معلوم نہیں کہ کابل کے راستے کس قدر دشوار گزار اور تکلیف دہ ہیں۔

نوجوان :۔ میں سمجھتا ہوں انہیں معلوم ہے۔

عبداللہ :۔ حیرت ہے پھر بھی وہ تمہیں وہاں جانے کا حکم دے رہی ہیں۔

نوجوان :۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ میری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ میں کسی دشواری کو خاطر میں نہیں لاتا اور کسی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتا۔

عبداللہ :۔ لیکن وہ تمہیں وہاں بھیجتی کیوں ہیں؟

نوجوان :۔ میں نے دریافت کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا جب امیر تمہیں اجازت دے دیں تب بتائیں گی کہ کیوں بھیجنا چاہتی ہوں۔

عبداللہ :۔ عجیب بات ہے! تمہارا نام کیا ہے؟

نوجوان :۔ الیاس ہے۔

عبداللہ :۔ عزیز الیاس سنو! تم ابھی بالکل نو عمر ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کابل جاؤ۔ اگر خدا نے میری آرزو پوری کی اور کابل پر چڑھائی کی نوبت آ گئی تو میں تمہیں ضرور اپنے ساتھ لے چلوں گا۔

الیاس :۔ مگر اس سے میری والدہ کو بڑی تکلیف پہنچے گی اس لئے میری درخواست قبول فرمالیجئے۔

الیاس نے اپنی درخواست کچھ ایسے عاجزانہ لہجہ میں کی کہ عبداللہ کو منظوری کرتے بنی۔ انہوں نے کہا "اچھا تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔"

الیاس بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے امیر عبداللہ کا شکریہ ادا کیا۔ مسلمان اپنے گورنر یا گورنر جنرل کو امیر کہا کرتے تھے۔ اور خلیفہ کو امیر المومنین۔

عبداللہ نے الیاس سے کہا "جاؤ اور تیاری کرو۔"

الیاس نے اٹھ کر سلام کیا اور وہاں سے چلے آئے۔

دوسرا باب
منگنی

الیاس خوش ہوتے ہوئے اپنے مکان پر پہنچے۔ ان کی والدہ نے انہیں دیکھا۔ ان کا چہرہ بھی خوشی سے کھل اٹھا۔ انہوں نے کہا: "بیٹا! ہنستے ہوئے آ رہے ہو۔ اللہ تمہیں ہنستا ہوا رکھے کیا امیر نے تمہاری درخواست منظور کر لی؟

الیاس: جی ہاں مگر بہت کچھ کہنے سننے کے بعد۔

امی: میں جانتی تھی تم ابھی نو عمر ہو اسی لئے انہیں تمہیں اجازت دینے میں تامل ہوا ہو گا۔

الیاس :۔ جی ہاں

امی :۔ لیکن تم نے یہ نہیں کہا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

تمہیں تھوڑی ہی عمر میں امیر کیسے مقرر کر دیا۔

الیاس :۔ یہ بات کہنے کی نہیں تھی امی جان۔ وہ خفا ہو گئے۔ امیر بڑے پر جوش اور مدبر ہیں۔ کہنے لگے لشکر کے ساتھ جاؤ۔

امی :۔ لشکر کے ساتھ جانے میں وہ بات نہ ہوتی جو تنہا جانے میں ہو گی۔

الیاس :۔ اب بتاؤ مجھے وہاں تنہا کیوں بھیج رہی ہو؟

امی نے ٹھنڈا سانس لیا اور کہا: "بیٹا اب تک میں نے تم سے چھپایا مگر آج تمہیں وہ سب حالات سناتی ہوں جنہوں نے میری زندگی کو تلخ کر رکھا ہے۔"

الیاس :۔ سنائیے تمہاری باتوں نے تو مجھے حیران کر دیا ہے۔

امی :۔ واقعات ہی حیران کرنے والے ہیں۔

الیاس :۔ کیا کوئی راز ہے امی جان؟

امی :۔ ہاں راز ہی ہے۔

الیاس :۔ تو خدا کے لئے اس راز کا پردہ اٹھائیے۔

امی :۔ اٹھاتی ہوں۔

امی نے پھر ٹھنڈا سانس بھرا اور کہنا شروع کیا۔

"جب تم پیدا ہوئے تھے بیٹا تو تمام خاندان کو بڑی خوشی ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ تمہارے دادا بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ تمہارے باپ اولاد سے ناامید ہو گئے تھے اور تمہارے چچا نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"الیاس نے قطع کلامی کر کے کہا: کیا میرے کوئی چچا بھی تھے امی جان۔"

امی: ہاں تمہارے چچا تھے نہایت شاندار جوان تھے۔ وہ تمہارے باپ یعنی اپنے بھائی کو اپنا باپ سمجھتے تھے۔ ان کی بڑی اطاعت کرتے تھے۔ مجھے اپنی ماں سمجھتے تھے میں بھی انہیں بیٹے کی طرح پیار کرتی تھی انہیں بھی تمہارے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ جب انہوں نے تمہیں اپنی گود میں لے کر تمہارا منہ چوما تو میں انہیں دیکھ رہی تھی۔ خوشی سے ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس وقت بے اختیار میری زبان سے نکلا "رافع کیا اچھا ہوتا کہ تم اپنا بیاہ کر لیتے۔ تمہارے لڑکی ہوتی اور وہ لڑکی الیاس سے بیاہی جاتی۔" رافع نے میری طرف دیکھا انہوں نے کہا: "اگرچہ میرا ارادہ شادی کرنے کا نہیں تھا مگر اپنے الیاس کے لئے شادی کروں گا۔ شاید خدا تمہاری آرزو پوری کر دے۔"

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے کہا رافع جس طرح تم نے آج میرے دل

خوش کیا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمیشہ تمہارے دل کو خوش رکھے۔

چند ہی روز بعد میں نے ایک نہایت ہی حسین اور طرحدار لڑکی کے ساتھ ان کا بیاہ کرا دیا۔ خدا کی شان ہے کہ بیاہ کے ایک ہی سال بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکی کیا تھی چاند کا ٹکڑا تھی۔ چہرے سے آفتاب اور چہرے سے ماہتاب۔ رابعہ اس کا نام رکھا وہ اور تم پرورش پانے لگے۔ جب تم پانچ برس کے اور وہ چار برس کی ہوئی تو گھر کی رونق اور دوبالا ہو گئی۔ تم دونوں کے معصوم قہقہوں سے مکان کا گوشہ گوشہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ سارے گھر والے خوش رہتے تھے۔ گھر جنت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ بہشت وہ ہے جس میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہمیں بھی کوئی تکلیف، کوئی غم کوئی فکر نہ تھا۔ آرام تھا۔ راحت تھی اور خوشی تھی۔

ایک بات عجیب تھی الیاس تم اور رابعہ کبھی نہ لڑتے تھے۔ حالانکہ تمہاری عمر کے بچوں، لڑکے اور لڑکیوں کو ہم روزانہ لڑتے دیکھتے تھے۔ چھوٹے بچوں میں کسی نہ کسی بات پر لڑائی ہو ہی جاتی ہے مگر تم دونوں میں نہ ہوتی تھی۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اگر کبھی رابعہ تم سے روٹھ گئی تو تم نے اسے منا لیا۔ تم دونوں کی سارا خاندان تعریفیں کرتا رہتا تھا۔ محلے والے پیار کرتے تھے۔

دفعتاً ہماری خوشی کو گہن لگنا شروع ہو گیا۔ رابعہ کی ماں بیمار پڑ گئی۔ طبیبوں نے اسے تبدیل آب و ہوا کا مشورہ دیا۔ رافع انہیں ملک شام لے چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ تمہارے والد اور میں بھی تیار ہو گئے۔ آخر ایک روز ہمارا مختصر قافلہ ملک شام کی طرف روانہ ہوا۔ خدا جانے ہم کس کس شہر میں سے ہو کر دمشق میں پہنچے۔ نہایت اچھا اور کافی بڑا شہر تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک ہفتہ میں سفر کا کسل دور ہوا۔ اس کے بعد رابعہ کی ماں کی طبیعت سنبھلنے لگی مگر خود رابعہ پژمردہ رہنے لگی۔ چند ہی روز کے بعد وہ اچھی خاصی بیمار ہو گئی۔ اب اس کا علاج شروع ہوا۔ دمشق بڑا شہر ہے۔ بڑے بڑے اہل فن وہاں موجود ہیں۔ کئی باکمال طبیب تھے سب نے رابعہ کا علاج کیا لیکن مطلق افاقہ نہ ہوا۔ اس کی صحت جواب دینے لگی۔ اب سب کو فکر ہوا۔ کئی طبیبوں نے یہ رائے دی کہ اسے یہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ اسے اس کے وطن عراق میں لے جاؤ۔

رابعہ کی ماں کی صحت کچھ بحال ہو گئی تھی۔ اگر سال چھ مہینے وہ وہاں اور رہتی تو بالکل تندرست ہو جاتی۔ لیکن رابعہ کی بیماری نے اسے بھولا دیا۔ اور وہ واپس وطن آنے کو تیار ہو گئی۔ میں نے اور تمہارے ابا جان نے رافع اور اس کی بیوی کو مشورہ دیا کہ جب یہ بچی کی طبیعت بالکل ٹھیک نہ ہو جائے دونوں وہیں رہیں اور ہم رابعہ کو لے کر عراق چلے

جائیں۔ لیکن رابعہ کی ماں نے اس تجویز کو نہ مانا وہ بھی ساتھ چلنے پر بضد ہوئی آخر ہم سب واپس لوٹے۔

بیٹا! الیاس، جب رابعہ بیمار ہو گئی تو تم بھی شوخی۔ شرارت۔ ہنسنا اور بولنا بھول گئے تھے۔ تم بھی چپ چاپ اور کچھ کھوئے کھوئے سے رہتے۔ میں تمہارے باپ اور رافع تمہاری ہر چند دلدہی کرتے لیکن تمہاری پژمردگی دور نہ ہوتی تھی۔ تم زیادہ تر رابعہ کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔

ہم پھر لمبا سفر اونٹوں پر طے کر کے عراق میں آ گئے۔ رابعہ کی طبیعت یہاں آتے ہی بہت کچھ بحال ہو گئی۔ اور وہ کھیلنے کودنے اور ہنسنے بولنے لگی۔ تمہاری پژمردگی بھی جاتی رہی۔

ایک روز اچانک تمہارے والد بیمار ہوئے اور تین ہی روز کے عرصہ میں داغ مفارقت دے کر عدم کو سدھارے۔ بیٹا! میری دنیا اندھیر ہو گئی۔ دل کی بستی اجڑ گئی۔ خوشی غم میں بدل گئی۔ رافع اور اس کی بیوی کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔ تم اور رابعہ بھی کئی روز تک روتے رہے۔ میں کچھ ایسی پامال غم ہوئی کہ بستر پر پڑ گئی رابعہ کی ماں اور رافع نے میری بڑی دلدہی کی اور یہ مشورہ دیا کہ میں تمہارے لئے زندہ رہوں۔

میں نے بھی اپنے دل کو بہلانا اور سمجھانا شروع کیا۔ آخر رفتہ رفتہ میری طبیعت سنبھلنے لگی۔ چھ مہینے میں جا کر غم کا ناسور بھرا۔ میرا دل ٹھکانے ہوا اور میں تمہیں دیکھ کر جینے لگی۔

اب تم اور رابعہ کافی سمجھدار ہو گئے تھے۔ تمہاری طفلانہ شوخیاں جاری رہی تھیں۔ لیکن اب تو کمسنی کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور تمہاری حرکتیں اب بھی پیاری معلوم ہوتی تھیں دونوں دن بھر کھیلتے رہتے تھے تمہیں دیکھ کر ہم تینوں یعنی میں رافع اور اس کی بیوی جیتے تھے۔

رافع کو شاید یہ خیال ہوا کہ کہیں میں یہ نہ سمجھنے لگوں کہ وہ رابعہ کو الیاس کی شریک حیات بنانا پسند نہ کرے اس لئے اس نے خود ہی ایک روز مجھ سے کہا: بھابی جان! تمہیں یاد ہے الیاس پیدا ہوا تھا تو تم نے کیا کہا تھا؟"

یہ سن کر میرا دل بھر آیا۔ مگر میں نے ضبط کر کے کہا "یاد ہے۔"

رافع :- بھلا کیا کہا تھا تم نے؟ "

امی :- جب تم نے الیاس کو گود میں لے کر اس کا منہ چوما تھا تو میرے دل میں ایک

آں پیدا ہوا تھا جو میں نے تم پر ظاہر کر دیا تھا۔

رافع :- میں وہ خیال ہی تو سننا چاہتا ہوں۔

امی :- میں نے کہا تھا "رافع کیا اچھا ہو اگر تم اپنا بیاہ کر لیتے۔ تمہارے لڑکی ہوتی اور وہ لڑکی الیاس سے بیاہی جاتی۔"

رافع :- میں نے تمہارے کہنے اور الیاس کی خاطر سے بیاہ کیا تھا۔ خدا نے تمہاری آرزو پوری کر دی۔ لڑکی ہوئی اور خدا کی شان ہے کہ رابعہ اور الیاس دونوں ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں۔

امی :- خداوند دونوں کو پروان چڑھائے۔

رافع :- بھابی جان! دنیا میں لڑکی والا کچھ نہیں کہا کرتا۔ لیکن میں تمہاری عزت اور الیاس سے محبت کرتا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ رابعہ اور الیاس کی منگنی ہو جائے۔

میرے دل پر رافع کی گفتگو کا بڑا اثر ہوا۔ میں نے اسے دعا دی اور کہا۔ "تم نے اس وقت جس قدر میرے دل کو خوش کیا ہے۔ اسے میں جانتی ہوں یا میرا اللہ۔ الیاس تمہارا ہے۔ تم اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ رابعہ میری ہے اسے میری گود میں دے دو۔

اسی ہفتہ جمعہ کے روز رافع نے برادری اور محلے کے لوگوں کو جمع کر کے منگنی کی رسم ادا کر دی۔ تم دونوں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ تمہیں کس رشتہ میں جکڑ دیا گیا ہے۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اور میرے دل میں رافع اور اس کی بیوی کی اور بھی عزت و محبت قائم ہو گئی۔

تیسرا باب
غم کے بادل

میری والدہ مجھے ایسی داستان سناتی جا رہی تھیں جو میں بالکل بھول چکا تھا۔ لیکن اب ان کی یاد دلانے سے اس طرح کچھ کچھ یاد آ رہا تھا جس طرح بھولا ہوا خواب یاد آنے لگتا ہے۔ مجھے یاد آگیا تھا کہ ایک گوری چٹی لڑکی جس کے رخسار تازہ گلاب کی پتیوں کی طرح سرخ و سفید تھے جس کا چہرہ گول اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ جس کی صورت نہایت ہی پاکیزہ اور دلفریب تھی۔ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس کی پیاری صورت اب تک میرے دل پر نقش تھی۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ یہ کس کی صورت میرے دل پر نقش ہو گئی

ہے۔ خود ہی خیال کرنے لگا کہ شاید میں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔

لیکن اب والدہ نے جو داستان مجھے سنانی شروع کی اس نے میرے زندگی کے گزشتہ اوراق الٹنے شروع کیے۔ اور میری یاد تازہ ہونے لگی۔ بھولا ہوا افسانہ یاد آنے لگا۔ میں نے کہا: "امی جان! مجھے بھی کچھ کچھ واقعات یاد آنے لگے ہیں۔ کیا رابعہ کے داہنے گال پر ایک چھوٹا سا تل بھی تھا؟"

امی: ہاں تھا۔ اس تل نے اس کی خوبصورتی کو اور بڑھا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی بڑی بڑی اور خوبصورت تھیں کہ ہرنی کی آنکھوں کو مات کرتی تھیں۔ جو دیکھتا تھا تعریف کرتا تھا۔ اس کی بھویں بہت ہی گھنی اور پیاری تھیں۔ پلکیں نیزوں کی مانند تھیں۔ پیشانی چاند سے زیادہ روشن تھی۔ چہرہ گول اور نہایت ہی دل کش تھا۔ منہ چھوٹا تھا۔ لب باریک اور کمان کی طرح خمیدہ تھے۔ دانت ہموار اور موتیوں کی لڑی تھے۔ غرض وہ نہایت ہی حسین لڑکی تھی۔

میں نے جب اپنے حافظہ پر زور ڈالا تو اس لڑکی کی جو میرے دل میں بسی ہوئی تھی ایسی ہی تصویر تھی۔ میں نے کہا: "مجھے وہ لڑکی یاد ہے مگر بالکل خواب کی طرح۔"

میری والدہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "اب تو ساری باتیں ہی خواب و خیال ہو گئی ہیں بیٹا! شاید جوں جوں میں بیان کرتی جاؤں تمہیں واقعات یاد آتے جائیں ——— اللہ وہ بھی کیا دن تھے۔ ہر انسان کی زندگی میں ایک دور راحت و خوشی کا بھی آتا ہے لیکن یہ دور بہت ہی مختصر ہوتا ہے۔ اس کے بعد درد و تکلیف اور رنج و غم کا زمانہ آتا ہے جو کاٹے نہیں کٹتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے
دن عیش کی گھڑیوں کے گزر جاتے ہیں کیسے

ہمارے بھی عیش و راحت کے ایام پلک جھپکتے گزر گئے۔ لیکن یہ مصیبت و رنج کا دور کاٹے نہیں کٹتا۔ بیٹا! خدا تیرے بھی عیش و راحت کا دور لائے۔

الیاس نے آمین کی اور کہا: "امی جان! پھر کیا ہوا؟"

امی: جب تم دونوں کی منگنی ہو گئی تو شاید رابعہ کی ماں نے رابعہ کو کچھ اس کے متعلق بتا کر ہدایت کر دیا کہ وہ تمہارے سامنے بے تکلفانہ نہ آیا کرے اور بے تکلفی سے باتیں نہ کیا کرے۔ وہ احتیاط کرنے لگی۔ تمہیں شاید یہ بات ناگوار گزری۔ تم سمجھے وہ تم سے روٹھ گئی ہے۔ تم ہمیشہ جب وہ روٹھ جایا کرتی تھی تو منا لیا کرتے تھے مگر اس موقع پر تم

بھی روٹھ گئے اور دونوں کھنچے کھنچے کر الگ الگ رہنے لگے۔ میں اور رابعہ کی ماں دونوں کو روٹھا روٹھا دیکھ کر ہنستے تھے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ تم نے رابعہ کو پھولوں کی کنج میں جا پکڑا۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ شاید اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جس نے اس پر پابندی عائد کر دی تھی وہ تو وہاں نہ تھی البتہ شہتوت کے درختوں کی قطار میں قریب ہی میں کھڑی ہوئی تم دونوں کو دیکھ رہی تھی اور میں تم دونوں کے اتنی پاس تھی کہ تمہاری باتیں بھی سن رہی تھیں تم نے کہا: "رابعہ! تم خفا کیوں ہو؟"

رابعہ کی آنکھیں جھک گئیں۔ اس نے سر جھکا کر کہا: "میں خفا نہیں ہوں۔" تم نے کہا "خفا نہیں ہو تو میرے پاس کیوں آتی نہیں۔ بولتی کیوں نہیں۔ کھیلتی کیوں نہیں؟"

رابعہ: ہماری امی جان نے منع کر دیا ہے۔

تم: وہ تو بڑی اچھی چچی جان ہیں۔ انہوں نے کیوں منع کر دیا۔

رابعہ: کہتی ہیں اب ہم بڑے ہو گئے ہیں ہمیں کھیلنا نہیں چاہیے۔

تم: کیا بڑے نہیں کھیلا کرتے؟

رابعہ: خبر نہیں۔ امی جان سے پوچھنا۔

تم: رابعہ! تمہیں کس قدر باتیں بنانا آ گئی ہیں۔

رابعہ: خدا کی قسم میں باتیں نہیں بناتی۔

تم: اچھا چلو چچی جان کے پاس میں تمہارے سامنے پوچھوں گا۔

رابعہ نے گھبرا کر تمہیں دیکھا اور جلدی سے کہا۔ نہیں۔ نہیں تم میرے ساتھ نہ چلنا۔

تم: کیوں؟

رابعہ: وہ خفا ہوں گی۔

تم: کیا وہ مجھ سے ناراض ہیں؟

رابعہ: نہیں۔

تم: میری امی جان سے خفا ہیں؟

رابعہ: نہیں۔

تم: پھر تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر کیوں خفا ہوں گی۔

رابعہ پھر چپ ہو گئی۔ "جواب دو نہ" وہ بے چاری کیا جواب دیتی جب تم نے زیادہ ٹانا کیا تو اس نے شرمیلے لہجہ میں کہا "ابھی ہم سے نہ پوچھو ہمیں شرم آ رہی ہے۔"

تم نے کہا: "اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

رابعہ نے: شرم ہی کی تو بات ہے۔

غرض تم پوچھ رہے تھے اور وہ بتا نہ سکی تھی۔ میں تمہاری باتیں سن رہی تھی۔ اور ہنس رہی تھی۔ جب اس نے بتایا تو تم اس سے بگڑ کر چل دیئے۔ اس نے تمہیں روک کر کہا "ٹھہرو"

تم رک گئے اس نے کہنا شروع کیا "ابھی اس روز آدمی جمع ہوئے تھے نا؟"

تم: ہاں ہوئے تھے۔

رابعہ نے: بس تو ان لوگوں نے منع کر دیا ہے۔

تم نے کہا: "شرع بھی کہتی ہے امی جان نے منع کر دیا بھی کہتی ہے لوگوں نے منع کر دیا۔"

رابعہ نے: تم سمجھے تو ہو نہیں۔

تم نے: سمجھاتی کیوں نہیں۔

رابعہ شرما گئی۔ میں تمہارے پاس چلی آئی۔ رابعہ چلی گئی۔ میں نے تمہیں بتایا! "رابعہ تمہاری منگیتر ہو گئی ہے۔ خدا نے خیر رکھی، چند دنوں میں وہ تمہاری دلہن بن جائے گی۔ اسی لئے اس کی ماں نے اسے تم سے باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے یہی وہ بات ہے جو شرم کی وجہ سے تم سے نہیں کہہ سکی۔"

تم سمجھ کر چپ ہو گئے تھے اسی واقعہ کے چند ہی روز بعد رابعہ کی والدہ بیمار ہو گئی۔ اور ایسی بیمار ہوئی کہ دو ہی مہینے میں پیغام موت آ پہنچا اس کے انتقال نے ہم سب کو غم زدہ کر دیا۔ پھر ہمارے گھر پر رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ ہمیں جو تھوڑی بہت خوشی میسر تھی وہ جاتی رہی۔ رافع بہت سخت غمزدہ رہنے لگے۔ میں انہیں بھی تسلی دیتی اور آپ کو بھی۔ رابعہ کو بھی بڑا رنج تھا۔ وہ اکثر اپنی ماں کی قبر پر جاتی اور گھنٹوں رویا کرتی میں اسے سمجھاتی اور وہاں سے اٹھا لاتی۔

اس کی ماں اور تمہارے والد کی دونوں قبریں قریب کے باغ میں تھیں۔

ایک روز رافع نے آ کر مجھ سے بیان کیا کہ دو مرد اور ایک عورت کسی غیر ملک سے آئے ہیں۔ بڑے قد آور اور سرخ سفید رنگ کے ہیں۔ تینوں جوان العمر ہیں کسی مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔

یہ بات میں خوب جانتی تھی کہ بہت سے جھوٹے نبی عرب میں پیدا ہو چکے ہیں۔

مجھے خیال ہوا کہ یہ تینوں مرد اور عورت ان ہی جھوٹے نبیوں میں سے کسی نبی کی پیرو ہوں گے میں نے ان سے دریافت کیا "کیا وہ کسی جھوٹے نبی کے پیرو ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا: "نہیں، وہ عرب یا ملک شام کے باشندے بھی نہیں۔ کابل کے رہنے والے بتاتے ہیں جو بلاد ہند میں سے ایک شہر ہے۔"

میں نے: میں نے کابل کا نام پہلے نہیں سنا۔ نہ ہند کا نام سنا ہے۔

رافع نے: ہند ایک بڑا زبردست ملک ہے۔ جغرافیہ داں کہتے ہیں کہ ہند اور عراق و ایران کے بیچ میں پہاڑوں کا زبردست سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

میں نے: کیا ہند بھی عرب ہی جیسا ملک ہے؟

رافع نے: جو مرد آئے ہیں ان میں سے ایک سے میں نے باتیں کی تھیں وہ کہتا ہے ہند نہایت سرسبز و شاداب ملک ہے۔ اس کے چپے چپے پر دریا اور چشمے جاری ہیں طرح طرح کے میوے ہیں۔ عمدہ عمدہ باغات ہیں۔ زمین سبزے سے لدی ہوئی ہے۔ اس نے جو اس خطہ کی تعریفیں اس قدر کی ہیں کہ اس کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔

میں نے: مگر اس ملک کا ذکر میں نے تو کبھی نہیں سنا۔

رافع نے: میں نے بھی نہیں سنا تھا۔ امیر نے ان میں سے ایک آدمی کو بلا کر وہاں کے حالات دریافت کئے تھے معلوم ہوا ہے کہ اس ملک میں سینکڑوں بادشاہ ہیں۔ ان کا مذہب بت پرستی ہے۔ بڑے خوشحال اور مالدار لوگ ہیں۔ سونے اور چاندی کی بڑی افراط ہے۔ وہاں کی عورتیں زیادہ تر سونا پہنتی ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ مرد بھی سونے کے زیورات پہنتے ہیں۔ وہاں کے بادشاہوں کو راجہ کہتے ہیں۔ راجہ عام طور پر ننگے رہتے ہیں۔ زیورات سے اپنے بدن ڈھانکے رکھتے ہیں۔

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا: "اس عورت کو جو ان مردوں کے ساتھ ہے کسی روز بلا کر لاؤ تو میں اس سے کچھ حالات معلوم کروں۔"

انہوں نے کہا: "میں کل ہی بلا کر لاؤں گا۔ میں اس عورت کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

چوتھا باب

ملک ہند

اس نے کہنا شروع کیا۔ "پیا! اگلے ہی روز رافع ایک عورت کو اپنے ساتھ لائے بڑی خوبصورت تھی۔ اس کی چاند سی پیشانی پر بندی لگی ہوئی تھی۔ ساڑھی باندھے تھی۔ کانوں میں بندے تھے جس میں قیمتی موتی لٹک رہے تھے۔ پیروں میں چپل تھی۔ اس کی صورت سے بڑی شان ظاہر تھی۔ اس کا لباس دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس سے پہلے میں نے کبھی ایسا لباس نہ دیکھا تھا۔ وہ فارسی زبان بول سکتی تھی۔"

رافع نے کہا: "یہ ہے وہ عورت جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔"

میں نے اس عورت کی تعظیم کی۔ اسے بٹھایا۔ اسی وقت رابعہ آ گئی۔ وہ حیرت سے اس عورت کو دیکھنے لگی۔ عورت نے بھی اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں اور اس کا چہرہ کہہ رہے تھے کہ اس نے رابعہ کو بہت پسند کیا ہے۔ اور اسے دیکھ کر وہ حیران ہو رہی ہے۔ آخر اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے بڑھ کر رابعہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "تو بیٹی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تمہیں دیکھا ہے۔"

رابعہ نے کہا: "مگر میں نے تمہیں پہلے نہیں دیکھا۔"

عورت: ٹھہرو۔ میں سوچ لوں میں نے تمہیں کہاں دیکھا ہے۔

وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی اور ہم سب اسے دیکھ رہے تھے۔ رابعہ بھی دیکھ رہی تھی۔ دفعتہً اس نے نگاہیں اٹھا کر کہا: "یاد آ گیا۔ میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔"

رابعہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اس نے کہا "خواب میں دیکھا تھا؟"

عورت: ہاں خواب میں۔ تم ایک پہاڑی پر کھڑی تھی۔ بیٹی۔ اکثر خواب کس قدر سچے ہوتے ہیں۔

رابعہ نے: مگر میں پہاڑ پر کہاں کھڑی ہوں۔

عورت نے: تم اونچے پر تو کھڑی ہو۔

وہ رابعہ کو پیار کرنے لگی اور پھر اسے گود میں لے کر بیٹھ گئی۔ اسی وقت تم وہاں آ گئے۔ تم نے حیرت سے اس عورت کو دیکھا۔ وہ تمہیں دیکھ کر چونک پڑی۔ تم نے آتے ہی پوچھا: "یہ کون ہے؟"

میں نے تمہیں بتایا: "یہ ایک پردیسن ہے۔"

الیاس نے کہا: "یہ تمام واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ اس عورت کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ سر کے بال بھورے تھے۔

اس نے: ہاں۔ کاش وہ عورت ہمارے یہاں نہ آئی ہوتی۔ وہ بڑی ہی منحوس قدم ثابت ہوئی ——— ہاں تو میں اس عورت سے باتیں کرنے لگی۔ رافع چلے گئے۔ تم میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے اس سے پوچھا: "تم کہاں کی رہنے والی ہو؟"

اس نے جواب دیا: "تمہارے پڑوس میں ایک ملک ایران ہے۔ ایران سے ملا ہوا کابل ہے۔ کابل کی رہنے والی ہوں۔"

میں نے کہا: کابل بھی کوئی ملک ہے۔

وہ نے: ہاں ملک ہے۔ مگر کچھ زیادہ بڑا نہیں۔ دراصل کابل براعظم ہند کا ایک حصہ ہے۔

میں نے: یہ براعظم ہند کہاں واقع ہے۔

وہ نے: کابل سے جنوب و مشرق کی طرف کوہ ہمالیہ سے سمندر کے کنارے تک پھیلا ہوا ہے۔ لاکھوں مربع میل میں بستا ہے۔ کروڑوں آدمی آباد ہیں۔ اس کا حدود اربعہ اس طرح ہے کہ اس کے شمال میں ہمالیہ پہاڑ ہے جو سولہ سو میل لمبا پھیلا چلا گیا ہے۔ اس پہاڑ کی اونچی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ اس پہاڑ کے مغربی کونے میں کابل ہے۔ اس کے جنوب میں سمندر ہے اس سمندر کو بحیرۂ ہند کہتے ہیں۔ اس سمندر میں کچھ دور ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جسے جزیرہ لنکا کہتے ہیں۔ مغرب میں بلوچستان اور بحیرۂ عرب واقع ہے۔ مشرق میں برما کا ملک ہے۔ یہ براعظم نہایت ہی فراخ ہے اور قدرت نے اس میں ساری دنیا کی باتیں ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔

ایسے پہاڑ بھی ہیں جن پر ہمیشہ بارہ مہینے برف چڑھی رہتی ہے۔ اور وہ برف پوش رہتے ہیں۔ اتنے اونچے ہیں کہ کوئی آج تک ان کی چوٹی پر نہیں پہنچ سکا۔ معلوم نہیں قدرت کے کیا کیا عجائبات وہاں موجود ہیں۔ وہاں اس قدر سردی ہوتی ہے کہ یورپ میں بھی نہیں ہوتی۔ ان پہاڑوں کا زیریں حصہ نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ عجیب عجیب بوٹیاں ہوتی ہیں۔ بعض ایسی بوٹیاں ہیں جو ہر مرض کی دوا ہیں۔ ان میں شفا ہی شفا ہے۔ ایک مرتبہ تو مرنے والے انسان کو بھی زندہ کر کے بٹھا دیتی ہیں۔ بعض مختلف امراض میں کام دیتی ہیں۔ بعض ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑ دیتی ہیں۔ بعض دھاتوں کا کشتہ بنا دیتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنا دیتی ہیں۔

میں حیرت سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا: "کیا تم یہ باتیں سچ بیان کر رہی ہو؟"

اس نے کہا: "بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ ایشور نے کوہ ہمالیہ کو مخزن راز بنایا ہے۔

کوئی اس کے رازوں کو نہیں جانتا۔ اس میں جو جڑی بوٹیاں ہیں کوئی ان کے خواص سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ اس پہاڑ میں ایسے ایسے بن ہیں جن میں دنیا بھر کے جانور نظر آتے ہیں۔ درندے' پرندے' چرندے سب موجود ہیں۔ پہاڑ کے دامن نہایت سرسبز ہیں۔ اس کے ایک حصہ میں کشمیر واقع ہے۔ کشمیر دنیا کی جنت ہے ایسا پربہار خطہ دنیا کے گوشہ میں نہیں ہے دامن کوہ سے آگے ہموار میدان ہیں جو ہزارہا میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میدانوں میں چھوٹی چھوٹی بے شمار ندیاں اور بڑے بڑے لاتعداد دریا بہتے ہیں۔ ان ندیوں اور دریاؤں کی وجہ سے تمام میدان سبزہ سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ کھیتی خوب ہوتی ہے۔ سال میں تین فصلیں ہوتی ہیں۔ ایک فصل خریف' دوسری ربیع اور تیسری زائد کہلاتی ہے۔ گیہوں عمدہ قسم کا پیدا ہوتا ہے۔ جو' چنا' جوار' باجرہ' ارد' مکی' مونگ' ارہر' تل' کنگو اور خدا جانے کیا کیا پیدا ہوتا ہے۔ میوے اور پھل کثرت سے ہوتے ہیں۔ ہر موسم میں ایک نہ ایک پھل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ باغات کثرت سے ہیں۔ ریگستان بھی ہیں۔ ایسے ریگستان جہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں۔ عرب کے ریگستان کی طرح سینکڑوں میل میں پھیلتے چلے گئے ہیں۔ ان ریگستانوں میں خشک پہاڑ بھی ہیں۔ بالکل جھلسے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں اس غضب کی گرمی ہوتی ہے کہ انسان تیز دھوپ اور گرم ہوا میں جھلس جاتے ہیں۔ ایسے جنگل بھی ہیں جن میں داخل ہو کر انسان بھٹکتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا تو وہاں سے نہیں آسکتا۔ وہیں بھٹکتے بھٹکتے مرجاتا ہے۔ کسی نے ان جنگلوں کی چھان بین نہیں کی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان جنگلوں میں قدرت کے کیا راز پوشیدہ ہیں۔

چھوٹی چھوٹی ندیوں اور بڑے بڑے دریاؤں کے کنارے پر گاؤں قصبے اور شہر آباد ہیں۔ اس براعظم ہند کے کئی صوبے ہیں۔ ہر صوبہ کی زبان الگ ہے وہاں کے باشندوں کی صورتیں الگ ہیں۔ طبعی حالات الگ ہیں۔ معاشرت الگ ہے۔ پوشش الگ ہے۔ غرض ہر چیز جدا ہے۔

میں اس عورت کی باتیں سن کر بڑی حیران ہو رہی تھی۔ میں نے کہا: "سچ تم نے عجیب باتیں بیان کیں ہیں۔"

اس نے کہا: "حقیقت یہ ہے کہ براعظم ہند کے متعلق میں کچھ زیادہ بیان نہیں کر سکی۔ مجھ میں قدرت بیان نہیں ہے۔ وہ ایک علیحدہ ہی دنیا ہے۔ ایسی دنیا جسے دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔"

میں نے: کیا وہ خطہ ملک شام سے بھی زیادہ اچھا ہے؟

وہ نے: شام و مصر اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے جو انسان خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو جب اس ملک کو دیکھ لیتا ہے تو وہاں سے آنے کو اس کا جی نہیں چاہتا۔ وہاں دودھ کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کثرت سے دودھ ہوتا ہے کہ مسافر جس بستی میں بھی جاتا ہے اس کی تواضع دودھ سے کی جاتی ہے۔ گھی پانی کی طرح کھانے کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ وہاں کے لوگ بڑے فارغ البال اور مرفع حال ہیں۔

میں نے: سنا ہے وہاں چاندی اور سونا بھی افراط سے ہوتا ہے۔

وہ نے: سونے اور چاندی کا کوئی حد و شمار نہیں ہے۔ غریب آدمیوں کے پاس بھی سونا چاندی اور ہیروں سونا ہوتا ہے۔ وہاں کی عورتیں چاندی میں سفید اور سونے میں زرد رہتی ہیں۔ اللہ نے اسے دولت کی کان بنایا ہے۔ تمام پیداوار اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ایک سال کی پیداوار وہاں کے باشندوں کو کئی سال کے لئے کافی ہوتی ہے۔ وہاں قحط کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ لوگ کثرت سے مویشی پالتے ہیں۔ ملک کے ہر ایک حصہ میں زراعت کی جاتی ہے۔ ہر بستی میں آدمی سے زیادہ زمینیں چراگاہ کے طور پر چھوٹی رہتی ہیں۔ اگر تم اس ملک کو دیکھو تو میرا دعویٰ ہے کہ کبھی وہاں سے واپس آنے کی خواہش نہ کرو۔

میں نے: مگر وہاں جانا بھی کیا آسان ہے؟

وہ نے: کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ آخر ہم لوگ بھی تو یہاں آئے ہیں۔

میں نے: ہم میں سے کوئی بغیر خلیفہ کی اجازت کے کسی غیر ملک میں نہیں جا سکتا۔

مجھے دفعتاً خیال ہوا کہ میں نے اس کی کوئی مدارات تو کی ہی نہیں۔ میں جلدی سے انجیر اور انگور لا کر اس کے سامنے پیش کئے۔ اس نے بے تکلف کھانے شروع کر دیئے اور کچھ دیر کے بعد اگلے روز آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

پانچواں باب

عجیب مذہب

الیاس نہایت توجہ اور بڑے شوق سے ان حالات کو سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "امی جان اس سے معلوم ہوا ہند بڑا ہی پرفضا ملک ہے۔"

امی نے: اس عورت نے جب اس ملک کے حالات بیان کئے تو مجھے بھی اس کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اس ملک میں ایک بڑی کمی ہے۔ اور اس کمی کی وجہ سے

میرا سارا شوق ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

الیاس :۔ وہ کیا کمی ہے امی جان؟

امی :۔ باوجودیکہ وہاں طرح طرح کے پھل ہیں۔ قسم قسم کے میوے ہیں۔ بڑے لذیذ اور خوش ذائقہ مگر کھجوریں نہیں ہیں۔

الیاس :۔ کھجوریں نہیں ہیں۔

امی :۔ ہاں بیٹا۔

الیاس :۔ بس تو وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہزار قسم کے میوے ہوں اور ہزار قسم کے پھل ہوں لیکن جب کھجوریں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن وہاں کے لوگ کھاتے کیا ہیں؟

امی :۔ وہی میوے اور پھل جو وہاں پیدا ہوتے ہیں۔

الیاس :۔ کیا لطف آتا ہوگا انہیں شاید وہ کھجوروں کے ذائقہ سے واقف نہیں ہیں۔

امی :۔ جب وہاں یہ چیز ہوتی ہی نہیں تو وہ اس کا ذائقہ کیا جانیں۔

الیاس :۔ امی جان تم نے اس عورت سے اس کے مذہب کے متعلق کچھ دریافت نہیں کیا تھا۔

امی :۔ اس روز تو موقع نہ مل سکا۔ مگر اگلے روز جب وہ آئی تب میں نے اس سے پوچھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی جھوٹے نبی کی پیرو ہیں۔ مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی اور مذہب کی پیرو ہے۔ اس مذہب کی جو چین اور شمالی ہند میں پھیلا ہوا ہے۔

الیاس :۔ چین میں کوئی اور مذہب ہے۔

امی :۔ بیٹا! دنیا میں نہ جانے کتنے مذہب ہیں۔ مگر اس عورت نے جو اپنے مذہب کی باتیں بتائیں تو میں حیران رہ گئی۔ کہ دنیا میں کیسے کیسے لوگ موجود ہیں۔ میری اس عورت سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ سب ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کروں گی۔ وہ عورت اپنے مذہب کی مبلغ تھی۔ جب دوسرے روز ہمارے گھر آئی تو میں نے اس کی بڑی خاطر کی۔ رابعہ کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا تھا۔ اس کے آتے ہی وہ بھی اس کے پاس آ گئی۔ عورت بھی رابعہ کو بہت چاہنے لگی تھی۔ اس نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور کہا "ملک چین میں نہایت خوبصورت گڑیاں بنائی جاتی ہیں۔ رابعہ ان سب گڑیوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ چین سے زیادہ دلفریب ہے۔ اگر اس کے مجسمے بنائے جائیں تو لوگ دیکھ کر حیران رہ جائیں۔

میں نے دریافت کیا: "کیا تمہارے ملک میں انسانوں کے مجسمے بنائے جاتے ہیں؟"

اس نے کہا: "ہاں ایک زمانہ میں عورتوں اور مردوں کے نہایت خوبصورت مجسمے

بنائے جاتے تھے لیکن جب سے بھگوان بدھ نے جنم لیا ہے اس وقت سے اب صرف ان کے مجسمے بننے لگے ہیں۔ ان کے ماننے والے ان کے بت بناتے اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔"

الیاس :۔ لو اب سمجھا میں۔ وہ عورت بت پرست تھی۔

امی :۔ ہاں مگر وہ اپنے آپ کو بت پرست نہیں کہتی تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ بھگوان بدھ کے قالب میں دنیا والوں کی ہدایت کے لئے آئے تھے۔ وہ نجات کے طریقے بتا گئے۔ جو شخص ان طریقوں پر چلے گا اسے نجات ملے گی۔ جو ان طریقوں پر نہیں چلے گا وہ جون کے چکر میں پھنسا رہے گا۔

الیاس :۔ جون کا چکر کیسا؟

امی :۔ اس کے متعلق اس کا عقیدہ عجیب تھا۔ وہ آواگون کی قائل تھی۔ یعنی روح ادل بدل کر مختلف قالبوں میں سزا پانے کے لئے آتی جاتی رہتی ہے۔

الیاس :۔ میں سمجھا نہیں امی جان۔

امی :۔ میں بھی بہت دیر میں سمجھی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ ایک لاکھ اور کئی ہزار جون یعنی قالب ہیں۔ گنہگار انسان ان تمام قالبوں میں آتا یعنی پیدا ہوتا اور جاتا یعنی مرتا رہتا ہے اس کے بعد اسے نجات ملتی ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ کیڑے مکوڑے، "کتے" "بلی" "گیدڑ" "شیر" "سانپ" "بچھو"۔ غرض ہر قسم کے جانور۔ پرند۔ حشرات الارض۔ سب جاندار پہلے انسان تھے۔ برے کام کرنے کی وجہ سے ان جونوں یعنی قالبوں میں آ گئے ہیں۔ اور سزا بھگت رہے ہیں۔

الیاس :۔ عجیب عقیدہ تھا اس کا وہ یہ نہیں سمجھتی تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی طرح تمام جانوروں اور دوسرے ذی روح کو پیدا کیا ہے۔

امی :۔ اس موضوع پر میں نے اسے بہت سمجھانا چاہا لیکن وہ کچھ بھی نہیں سمجھی۔ شروع میں انسان پیدا ہوا تھا۔ سزا کے طور وہ جانور وغیرہ بنتا رہا۔ وہ بھگوان یعنی خدا کو تو مانتی تھی لیکن اسے خالق، مختار کل اور فنا کرنے والا نہیں مانتی تھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ روح اور مادہ خدا کی طرح سے ازلی ہیں۔ خدا کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر چیز خود ہی پیدا ہو جاتی ہے اور خود ہی فنا ہو جاتی ہے۔

الیاس :۔ کیسا واہیات عقیدہ تھا اس کا۔ تم نے اسے قرآن شریف کی آیتیں نہیں سنائیں؟

امی :۔ کیوں نہ سناتی۔ میں نے اسے بتایا کہ خدا وہ ہے جس نے دنیا اور دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ وہ خالق کل ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ ہی سب کچھ پیدا کرتا ہے۔ اس کے علم میں ہر چیز ہے۔ وہی رزق دیتا ہے۔ عزت اور ذلت دیتا ہے دولت اور حکومت دیتا ہے۔ جلاتا اور مارتا ہے۔ میں نے جب اسے آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں اور ان کا ترجمہ کر کے سمجھایا تو وہ کہنے لگی یہ کلام تم پڑھ رہی ہو تو بہت پیارا ہے۔ لیکن ہماری کتاب ترپٹک سے مطابقت نہیں کرتا۔

الیاس :۔ ترپٹک کیا ہے؟

امی :۔ ان کا دھرم شاستر یعنی مذہبی کتاب۔

الیاس :۔ اس نے اپنی مذہبی کتاب پڑھ کر تمہیں سنائی تھی۔

امی :۔ کیوں نہ سناتی۔ بات بات میں کچھ پڑھتی تھی لیکن وہ زبان کچھ عجیب تھی۔ غیر مانوس۔ ثقیل قسم کی سماعت پر بوجھ پڑتا تھا۔ لیکن ایک تو وہ عورت خوبصورت تھی دوسرے اس کی آواز بڑی پیاری تھی۔ جب باتیں کرتی تھیں تو پھول جھڑتے تھے جی چاہتا تھا کہ وہ کچھ کہے جائے اور چپ بیٹھے سنے جائیں۔

الیاس :۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے لوگوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے خوبصورت عورتوں کو اس لئے منتخب کیا تھا تاکہ ان کے حسن سے لوگ مسحور ہو کر ان کے مذہب میں داخل ہو جائیں۔

امی :۔ میرا بھی یہی خیال ہوا تھا۔ لیکن اسے یہاں بالکل ہی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ عورت کہتی تھی کہ اس ملک کے لوگ عجیب ہیں۔ نہ تو بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ نہ اپنے مذہب کے خلاف کچھ سننا چاہتے ہیں نہ دوسرے مذہب پر تنقید کرتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اس ملک میں سب لوگ مسلمان ہیں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ یعنی سوائے خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اس کے ماننے والے ہیں۔ وہ تناسخ (آواگون) کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ وہی بقا اور فنا پر قادر ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ وہ زبردست قدرت والا ہے۔ بے نیاز اور بڑا مہربان ہے۔ اسے معاف کرنے کی بھی قدرت ہے۔ جو شخص گناہ کر کے پچھتاتا" عاجزی اور توبہ کرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے تمہارے بھگوان کی طرح عاجز و لاچار نہیں ہے۔ جو نہ کسی کو پیدا کرتا ہے نہ جلاتا ہے نہ مارتا ہے نہ کچھ دے سکتا ہے . . لے سکتا ہے بلکہ ایک کونہ میں بیٹھا روح اور مادہ کا

تماشہ دیکھتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے جانور اطاعت نہیں کرتے مگر انہیں سزا نہیں دے سکتا۔ جو لوگ اچھے اعمال کرتے ہیں انہیں اس کا صلہ نہیں دے سکتا۔ روحیں خود مختار ہیں۔ مادہ باقی ہے' روح جس جسم میں چاہتی ہے از خود اس میں حلول کر جاتی ہے۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ تمہارا بھگوان کیا کمزور اور کس قدر عاجز ہے۔ وہ عورت ان باتوں کو سن کر کچھ بھونچکی سی رہ گئی۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس پر ان باتوں کا اثر ہوا ہے۔ مگر وہ بڑی متعصب تھی۔ جو اثر ہوا تھا وہ جلد ہی زائل ہو گیا۔ اور پھر وہ تناسخ پر گفتگو کرنے لگی۔

الیاس :۔ کیا اس کے مذہب کا مدار تناسخ پر ہی تھا۔

امی :۔ اس کے عقیدے کچھ عجیب تھے۔ ان عجیب عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ جب ایک مرتبہ میں نے اس سے کہا کہ جب روح اور مادہ ہی سب کچھ ہیں روح دوسرے جسم میں خود چلی جاتی ہے تو تمہارا بھگوان کیا کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ کچھ گڑبڑ سی ہو گئی۔

الیاس :۔ مگر خدا کے متعلق اس کا کیا عقیدہ تھا؟

امی :۔ جب میں نے خدا کے متعلق اس سے گفتگو کی تو وہ کچھ ٹالنے لگی۔ کہنے لگی بھگوان کو تو ہم مانتے ہیں لیکن ہم اپنے کرموں یعنی اعمال کے خود ذمہ دار ہیں اس لئے ایشور' بھگوان' یا خدا ہمیں سزا نہیں دیتا بلکہ ہم خود اپنے کرموں کے پھل بھوگتے ہیں۔

اوہو! اذان ہو رہی ہے بیٹا! عصر کی نماز پڑھ آؤ۔ جب آؤ گے تب تمہیں اور حالات بتاؤں گی۔ اور آخر میں یہ بھی بتا دوں گی کہ میں تمہیں کابل کیوں بھیجنا چاہتی ہوں۔

الیاس اٹھ کر مسجد کی طرف چلے گئے۔ اور ان کی امی اٹھ کر وضو کرنے لگی۔

چھٹا باب

عجیب عقائد

جب الیاس نماز پڑھ کر آئے تو ان کی والدہ بھی نماز سے فارغ ہو چکی تھیں وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا: "امی جان تم کہتی ہو وہ عورت بدھ کو بھگوان سمجھتی تھی۔"

امی: بیٹا! اس نے مجھے بتایا تھا کہ خود بھگوان بدھ کے قالب میں آئے تھے دراصل وہ بھگوان کی قائل نہیں تھی۔ اس کی گفتگو سے پتہ چلا تھا کہ خود بدھ ہی نے بھگوان کے

متعلق کوئی صاف رائے ظاہر نہیں کی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ہستی ہی کے قائل نہیں تھے۔ اسی لئے وہ عورت اس بحث کو فضول سمجھتی تھی۔ وہ بدھ کے بت اپنے پاس رکھتی ہے اور ان بتوں ہی کی پوجا کرتی تھی۔ انہیں ہی نعوذ باللہ خدا سمجھتی تھی۔

الیاس :۔ خدا کی مخلوق بھی کس قدر احمق ہے۔ ہر اس چیز کو پوجنے لگتی ہے جس سے وہ ڈرتی ہے یا جس کی وہ عزت و عظمت کرتی ہے۔

امی :۔ یہی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تمام عرب کا یہی حال تھا۔ ہر قبیلہ کا بت الگ تھا اور وہ اس کی پوجا کرتا تھا اور یہ بت عجیب عجیب صورت اور شکل کے ہوتے تھے۔ ان سے ود مرد کی صورت کا تھا۔ بڑا قوی ہیکل مرد۔ یہ بت مقام دومۃ الجندل میں تھا۔ اور قبیلہ کلب اس کی پوجا پوجا کیا کرتا تھا۔ نائیلہ عورت کی شکل کا تھا۔ نہایت حسین عورت کا مجسمہ۔ یہ بت بہت مشہور قبیلوں میں تھا اور سب قبیلے اس کی پوجا کرتے تھے۔ یغوث شیر کی صورت کا تھا۔ یمن کے قبائل اسے پوجتے تھے۔ یعوق گھوڑے کی صورت کا تھا۔ قبیلہ ہمدان اسے پوجتا تھا۔ نسر گدھ کی شکل تھا حمیری قبائل اسے پوجتے تھے۔ اور بھی بہت سے بے شمار بت تھے۔ طرح طرح کی صورتوں کے۔ جب میں خیال کرتی ہوں تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے کہ ہمارے بزرگ بھی کیا تھے۔ جو پتھروں کی تصویروں کو پوجتے اور انہیں خدا جانتے تھے۔ یہ تو خدا نے ہم پر احسان کیا کہ اس نے ہماری ہدایت کے لئے فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر ہماری ہدایت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ہمارے لئے ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں۔ ہمیں ضلالت و گمراہی سے نکالا ہم سے بت پرستی چھڑائی۔ ہمیں خدا کا قائل بنایا اور خدا کے سامنے لا جھکایا۔

الیاس :۔ سچ کہا تم نے امی جان۔ وہ عورت نماز تو کیا پڑھتی ہو گی۔

امی :۔ نماز اس کے مذہب میں نہیں تھی۔ جیسے اس کے عقیدے عجیب تھے ایسے ہی اس کی عبادت کا طریقہ بھی عجیب تھا۔ وہ بدھ کے بت کے سامنے ہاتھ جوڑ بیٹھ جاتی تھی۔ کچھ پڑھتی تھی۔ کسی ایسی زبان میں جسے بار بار سننے پر بھی میں نہیں سمجھی۔ ہاتھ جوڑے پڑھتی اور بدھ کے بت کو دیکھتی رہتی۔ بڑے غور اور احترام سے پھر آنکھیں بند کر لیتی۔ دیر تک آنکھیں بند کئے استغراق کی حالت میں بیٹھی رہتی۔ پھر بت کو سجدہ کرتی اور اٹھ کر آنکھیں کھول دیتی۔ اس کی عبادت کا یہ طریقہ تھا۔ میرے خیال میں وہ بدھ کو ہی بھگوان یا خدا سمجھتی تھی۔

الیاس :۔ خدا سمجھے۔ آخر یہ بدھ تھے کون؟

امی :۔ اس عورت نے ان کے متعلق بہت بڑا افسانہ بیان کیا تھا۔ مجھے ساری باتیں تو یاد نہیں رہیں۔ کچھ کچھ حالات یاد رہ گئے ہیں۔ وہ کہتی تھی بدھ راج کمار تھے۔

الیاس :۔ راجکمار کسے کہتے ہیں؟

امی :۔ راجکمار شہزادہ کو کہتے ہیں۔

الیاس :۔ خوب! وہ شاہزادہ تھے۔

امی :۔ ہاں، وہ کہتی تھی کہ نیپال کوئی ملک ہے جو پہاڑ کے اندر واقع ہے۔ اس کی ترائی میں شاکیہ قوم کے چھتریوں کی ایک ریاست تھی۔ معمولی ریاست نہیں بلکہ اچھی خاصی حکومت۔ اس حکومت کا دارالسلطنت ایک شہر "کپل وستو" تھا۔ ان کے راجہ کا نام شدھ ودھن تھا۔ ان کے ایک لڑکا تھا۔ اس کا نام بدھ تھا۔ وہ شاکیہ قوم میں ہونے کی وجہ سے "بدھ" شاکیہ منی۔ "گوتم" بھی کہلاتے تھے۔ کہتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ساڑھے پانچ سو برس پہلے ہوئے تھے چونکہ اپنی ماں باپ کے اکلوتے تھے اس لئے ان کی پرورش بڑے لاڈ پیار سے ہوئی تھی۔ انہوں نے اچھی تعلیم حاصل کی تھی۔ شاستروں کو بڑی توجہ سے پڑھا تھا۔ خصوصاً "درشن شاستر" کو دلچسپی اور توجہ سے پڑھتے تھے۔

الیاس :۔ یہ شاستر کیا ہیں؟

امی :۔ اس عورت کی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ اس نے بیان کیا تھا کہ ہند میں سب لوگ بت پرست ہیں۔ ان کے عالموں نے جنہیں برہمن کہتے ہیں۔ بڑے غور و خوض اور سوچ بچار کے بعد درشن شاستر ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں یہ بتایا ہے کہ لوگ کس طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کا لب لباب یہ تھا کہ انسان کو جو تکلیف یا راحت ہوتی ہے وہ اس کے پچھلے کرموں کا نتیجہ ہے۔ انسان اپنے اعمال کا نتیجہ برداشت کرنے کے لئے بار بار جنم لیتا یعنی پیدا ہوتا ہے۔ اس آواگون (تناسخ) سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ انسان حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ برے کام نہ کرے اچھے اعمال کرتا رہے تاکہ اسے پھر جنم لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

الیاس :۔ عجیب کتاب ہے اور اس میں عجیب باتیں درج ہیں۔

امی :۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ قدیم ہندوؤں کے چھ درشن ہیں۔ ان درشنوں کا مضمون بہت پیچیدہ اور بڑا ہی ادق ہے۔ ان درشنوں کے نام یہ ہیں۔ (1) سانکھیہ "درشن" اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ روح اور مادہ دونوں قدیم ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ دنیا

کی تخلیق مادہ سے ہوتی ہے۔ دنیا کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔ بلکہ مادہ اور روح کی وجہ سے ہر چیز خود ہی پیدا ہو جاتی ہے۔

(2) یوگ درشن ہے۔ اس درشن میں ایشور یا خدا کا نام بھی اور اسکا ذکر بھی ہے۔ لیکن اس میں ایشور یا خدا کو دنیا کا پیدا کرنے والا نہیں مانا گیا۔

الیاس :- امی جان عجیب بات ہے یہ تو اگر خدا نے روح اور مادہ کو پیدا نہیں کیا تو پھر کس نے کیا؟

امی :- وہ کہتی تھی جس طرح ایشور یعنی خدا ہمیشہ سے ہے اسی طرح روح اور مادہ ہمیشہ سے ہیں۔ نہ کسی نے خدا کو پیدا کیا۔ نہ روح اور مادہ کو۔

الیاس :- یہ بات تو کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اس طرح تو دنیا خود بخود پیدا ہو گئی۔

امی :- اس کا خیال ایسا ہی تھا۔

الیاس :- یہ ممکن نہیں۔ وہ دھوکہ میں پڑی تھی۔

امی :- وہی کیا اس کی ساری قوم دھوکہ میں پڑی ہے۔ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس خطہ میں نبی اور رسول نہیں آئے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ خدا کیا ہے ان کے بزرگ دنیا کو اسی طرح دیکھتے چلے آئے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ روح اور مادہ کو کسی نے پیدا ہی نہیں کیا۔ از خود پیدا ہو گئے۔ خدا کی وقعت ان کی نظروں میں ایسی بھی نہیں جیسی کھلونے بنانے والے کمہار کی۔

الیاس :- کیسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں وہ لوگ۔ اچھا اور کون کون سے درشن ہیں۔

امی :- تیسرا درشن نیائے درشن ہے اس میں علم منطق کی تشریح ہے۔ چوتھا ویشیشک درشن ہے اس میں علم طبیعات کا ذکر ہے۔ پانچواں پورو میمانسا درشن ہے۔ اس میں عمل یعنی کرم کا تذکرہ ہے۔ اور وید کے متعلق طرز معاشرت کی تفصیل ہے۔ چھٹا ویدانت سوتر درشن ہے اس میں روح اور خدا کے ایک ہونے کی بحث ہے۔ یعنی روح خدا ہے اور خدا روح ہے۔

الیاس :- توبہ توبہ کیسے لغو خیالات ہیں ان کے تم نے وید کا ذکر کیا ہے یہ وید کیا ہے۔

امی :- وہ عورت کہتی تھی کہ ہندو والے چار وید مانتے ہیں۔ ایک رگ وید۔ دوسرا سام وید۔ تیسرا یجروید اور چوتھا اتھروید۔ وید کے معنی جاننے کے ہیں۔ کہتی تھی کہ سنسکرت زبان میں یہ ویدیں ہیں لیکن وہ زبان ایسی ہے جسے اس زمانے کے سنسکرت دان بھی نہیں سمجھتے۔ وید کو شروتی بھی کہتے ہیں۔ شروتی کے معنی ہیں "سنا ہوا"۔ وہ یہ بھی کہتی تھی کہ ہندو والوں

کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح ایشور یعنی خدا، روح اور مادہ ہمیشہ سے ہیں اسی طرح وید بھی ہمیشہ سے ہے۔

الیاس :- واہ واہ خدا کی قسم یہ بات بے لاجواب ہے۔ وید بھی خدا کی طرح ہمیشہ سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے وید بھی نہیں بھیجے بلکہ وہ خود بخود پیدا ہو گئے۔

امی :- بیٹا میں نے اس عورت سے کہا تھا کہ کہیں ہندو والے پورے جاہل ہی تو نہیں بھلا ان باتوں کو عقلمند انسان کس طرح مان سکتے ہیں۔ خدا کوئی چیز ہی نہیں رہا۔ ہر چیز خود بخود پیدا ہوتی چلی گئی۔ وہ کہنے لگی۔ ان باتوں کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ میں نے کہا عجیب عقیدے ہیں۔

الیاس :- اچھا بدھ کے متعلق اور کیا بتایا تھا اس نے؟

امی :- ابھی سناتی ہوں۔

ساتواں باب

گوتم بدھ

الیاس کی امی نے کہنا شروع کیا۔ "اس عورت نے بیان کیا کہ گوتم بدھ نے ہندوؤں کی تمام کتابیں غور سے پڑھیں۔ خصوصاً "درشن شاستر" لیکن ان کتابوں کے پڑھنے سے ان کی تسلی نہیں ہوئی۔ وہ بچپن ہی سے ہر بات کو سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ جوں جوں ان کی عمر اور عمر کے ساتھ ساتھ علم بڑھتا گیا ان کے غور و فکر کرنے کی صلاحیت بھی بڑھتی گئی۔

جب وہ جوان ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ بعض انسان خوش حال ہیں بعض بڑے مالدار ہیں۔ بعض حکمران ہیں۔ یہ لوگ خوب عیش و عشرت کرتے اور بڑے آرام سے زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر لوگ غریب ہیں۔ مزدور ہیں۔ رات دن محنت کرتے ہیں اور پھر بھی اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ نہیں پال سکتے۔ آئے دن بیمار اور روگی رہتے ہیں۔ بڑی تکلیف اور مصیبت سے دن گزارتے ہیں تو ان کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو دیکھ کر وہ پراگندہ رہنے لگے۔ ان کا یہ خیال اور بھی پختہ ہوتا چلا گیا کہ انسان نے پچھلے جنم میں اچھے اور برے جو اعمال کئے ان کے مطابق اس جنم میں راحت اور تکلیف پا رہا ہے۔ اس سے وہ اور بھی غور و فکر میں مبتلا رہنے لگے۔

الیاس :۔ لیکن امی جان انہوں نے یہی کیوں سوچا کہ لوگ پچھلے جنم کے اعمال کے نتیجے میں آرام یا تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ کیا اس وقت جب دنیا پیدا ہوئی سب ہی امیر اور مالدار تھے۔

امی :۔ اس عورت کا عقیدہ یہی تھا۔

الیاس :۔ مگر وہ زمانہ اگر وا ایسا زمانہ تھا تو بہت ہی برا زمانہ ہوگا۔ کیونکہ جب سب لوگ امیر تھے تو ان کا کام کون کرتا ہوگا اور اگر ہر شخص اپنا کام خود ہی کرتا ہوگا تو انہیں آج کل سا عیش و آرام حاصل نہ ہوگا۔ یا اس زمانہ میں سب ہی غریب ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے کام کرتے رہتے ہوں گے۔

امی :۔ چونکہ میں ان کی باتوں کو لایعنی اور فضول سمجھی اس لئے میں نے اس سے اس کے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کی ورنہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ کتنا ہی کٹ حجتی ہو لاجواب ہو سکتا ہے۔

غرض گوتم بدھ کے غور و خوض کی حالت دن بہ دن بڑھتی گئی۔ وہ اکثر اوقات سر جھکائے سوچتے رہتے اور اکثر ٹھنڈا سانس بھر کر کہتے "کیا کسی طریقہ سے انسان دنیوی تکالیف سے آزاد ہو سکتا ہے۔"

جب ان کی عمر تیس سال کی ہوئی تو ایک رات کو ان پر کچھ ایسی حالت طاری ہوئی کہ راج پاٹ اور عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر گھر کو خیرباد کہا اور جنگل میں نکل گئے وہاں وہ دنیا اور دنیا والوں میں دور رہ کر تپ یعنی ریاضت کرنے لگے۔ وہ نجات کا راستہ تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے ویدوں کا مطالعہ کیا۔ مگر ان میں انہیں کوئی بات ایسی نظر نہ آئی جسے اختیار کرکے وہ نجات حاصل کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے ویدوں کو الہامی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے درشن کتابوں کو خوب پڑھا۔ مگر ان سے بھی دل تسکین نہیں ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ کھانے پینے سے نفس بڑھتا ہے۔ خواہشیں بڑھتی ہیں۔ اور خواہشوں کے بڑھنے سے انسان برے کام کرنے لگتا ہے۔ اگر انسان کھانا پینا چھوڑ دے تو نفس سرکشی نہ کرے تو خواہش پیدا نہ ہو۔ اور جب خواہش پیدا نہ ہو تو انسان برے کام نہ کرے۔ جب برے کام ہی نہ کرے تو اگلے جنم میں تکلیفیں اور مصیبتیں ہی نہ اٹھائے۔

چنانچہ انہوں نے غذا ترک کر دی۔ پھل وغیرہ کھاتے اور کچھ دودھ پی لیتے چھ سال انہوں اسی طرح بسر کئے لیکن اس نفس کشی اور ترک غذا سے بھی کچھ نہ ہوا۔ باوجود

زبردست ریاضت کرنے کے بعد ان کی مطلب براری نہ ہوئی۔

الیاس :۔ امی جان وہ ریاضت کیا کرتے تھے؟

امی :۔ ان باتوں کے سننے سے جو خیالات تمہارے دل میں پیدا ہو رہے ہیں وہی میرے دل میں پیدا ہوتے رہتے تھے اور میں اس عورت سے سوالات کرتی رہتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ ان کا تپ یعنی ریاضت یہ تھی کہ وہ چار زانو بیٹھ جاتے۔ آنکھیں بند کر لیتے اور ہاتھ پیٹ کے اوپر اس طرح رکھ لیتے جس سے ہتھیلیاں کی طرف رہتیں اور کسی دھیان میں ڈوبے ہوئے جاتے گھنٹوں اسی طرح بیٹھے رہتے۔

الیاس :۔ شاید کہ اسی طرح خدا کی عبادت کرتے تھے۔

امی :۔ خدا کے تو وہ قائل ہی نہ تھے۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ اس طرح بیٹھ کر وہ سوچا کرتے تھے کہ انسان کی تکلیفیں کس طرح دور ہو سکتی ہیں۔

جب اس طرح مدت گذر گئی اور انہیں کوئی بات حاصل نہ ہوئی تو وہ گیا میں چلے گئے۔ اور وہاں ایک درخت کے سایہ میں سمادھی لگا کر بیٹھ گئے۔ عرصہ تک بیٹھے رہے۔ دفعتاً" ان کا دل روشن ہو گیا ان پر حقیقت کھل گئی۔ قدرت کا جو راز وہ کھولنے کے درپے تھے وہ کھل گیا۔ شاید انہیں الہام ہوا کہ جسم کو تکلیف دینے اور غذا کو ترک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ انسان اگر پاکیزہ خیال صاف دل اور تمام جانداروں پر رحم کرنے والا ہو تو نجات پا سکتا ہے انہیں یہ یقین ہو گیا کہ سچائی، رحم اور دل کی صفائی نجات کے اصلی ذرائع ہیں۔

چنانچہ انہوں نے سمادھی چھوڑ دی۔ غور و فکر کرنا ترک کر دیا۔ اور ایک نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ ان کا مسلک یہی تھا کہ دل کی صفائی کرو۔ سچ بولو اور ہر جاندار پر رحم کرو۔ یہ جاندار پہلے تمہاری طرح انسان تھے۔ اپنے برے اعمالوں کی سزا میں جانور اور دوسرے جاندار بن گئے ہیں۔ انہیں نہ مارو۔ نہ ستاؤ ورنہ تم بھی ان کے ہی جونوں میں آؤ گے اور جس طرح تم آج انہیں ستاؤ گے اسی طرح کل تم ستائے جاؤ گے۔ انہوں نے نروان پر بڑا زور دیا بلکہ سچ پوچھو تو ان کے مذہب کا دارومدار ہی نروان پر تھا۔

الیاس :۔ نروان کسے کہتے ہیں؟

امی :۔ نروان اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنی جان کو پاکیزہ بنا کر دنیا کی تمام لذتوں اور عیش و راحت کی خواہشوں کو ترک کر دے۔ اگر نروان حاصل ہو جائے تو انسان بار بار پیدا ہونے اور مرنے کے جنجال سے چھوٹ جائے۔ جب تک نروان حاصل نہ ہو اس وقت تک

انسان کبھی آواگون کے چکر سے نہیں نکل سکتا۔

بدھ کا خیال تھا کہ دنیا کی زندگی تکلیفوں اور مصیبتوں سے بھری ہوئی ہے اور نفس کی خواہشیں ہی آدمی کو آواگون کے جال میں پھنسا رہی ہیں۔ انسان اسی وقت نروان پا سکتا ہے جبکہ اسے کسی قسم کی خواہش نہ رہے بلکہ خواہش کا میلان بھی نہ رہے۔

خدا کی ہستی کے وہ اس لئے قائل نہ تھے کہ روح اور مادہ کو ابدی اور ازلی سمجھتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ کسی چیز کو کوئی پیدا نہیں کرتا بلکہ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز جو پیدا ہوتی ہے وہ ایک روز خود ہی مر جاتی ہے۔ انہوں نے ذات پات کی تمیز بھی اڑا دی تھی۔ کہتے تھے ہر شخص خواہ وہ کسی ذات کا کیوں نہ ہو نروان حاصل کر کے نجات پا سکتا ہے۔

انہوں نے اپنے مذہب کے دو ہی اصول قائم ہیں ایک نروان اور دوسرا اہنسا۔ یعنی کسی جاندار کو ستانا۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ نروان ان آٹھ طریقوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (1) صحیح نظر یعنی کسی چیز پر بھی بری نظر نہ ڈالی جائے۔ بری نظر سے ہی بری خواہش پیدا ہوتی ہیں۔ (2) صحیح ارادہ یعنی ارادہ میں پختگی ہونی چاہئے۔ جن باتوں کے کرنے کا ارادہ کرے ان پر اٹل رہے۔ (3) سچ بولنا (4) درست کردار یعنی چال چلن اچھا رکھے کوئی اختیار نہ کرے۔ (5) حلال کی کمائی۔ (6) صحیح ورزش۔ (7) ٹھیک یادداشت (8) سچا دھیان۔ ان کا قول تھا کہ نروان حاصل کرنا ہمارے اعمال پر منحصر ہے۔ اور نروان حاصل کر کے ہم نجات پا سکتے ہیں۔

گوتم بدھ نے سب سے زیادہ نروان پر زور دیا تھا۔ نروان حاصل کرنے کے لئے جان کو پاک بنانا ضروری تھا۔ اور جان کو پاک بنانے کے لئے تمام بری باتوں سے پرہیز کرنا لازمی تھا۔ چوری اور بدکاری سے بچنا۔ دوسروں کی برائی نہ کرنا۔ کسی سے نفرت نہ کرنا۔ برے الفاظ زبان سے نہ نکالنا" جہالت سے دور رہنا۔ طمع نہ کرنا۔

چونکہ بدھ کے مذہبی اصول ہندو والوں کے مذہب سے ملتے جلتے تھے اس لئے لوگ ان کے مذہب میں داخل ہونے لگے۔ مگر برہمنوں نے ان کی سخت مخالفت کی۔ ان کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ ہند میں برہمنوں نے چار ذاتیں برہمن' چھتری' ویش اور شودر قائم کی تھیں۔ برہمن مذہبی رہنما تھے۔ چھتری حکومت کرتے تھے۔ ویش تجارت اور لین دین دیکھو کرتے اور شودر ان سب کی خدمت کرتے تھے۔

گوتم بدھ نے ان ذات پات کی بندشوں کو دور کر دیا۔ برہمنوں کو یہ بات ناگوار

گزری انہوں نے بدھ کی مخالفت کی لیکن پھر بھی بدھ کا مذہب پھیلتا گیا۔ بہت سے سیٹھ ساہوکار راجہ مہاراجہ بدھ کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ خود ان کا باپ بھی ان کا پیرو بن گیا۔ اور ان کے تمام خاندان نے ان کا مذہب اختیار کر لیا۔

بدھ نے تاپتی اور گنڈک دریاؤں کے سنگم پر تربنی گھاٹ کے نزدیک کسی نگر نامی مقام پر وفات پائی۔

بدھ مذہب اور گوتم بدھ کے حالات اس عورت نے بڑی دیر میں جان کئے تھے میں نے مختصراً تمہیں سنائے ہیں۔

آٹھواں باب

لعبت چین

الیاس کی والدہ نے کہا "بیٹا وہ عورت کچھ ایسا حسن اور ایسی شان رکھتی تھی کہ جو اس سے ایک دفعہ بات کر لیتا تھا اس کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ اس کی آواز نہایت دلکش اور طرز تکلم نہایت پیارا تھا۔ شاید اسی وجہ سے وہ مبلغ بنا کر بھیجی گئی تھی۔ وہ رابعہ کو بہت پسند کرتی تھی۔ رابعہ بھی اس سے مانوس ہو گئی تھی۔ اور ایسی مانوس کہ اس کے آنے کا انتظار کیا کرتی تھی۔

ایک روز جب وہ آئی تو اس نے رابعہ سے کہا "بہن چینی کی گڑیا! تم ہمیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔"

وہ :- کیا تم ملک ہند میں چلنا پسند کرو گی۔

رابعہ :- امی جان بھی چلیں گی۔

الیاس کی والدہ نے کہا: "مجھے بیٹا تم اور رابعہ تو امی جان کہتے ہی تھے۔ تمہاری دیکھا دیکھی محلہ اور سارے بچے بھی امی جان ہی کہتے تھے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بھی امی جان ہی کہنے لگے تھے گویا میرا لقب ہی امی جان ہو گیا تھا۔ اس عورت نے کہا۔ "یہ بات تم امی سے پوچھو۔"

میں :- تم پوچھ لو۔

وہ :- نہیں تم ہی پوچھو۔

رابعہ نے مجھ سے کہا: ملک ہند میں چلو گی امی جان"

میں نے کہا بیٹی! اس ملک میں جاڑا زیادہ ہوتا ہے میں اور تم وہاں کی سردی برداشت نہ کر سکیں گے۔

عورت نے کہا: ہاں ہمارے ملک میں سردی زیادہ ہوتی ہے لیکن سردی سے بچنے کے لئے گرم خوشنما کپڑے ہوتے ہیں۔ انہیں پہن کر سردی بالکل ہی نہیں معلوم ہوتی۔ اس ملک کا سبزہ، شیریں پانی کے چشمے، انگور، سیب، سردہ، کشمش، منقی، بادام، چلغوزہ، پستہ یہ سب پھل اور میوے کھانے کو ملتے ہیں۔ انہیں کھانے سے بھی سردی معلوم نہیں ہوتی اور انسان بڑا قوی ہو جاتا ہے صحت بھی بہت اچھی رہتی ہے۔ اور بیٹی کی گڑیا جب تو یہ چیزیں کھائے گی تو اور بھی خوبصورت معلوم ہو گی سفید میں سرخی جھلکنے لگے گی۔

رابعہ بڑے شوق سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "جب تو ہم ضرور ملک ہند میں چلیں گے۔"

کچھ دیر اور باتیں کر کے وہ عورت چلی گئی۔ رابعہ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ اسے ہند دیکھنے کا بڑا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسی روز یا اس کے دوسرے دن موقع پا کر تم سے باتیں کیں۔ تم دونوں کو خبر نہیں تھی کہ میں بھی پاس ہی بیٹھی تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔

اس نے تم سے کہا: "وہ ہندی بولنے والی عورت ہے نا۔"

تم نے کہا "ہاں ہے۔"

رابعہ: وہ ہند کی بڑی تعریف کرتی ہے۔ وہاں مزیدار پھل اور لذیذ میوے ہوتے ہیں۔ سبزہ، پھلواری اور چشمے کثرت سے ہیں۔ سردی کے زمانہ میں خوشنما لباس پہنتے ہیں۔ چلو گے وہاں؟

تم نے کہا۔ "نہیں۔"

رابعہ نے حیرت بھری نظروں سے تمہیں دیکھ کر کہا "نہیں کیوں؟"

تم نے کہا: "اس لئے وہاں کے لوگ کچھ اچھے نہیں ہیں۔"

رابعہ نے جلدی سے کہا: "لیکن یہ عورت تو جو ہمارے یہاں آتی ہے بڑی اچھی ہے۔"

تم: مجھے وہ عورت ہی سب سے بری معلوم ہوتی ہے۔

رابعہ: آخر کیوں؟

تم: خبر نہیں۔

رابعہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا "واہ واہ عورت بری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ خبر نہیں کیوں؟

تم: تم اس سے باتیں نہ کیا کرو۔

رابعہ: کیا برائی ہے؟

تم: بس یہ سمجھ لو کہ وہ عورت بہت بری ہے۔

رابعہ کو کچھ ناگوار ہوا۔ اس نے کہا "وہ بری کیوں ہوئی۔ آخر اس میں کیا برائی دیکھی تم نے۔"

تم: میرا دل کہتا ہے۔

رابعہ: تمہارا دل ہی برا ہے۔

تم: کیسے؟

رابعہ: وہ ایک اچھی عورت کو برا سمجھ رہا ہے۔

تم: رابعہ! مجھے وہ عورت اس لئے بری معلوم ہوتی ہے کہ جب سے گھر میں آئی ہے تمہیں اپنے پاس بٹھائے رکھتی ہے۔

رابعہ: وہ مجھے لعبت چین کہتی ہے۔

تم: وہ ضرور تمہیں نظر لگا دے گی۔

رابعہ ہنس پڑی۔ اتنے میں رافع آ گئے۔ انہوں نے میرے پاس آ کر کہا "رات سے اس ہندی عورت کو بخار آ گیا ہے۔ اس نے رابعہ کو بلایا ہے۔"

میں نے کہا "لے جاؤ۔ وہ اس سے بہت محبت کرتی ہے۔"

انہوں نے رابعہ کو بلایا۔ میں نے اسے کپڑے پہنائے۔ وہ کپڑے جو اسے بہت پسند تھے۔ کاش میں اسے اس روز نہ جانے دیتی۔ مگر شدنی ٹلا نہیں کرتی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسے خوب بناؤں سنواروں۔ میں نے اس کا خوب بناؤ سنگھار کیا۔ چشم بددور وہ حور کی بچی معلوم ہونے لگی۔ تم بھی پاس کھڑے تھے۔ جب میں اسے بنا سنوار چکی تو اس نے مجھے ادب سے سلام کیا۔ میں نے اسے کلیجے سے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ تم اسے بے تحاشہ دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے تمہاری طرف دیکھا اور شرما گئی۔

رافع نے اس کی انگلی پکڑ لی اور لے چلے میں خوشی خوشی اسے دیکھ رہی تھی تم نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "نہ جانے دو اسے امی جان۔"

نہ معلوم کیوں تمہارے یہ کہتے ہی میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اور جی چاہا کہ میں

رافع کو آواز دے کر رابعہ کو روک لوں۔ لیکن فوراً ہی خیال ہوا کہ ہندی عورت بیمار ہے۔ اس نے بلایا ہے تھوڑی ہی دیر میں آجائے گی۔ میں نے تم سے کہا۔ "جانے دو بیٹا ابھی آ جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ چلے جاؤ۔"

تم کچھ سوچنے لگے۔ پھر بولے "میں کیوں جاؤں کسی نے مجھے بلایا تھوڑا ہی ہے۔"

میں نے کہا: "اچھا نہ جاؤ۔ رابعہ اب ذرا سی دیر میں چلی آئے گی۔"

تم وہاں سے ٹل گئے۔ شاید باغیچہ میں چلے گئے۔ اس وقت ظہر کا وقت تنگ ہو چکا تھا۔ اور عصر کا وقت شروع ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں عصر کی اذان ہوئی۔ میں نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ جب دعا مانگنے کے ہاتھ اٹھائے تو میرا دل کچھ بے چین ہو گیا۔ رابعہ کو یاد کر کے بھر آیا۔ میں نے اس کی سلامتی کی دعا مانگی۔ اور اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔

دن چھپ گیا اور رافع رابعہ کو لے کر نہیں آئے۔ مجھے بڑا فکر ہوا۔ تمہیں فکر نہیں غصہ تھا۔ شاید یہ غصہ کہ بغیر تمہاری اجازت کے رابعہ کیوں چلی گئی۔ تم نے کھانا کھا لیا لیکن میں نہ کھا سکی۔ یہاں تک کہ کافی رات آ گئی۔ رات چاندنی تھی۔ چاند نکل آیا تھا اور نور کی بارش کر رہا تھا۔ آسمان اور زمین دونوں روشن ہو رہے تھے۔ تم کچھ دیر انتظار کر کے سو رہے۔ میں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ ادھر میں نماز سے فارغ ہوئی ادھر کسی کے آنے کا کھٹکا ہوا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ رافع تنہا آ رہے تھے۔ میرا دل دھک سے ہو گیا۔ جب وہ میرے پاس آئے تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا "میری بچی کہاں ہے؟"

رافع اطمینان سے میرے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ گھبراؤ نہیں۔ رابعہ کو ہندی عورت نے اپنے پاس روک لیا ہے۔

میں:۔ کیا اس کی طبیعت ابھی تک خراب ہے؟

رافع:۔ نہیں اب اچھی ہے۔

میں:۔ پھر تم رابعہ کو کیوں نہیں لیتے آئے۔

رافع:۔ وہ ضد کرنے لگی کہ اسے یہیں چھوڑ جاؤ۔ میں چھوڑ آیا۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے صبح سویرے لے آؤں گا۔

میں:۔ میں نے اس کی وجہ سے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا۔

رافع:۔ اب کھا لو میں بھی کھاؤں گا۔

میں نے اور رافع نے کھانا کھایا اور اپنے بستروں میں گھس گئے۔ رافع کی تو مجھے خبر

نہیں کہ وہ جاگتے رہے یا سو گئے۔ لیکن میں نہ سو سکی۔ شروع رات میں تو کچھ پریشانی سی رہی اور جوں جوں رات زیادہ آتی گئی پریشانی ایک عجیب کرب اور اضطراب میں بدلتی رہی۔ یہاں تک کہ کلیجہ سے ہوک سی اٹھنے لگی۔ میں جی دل کو سمجھاتی۔ خود کو تسلی دیتی۔ لیکن اضطراب کم ہونے کے بجائے اور بڑھتا جاتا تھا۔ پچھلی رات کو شاید کچھ دیر کے لئے آنکھ لگ گئی تھی۔ جب آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھی۔ رافع بھی اٹھ چکے تھے۔ وہ نماز پڑھنے مسجد میں گئے میں نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ تھوڑی دیر میں رافع آئے تو تم بھی اٹھ چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا "جلدی جا کر رابعہ کو لے آؤ۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا: "رابعہ کی ایک رات کی غیر حاضری نے تمہیں کس قدر پریشان کر دیا ہے ذرا دن چڑھ جائے تو میں لے آؤں گا۔"

میں سمجھ گئی وہ بغیر ناشتہ کے جانا نہیں چاہتے۔ میں نے جلدی جلدی ناشتہ تیار کر کے انہیں اور تمہیں کھلایا اور رافع سے کہا۔ "لو جاؤ اب رابعہ کو لے آؤ۔"

رافع میرے کہنے سے چلے اور میں بڑی بے صبری سے ان کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

نواں باب
گمشدگی

الیاس کی والدہ جب یہ واقعات بیان کر رہی تھیں تو ان کا دل بھر آیا تھا۔ وہ سر جھکا کر خاموش ہو گئیں۔ الیاس نے ان کی طرف دیکھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے واقعات سن رہے تھے۔ جو وہ بیان کر رہی تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد وہ بیان کریں کہ پھر کیا ہوا۔ رابعہ آئی یا نہیں اسے کیا ہوا۔

جب ان کی والدہ کو چپ بیٹھے دیر ہوئی تو انہوں نے کہا "پھر کیا ہوا امی جان؟"

انہوں نے آہستہ سے سر اٹھا کر الیاس کو دیکھا کہ ان کی آنکھیں نم ہیں۔ وہ بڑے متاثر ہوئے۔ "امی جان! تمہاری طبیعت کیسی ہے۔"

انہوں نے بھرائی آواز میں کہا "اچھی ہے بیٹا۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے وہ دن آج ہی ہے۔ وہ واقعہ آج ہی گزرا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کو پورے چودہ برس ہو چکے

ہیں۔ میں نے ہر برس اور ہر برس کا ہر دن ہر دن کا ہر پہر گن گن کر اور بڑی تکلیف سے کاٹا ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہیں جوان کرے اور تو میرے درد دل کا مداوا کرے۔ خدا نے میری دعا قبول کی۔ ماشاء اللہ تم جوان ہو گئے۔ اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ میرے دل کی خلش کو دور کرو۔

الیاس :۔ امی جان! انشاء اللہ میں تمہارے دل کو سکون دینے کے لئے اپنی جان تک دینے سے دریغ نہ کروں گا۔

امی :۔ تم سے یہی توقع ہے میرے چاند۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں اس کام میں اپنی جان کی بازی لگانی ہو گی۔

الیاس :۔ میں جان ہی کی بازی لگا دوں گا۔ بیان کرو امی جان! پھر کیا ہوا؟

امی نے ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا "میں رابعہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ وقت گزرتا رہا۔ نہ رابعہ آئی اور نہ رافع آئے میری تشویش بڑھنے لگی۔ جوں جوں وقت گزرتا تھا میری پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ اچانک میرے دل میں ہوک اٹھی اور جی چاہا کہ خوب چیخ کر روؤں لیکن میں نے ضبط کیا۔

اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد رافع آئے۔ سخت پریشان اور بدحواس آنکھیں غم و درد میں ڈوبی ہوئی۔ پیشانی عرق آلود۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئیں ان کی یہ حالت دیکھ کر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ میں رابعہ کو بھول گئی۔ ان کی زبوں حالی دیکھ کر ان کی فکر میں گرفتار ہو گئی۔ میں نے جلدی سے کہا "خیر ہے' رافع تمہاری یہ کیا حالت ہے؟"

وہ میرے پاس آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مری ہوئی زبان سے کہا "خیر نہیں ہے امی۔"

میں :۔ کیا ہوا

رافع :۔ میں لٹ گیا۔ میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔

میں :۔ خدا کے لئے کچھ کہو میں تو ہول گئی ہوں۔

رافع :۔ کیا کہوں وہ دغا باز ہندی عورت یہاں سے چلی گئی۔

میں :۔ چلی گئی کہاں؟

رافع :۔ خدا ہی جانتا ہے کہاں گئی۔

میں :۔ اور میری رابعہ؟

رافع :۔ بدبخت اسے بھی ساتھ ہی لے گئی۔

اتنا سنتے ہی میرا دماغ چکرایا۔ پھر مجھے کچھ خبر نہیں رہی۔ "ہائے" میں بے ہوش گئی۔ کتنے عرصے بے ہوش رہی میں نہیں کہہ سکتی۔ البتہ جب مجھے ہوش آیا اور میں سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئی تو مجھے بتایا گیا کہ ایک دن اور ایک رات بے ہوش ہوئے گزر گئے ہیں۔ میں بہت نحیف ہو گئی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ رافع ساری ساری رات اور تمام دن میرے پاس بیٹھے میری تیمارداری اور دیکھ بھال کرتے رہے کئی کئی طبیبوں کو دکھایا۔ جب تم رونے لگتے تو وہ تسلی دیتے تھے۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں خالی الدماغ تھی۔ کوئی بات بھی میرے ذہن میں نہیں تھی۔ تم نے مجھے پکارا۔ تم سے مجھے اس قدر محبت ہے کہ اگر تم میری قبر پر بھی کھڑے ہو کر پکارو تو شاید میں جواب دوں۔ میں نے تمہیں دیکھا چاہا کہ تم مجھ سے لپٹ جاؤ۔ میرے جذب دل نے تم پر اثر کیا۔ تم دوڑ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے لپٹ گئے۔ میرے دل کو بڑا سکون ہوا۔

لیکن اور بھی ایسی ہستی تھی جس سے مجھے ایسی محبت تھی جیسی تم سے وہ رابعہ تھی۔ فوراً ہی مجھے اس کا خیال آ گیا۔ وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔ ایک مرتبہ مجھے بخار آ گیا تھا اور مجھ پر غفلت طاری ہو گئی تھی۔ مجھے رافع نے بتایا تھا کہ رابعہ آدھی رات تک پاس بیٹھی روتی اور مجھے پکارتی رہی تھی۔ بڑی مشکل سے رافع نے اسے تسلی دے کر سلایا تھا۔

ہوش میں آنے کے بعد جب میں اپنے حواس میں آئی اور تم مجھ سے لپٹ گئے تو مجھے رابعہ یاد آئی۔ تعجب ہوا کہ وہ کیوں میرے پاس نہیں آئی۔ میں نے رافع سے پوچھا: رابعہ نہیں آئی کیا؟

رافع نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ میں سمجھی وہ دیکھ رہے ہیں کہ رابعہ کیوں نہیں آئی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں میرے اس کہنے سے بڑا صدمہ ہوا تھا اور انہوں نے دوسری طرف منہ اسی لئے پھیر لیا تھا کہ میں ان کے تاثرات کو نہ دیکھ سکوں۔

لیکن بیٹا تم نے مجھے حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ تم نے کہہ دیا کہ رابعہ کو تو ہندی عورت لے گئی۔ تمہارے یہ کہتے ہی میرے دماغ کے پردے کھل گئے۔ مجھے یاد آ گیا کہ رافع نے آ کر یہ کہا تھا کہ ہندی عورت رابعہ کو لے گئی۔ پھر مجھ پر سناٹا سا طاری ہو گیا اور میری حالت پھر بگڑنے لگی۔ رافع نے دیکھ لیا انہوں نے میری تسلی کے لئے کہا "اس ہندی عورت کو رابعہ سے بڑی محبت ہے۔ اور اسے سیر کرانے لے گئی ہے۔"

مجھے انتہائی یاس میں امید کی جھلک نظر آئی۔ میں نے ان کی طرف دیکھ کر کہا "بیٹا کچھ پتہ لگ گیا ہے؟"

انھوں نے کہا: "انشاء اللہ رابعہ تمھارے پاس آجائے گی۔"

میں اس روز اٹھنے کے قابل نہ ہو سکی دوسرے روز کچھ توانائی اٹھایا لیکن ضعف و نقاہت کی وجہ سے نہ اٹھ سکی۔ رافع میری بڑی دلداری اور خدمت کر رہے تھے۔ یوں تو محلے کی تمام عورتیں اور سب رشتہ دار میرے پاس آتے جاتے رہتے اور رات دن خدمت کرتے تھے مگر حقیقی خدمت رافع نے کی۔

آٹھ دس روز کے بعد میں بہت حد تک تندرست ہو گئی۔ جب بھی مجھے رابعہ کی یاد آجاتی میرا دل تلملا جاتا۔ مگر میں ضبط کرتی۔ کیونکہ میں دیکھ رہی تھی کہ رافع کو بھی رابعہ کے چلے جانے کا سخت صدمہ ہے ہوتا بھی چاہیے تھا وہ اس کے باپ تھے۔ خدا نے ایک حور زاد عطا کی تھی۔ ہم نے اسے اپنے ہاتھوں سے کھو دیا تھا گھر میں دو ہی بچے تھے ایک تم اور دوسری رابعہ۔ تم دونوں سے گھر کی رونق تھی۔ روشنی تھی' فرحت تھی' دلبستگی تھی' رابعہ چلی گئی گھر کی رونق آدھی رہ گئی تھی۔ روشنی پھیکی پڑ گئی تھی۔ فرحت اور دلبستگی جاتی رہی تھی۔

جی چاہتا تھا کہ میں رافع کو ملامت کروں۔ کہوں کہ کیوں وہ ہندی عورت کے پیچھے اندھے ہو گئے تھے۔ کیوں انھوں نے اس ناگن کو خوبصورت پرندہ سمجھا تھا کیوں رابعہ کو اس کے پاس لے کر گئے تھے۔ کیوں اس کے پاس چھوڑ کر آئے تھے لیکن وہ اس قدر غمزدہ اور پریشان رہتے تھے کہ انھیں ملامت کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی مگر شاید انھوں نے میرے خیالات میری نظروں سے بھانپ لئے تھے۔

ایک روز وہ میرے پاس آئے۔ انھوں نے کہا "میں واقف ہوں کہ تم رابعہ سے الیاس سے بڑھ کر محبت کرتی ہو۔ اپنی اولاد سے زیادہ چاہتی ہو۔ اس کی گمشدگی نے تمھاری جان ہی لے لی چاہی تھی۔ لیکن خدا نے رحم کیا۔ اور تم بچ گئیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مجھے قصوروار سمجھتی ہو۔ تمھاری آنکھیں مجھے ملامت کر رہی ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ قصور میں نے ہی کیا ہے نہ میں رابعہ کو اس مکار عورت کے پاس چھوڑ آتا نہ وہ اسے لے جاتی نہ تمھاری دنیائے محبت تاراج ہوتی۔ تمھاری مسرت کو میں نے لوٹا ہے۔ تمھاری صحت کو میں نے گھن لگایا ہے۔ انشاء اللہ میں ہی تمھاری مسرت اور صحت کو واپس لاؤں گا۔ اجازت دو کہ میں رابعہ کو واپس لینے روانہ ہو جاؤں۔

بیٹا! میری تو یہ دلی آرزو تھی کہ کوئی رابعہ کو ڈھونڈ کر لائے۔ لیکن میں جانتی تھی کہ وہ دنیائے اسلام میں نہیں ہے بلکہ ایسے ملک میں چلی گئی۔ جو اس ملک سے بھی جس میں ہم رہتے ہیں بہت بڑا ہے جس میں ایسے لوگ بستے ہیں جو بت پرست ہیں۔ جس میں نور اسلام نے ضیا باری نہیں کی ہے۔ ان کی معاشرت الگ ہے۔ تمدن الگ ہے۔ مذہب الگ ہے۔ انھیں مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ ایسے ملک اور ایسے لوگوں میں رافع کو جانے کی کیسے اجازت دے دیتی۔ چنانچہ میں نے کہا: "اس ملک کی جس کے متعلق ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ تم یا کوئی اور مسلمان وہاں کبھی نہیں گئے۔ نہ راستوں سے واقف ہو۔ نہ معلوم وہاں کے لوگ تمھارے ساتھ کس طرح پیش آئیں۔ اس لئے تمھارا وہاں جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

رافع نے۔ "میں کسی بات سے نہیں گھبراتا۔ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان گھبراتا نہیں۔ رابعہ کی محبت نے میرے دل میں تڑپ پیدا کر دی ہے اولاد کی آگ بڑی ہوتی ہے پھر تم نے اسے ہی نہیں مجھے بھی پالا ہے۔ تمھارے دل کو جو صدمہ پہنچا ہے۔ اسے میں بھی سمجھتا ہوں۔ مجھے اجازت دو اور دعا کرو کہ رب العالمین مجھے کامیاب اور سرخرو واپس لائے۔"

میں نے انھیں ہر چند سمجھایا۔ نشیب و فراز دکھائے لیکن وہ بضد رہے آخر میں نے انھیں اجازت دے دی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے اس روز سے ہی سفر کی تیاری شروع کر دی۔ ان کے ایک دوست تھے عباد اللہ وہ بھی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔

چونکہ رافع کو تم سے بھی بڑی محبت تھی اور وہ نامعلوم مدت کے لئے تم سے جدا ہو رہے تھے اس لئے جب تک تیاری میں مصروف رہے روزانہ تمھارے لئے اچھی اچھی کھانے پینے کی چیزیں لاتے رہے۔ تمھیں تعجب ہو رہا تھا۔ لیکن میں سمجھ رہی تھی۔

آخر وہ جمعہ کے روز نماز پڑھ کر رخصت ہوئے۔ اور میں نے ان کی سلامتی اور بامراد آنے کی دعا مانگی۔

دسواں باب

جاسوسوں کا قافلہ

الیاس کی والدہ نے کہا "رافع چلے گئے۔ میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ دنوں سے ہفتے' ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال گزر گئے لیکن وہ نہیں آئے۔ شہر شہر شروع

میں تم کبھی رابعہ کو اور کبھی رافع کو یاد کر لیتے تھے۔ پوچھتے تھے رابعہ کہاں گئی۔ رافع کہاں گئے۔ میں ٹھنڈا سانس بھر کر چپ ہو جاتی۔ اور جب تم زیادہ اصرار کرتے تو میں کہہ دیتی دونوں ملک سے باہر گئے ہیں۔ تم دریافت کرتے کب آئیں گے۔ میں کیا جواب دیتی۔ لیکن بچے اپنے ہر سوال کا تسلی بخش جواب چاہا کرتے۔ آخر میں کہہ دیتی جب خدا کو منظور ہے آ جائیں گے۔ اس سے تمہاری تسلی تو نہ ہوتی مگر تم مان جاتے۔

رفتہ رفتہ تم ان دونوں کو بھولنے لگے۔ میں نے تمہاری تعلیم کا بندوبست کیا۔ تم اس شغل میں لگ گئے۔ میں تمہاری تعلیم و تربیت میں مصروف ہو کر ان دونوں کو بھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ تم بچے تھے اس لئے تم تو سب کچھ بھول گئے۔ مگر میں نہ بھول سکی۔ دونوں کی یاد کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی۔ دن تو خیر جوں توں کر کے گزر جاتا لیکن رات مشکل سے کٹتی۔ بستر پر پڑتے ہی رابعہ اور پھر رافع یاد آتے۔ گھنٹوں پڑی سوچا کرتی کہ نہ معلوم رابعہ کہاں ہو گی کس حال میں ہو گی۔ رافع زندہ ہیں یا مر گئے۔ ایک یہ عجیب بات ہے کہ دل اس بات کو نہیں مانتا کہ ان دونوں میں سے کوئی مر گیا۔ بلکہ یقین یہ ہے کہ دونوں زندہ ہیں۔

بیٹا! اگرچہ اس واقعہ کو پندرہ سال گزر گئے ہیں لیکن اب تک نہیں بھولی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھ مہینے سال بھر گزرا ہے۔ تم البتہ بھول گئے ہو۔ یہ ہے وہ راز جو اب تک میں تم سے چھپائے ہوئے تھی۔ تمہاری ہمشیرہ اور تمہارے چچا کابل گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں وہیں ہیں یا تو رافع کو رابعہ کا ابھی تک پتہ نہیں چلا یا پتہ چل گیا ہے مگر وہ اسے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوئے ہیں۔ اس فکر میں ہوں کہ اسے قابو میں کر کے لے جائیں۔

میں تمہیں اس لئے کابل بھیجنا چاہتی ہوں کہ تم وہاں جا کر اپنے چچا اور اپنی ہمشیرہ کی بھی سراغ رسانی کرو۔ اگر تمہاری کوشش سے وہ دونوں یا ان میں سے کوئی بھی مل جائے تو مجھے اطمینان و سکون حاصل ہو جائے۔ یا میں کہہ سکتی ہوں بیٹا! اگر رابعہ اس وقت رشک حور ہو گی۔ ایسی حسین جس کا دنیا میں جواب نہ ملے گا۔ اگر وہ عورت بھی ہاتھ آ جائے جو اسے لے گئی ہے تو بہت ہی اچھا ہو۔

الیاس:۔ اگر وہ ہاتھ آ جائے اور میں اسے یہاں لے آؤں تو تم اس کے ساتھ کیا کرو گی؟

امی:۔ میں اس سے انتقام لوں گی۔ اس نے میرے دل کو دکھایا ہے۔ ضرب لگائی ہے۔

جس نے پندرہ سال مجھے بے چین کر رکھا ہے۔ میں اسے بے چین ہوتے اور تڑپتے دیکھنا چاہتی ہوں۔

الیاس:۔ لیکن امی جان! اس نے جو کچھ کیا دل سے مجبور ہو کر کیا۔ وہ رابعہ کو پیار کرتی تھی۔ اسے خیال ہوا کہ وہ رابعہ سے جدا ہو کر روحانی تکلیف اٹھائے گی اس لئے وہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ کسی بری نیت سے تو اس نے ایسا نہیں کیا؟

امی:۔ میں بھی اس سے ایسا انتقام نہیں لینا چاہتی ہوں جس سے اسے جسمانی اذیت پہنچے بلکہ جس درد میں میں مبتلا ہوں اسی میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔

الیاس:۔ کیا خبر ہے کہ وہ عورت زندہ ہے یا مر گئی۔

امی:۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ضرور زندہ ہو گی۔ اس وقت اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں تھی۔ پچیس سال کی ہو گی۔ اب اس کی عمر چالیس سال کے قریب ہوئی ہو گی۔

الیاس:۔ جہاں میں رابعہ اور رافع کا سراغ لگاؤں گا وہاں اسے بھی تلاش کروں گا۔ لیکن اس کے چہرے میں کوئی خاص علامت شناخت کی ہو۔

امی:۔ کوئی خاص بات اس کے چہرہ میں میں نے نہیں دیکھی تھی۔ البتہ اس کی صورت بڑی دلکش تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ پیشانی کے بیچ میں بندی لگاتی تھی۔

الیاس:۔ اگر رابعہ اور رافع مل گئے تو شاید اس کا بھی پتہ چل جائے۔

امی:۔ اور رافع کے دوست عباداللہ کا بھی سراغ لگاؤ۔

الیاس:۔ کیا عباداللہ بھی واپس نہیں آئے؟

امی:۔ وہ ایک یا ڈیڑھ سال بعد آئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ وہ اور رافع کابل تک پہنچ گئے تھے۔ اس عورت کا سراغ وہاں تک لگایا تھا۔ رابعہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ لیکن اس نے رابعہ کو وہاں نہیں دیکھا۔

الیاس:۔ کیوں انہوں نے گھروں میں گھس کر تلاش کیا تھا۔

امی:۔ وہاں گھروں میں گھسنے کی ضرورت نہیں بیٹا۔ معلوم یہ ہوا ہے کہ اس قوم میں پردہ نہیں ہے عورتیں بے نقاب اور بے حجاب اور بازاروں میں آتی جاتی ہیں۔ انہوں نے وہاں کی ہر عورت اور ہر لڑکی کو دیکھا لیکن نہ وہ عورت ملی نہ رابعہ۔

الیاس:۔ امی! کیا اس ملک میں پردہ کا رواج نہیں ہے؟

امی:۔ بالکل نہیں۔ عورتیں اور مرد ہر تقریب اور ہر میلے میں اور ہر تہوار میں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں کوئی کسی سے پردہ نہیں کرتا۔

الیاس:۔ عجیب ملک ہے اور عجیب لوگ ہیں۔

امی:۔ اب خیر سے تم کابل جاؤ گے خود ہی دیکھ لو گے۔

الیاس:۔ اب تو امی جان میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میں اڑ کر کابل پہنچ جاؤں۔

امی:۔ ایک بات کا خیال رکھنا بیٹا! کسی عورت کے دام فریب میں نہ آنا۔ سنا ہے وہاں کی حسین لڑکیاں اور خوبصورت عورتیں مردوں کو اپنے جال میں پھانس کر اپنے مذہب میں داخل کر لیتی ہیں۔

الیاس:۔ کیا کوئی مسلمان بت پرست بن سکتا ہے؟

امی:۔ جانتی ہوں نہیں بن سکتا۔ نوجوانی کا جذبہ دیوانہ بنا دیتا ہے۔

الیاس:۔ جوانی ان لوگوں کو دیوانی بنا سکتی ہے جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ لیکن جنہیں مذہب سے واقفیت ہے۔ جو خدا سے ڈرتے ہیں جو دنیوی زندگی کو چند روزہ جانتے ہیں وہ ہرگز نہیں بہک سکتے۔

امی:۔ تم سچ کہہ رہے ہو بیٹا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ شیطان انسان کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ وہ اسے بہکانے پھسلانے اور گنہگار بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ دولت کی طمع، سلطنت کی ہوس، عزت کی چاہ اور حسن کی طلب یہ سب شیطانی ترغیبیں ہیں۔ جو ان میں سے کسی ترغیب میں آگیا اس نے دنیا کے لئے دین کو کھو دیا۔ اور جس نے دین کو مضبوطی سے پکڑ رکھا اس نے سب کچھ پا لیا۔

الیاس:۔ میں ان نصیحتوں پر عمل کروں گا امی جان۔

اسی روز شام کے وقت امیر عبداللہ بن عامر نے انہیں طلب کیا۔ وہ خوش خوش ان کے پاس پہنچے۔ اس وقت امیر کے پاس تین آدمی بیٹھے تھے۔ تینوں ادھیڑ عمر کے تھے۔ الیاس نے ان کے پاس جا کر سلام کیا۔ امیر عبداللہ نے سلام کا جواب دے کر کہا: "آؤ عزیز الیاس بیٹھو۔"

الیاس ایک طرف بیٹھ گیا۔ امیر نے کہا۔ "ہم نے چار آدمی کابل جانے کے لئے منتخب کئے ہیں۔ تین اس وقت یہ ہمارے پاس بیٹھے ہیں۔ ایک تم ہو لیکن تم بہت کمسن ہو۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ تمہیں وہاں بھیجیں۔"

الیاس:۔ میں کمسن ضرور ہوں لیکن دل کا کمزور نہیں ہوں۔ میں نے جس وقت کابل جانے کی درخواست کی امیر کی خدمت میں پیش کی تھی اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ امی مجھے کیوں وہاں بھیج رہی ہیں۔ مگر اب مجھے معلوم ہو چکا ہے عرصہ چودہ سال کا ہوا جب

میری چچا زاد بہن کو ایک ہندی عورت اغوا کر کے لے گئی تھی۔ میرے چچا اس کی تلاش میں گئے۔ دونوں اب تک واپس نہیں آئے۔ وہاں جا کر میں ان کا سراغ لگاؤں گا۔

امیر کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا۔ الیاس نے انہیں مفصل داستان سنائی۔ امیر نے کہا" تب تم ضرور جاؤ گے یہ تینوں تمہاری مدد کریں گے۔ یہ لوگ سوداگروں کے بھیس میں جائیں گے۔ تم بھی ان کے ساتھ رہو گے۔ سوداگری کرنا اور سراغ لگانا۔ تم تیار ہو گئے ہو۔

الیاس: جی ہاں میں بالکل تیار ہوں۔

امیر: اچھا تو کل تم روانہ ہو جاؤ گے۔ غالباً تم ان تینوں کو جانتے ہو گے۔

الیاس: اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس سے بھی واقف ہوں کہ یہ سوداگری کرتے ہیں۔

امیر: اسی لئے انہیں بھیجا جا رہا ہے۔ اتنا عرصہ ادھر تلاش و جستجو میں گذرا کہ کن چیزوں کی کابل اور وہاں کے شہروں میں ضرورت ہوتی ہے ان ایرانی سوداگروں سے جو کابل جاتے رہتے ہیں معلومات حاصل کر کے گورنمنٹ اسلامیہ کی طرف سے وہ چیزیں خرید دی گئی ہیں۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ تم لوگ بڑے شہروں میں ایک ایک رہنا۔ دیہات میں دو دو پھرتے جانا۔ لیکن شام کو چاروں ایک جگہ اکٹھے ہو جایا کرنا۔ اگر خدانخواستہ تم میں سے کوئی کسی آفت میں مبتلا ہو جائے تو باقی لوگ فوراً واپس چلے آئیں۔

ان لوگوں کو امیر نے رخصت کیا۔ دوسرے روز یہ مختصر قافلہ کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

گیارھواں باب

مرزبان کی عداوت

جاسوسوں کا قافلہ جو سوداگروں کے بھیس میں کابل روانہ ہوا تھا۔ چار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: ملیحی۔ عباس۔ مسعود اور الیاس۔ ان میں ملیحی میر قافلہ تھے۔ اس قافلہ میں سب سے کمسن الیاس تھے۔ چونکہ پہاڑی علاقہ میں سفر کرنے کا خیال تھا اس لئے اونٹ ساتھ نہیں لئے گئے گھوڑوں پر ہی سامان تجارت بار کیا گیا اور گھوڑوں پر ہی یہ لوگ سوار ہوئے۔

ان لوگوں نے اپنا مخصوص عربی لباس پہنا۔ وہ لباس جو معزز عرب پہنا کرتے تھے۔ اول شلوار اس پر ڈھیلی آستینوں کی عبا جو ٹخنوں تک لمبی تھی۔ عبا پر چادر۔ سر پر عمامہ۔

قاسے پر عربی وضع کا رومال اور رومال پر اوریاں باندھے تھے۔ پہلوؤں میں میانوں میں تلواریں لٹک رہی تھیں۔ ہاتھوں میں نیزے تھے۔ بغل میں خنجر اڑسے ہوئے تھے۔ پشتوں پر ڈھالیں پڑی ہوئی تھیں۔ ڈھالوں پر ترکش لٹک رہے تھے۔ شانوں پر کمانیں تھیں۔

چاروں طرف ایک ہی دھج تھی۔ الیاس چونکہ نوعمر سبزہ آغاز تھے۔ خوبصورت اور وجیہ تھے۔ بلند قامت اور مضبوط جسم کے تھے۔ سینہ چوڑا تھا اور اس لئے وہ اس لباس میں بہت ہی اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو جلد سے جلد کابل میں پہنچ جائیں۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے ساتھیوں پر کر دیا تھا۔ ان کے ساتھیوں کو ان کے چچا اور ان کی منگیتر کے حالات معلوم ہو چکے تھے انہوں نے ان کی آرزو کے مطابق تیزی سے سفر شروع کر دیا۔

وہ بصرہ سے روانہ ہوئے۔ ایران میں ہو کر کابل پہنچ سکتے تھے۔ انہوں نے ایران کا راستہ اختیار کیا۔ عراق اور ایران میں چونکہ اسلامی حکومت تھی اس لئے ان دونوں ممالک میں انہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے سفر کر کے ایران میں داخل ہو گئے۔

ایران کا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ 24ھ 644ء میں فتح ہوا تھا۔ اس وقت تمام ایرانی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بہت کم ایمان لائے تھے۔ زیادہ تر لوگ جزیہ ادا کرتے تھے۔ اور اپنے مذہب پر قائم تھے۔ وہ زرتشی تھے۔ آتش پرستی ان کا مسلک تھا۔ آگ کو مظہر الٰہی سمجھ کر اس کی پوجا کرتے تھے۔ وہ دو خدا مانتے تھے۔ ایک یزدان دوسرا اہرمن۔ یزدان کو خدائے خیر سمجھتے اور اہرمن کو خدائے شر جانتے تھے۔

ایران کے تمام بڑے شہروں میں آتشکدے قائم تھے۔ ان آتشکدوں میں ہمیشہ آگ روشن رہتی تھی۔ اور ایرانی اس آگ کو سجدہ کرتے رہتے تھے۔

یہ قافلہ جب ایران کے بڑے شہروں میں سے گزرا تو لوگ انہیں سوداگر سمجھ کر ان کے پاس آئے اور ان کا مال خریدنا چاہا۔ لیکن انہوں نے کہہ دیا کہ وہ کابل جا رہے ہیں اس مال کی تجارت وہیں کریں گے۔ ایران میں بھی پردہ نہیں تھا۔ انہیں اور ان کے مال کو دیکھنے کے لئے مرد اور عورتیں سب ہی آتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عرب اس کے حکمران ہیں۔ وہ ان کی عزت و عظمت کرتے تھے۔

لیکن الیاس کو دیکھ کر ان سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ دیر تک ان کے پاس رہتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے۔ خصوصاً عورتیں زیادہ تر الیاس سے باتیں کرتی تھیں۔ ان کے متعلق ان کے خاندان کے متعلق۔ مال تجارت کے متعلق طرح طرح کے

سوالات کرتیں۔ الیاس بڑی نرمی سے انہیں جواب دیتے۔

عورتیں اور لڑکیاں یا تو سلمیٰ وغیرہ سے انہیں زیادہ عمر کا سمجھ کر ان سے شرماتی تھیں اور الیاس کو کمسن سمجھ کر ان سے باتیں کرتی تھیں یا ان کی وجاہت و صورت دیکھ کر ان سے مانوس ہو جاتی تھیں۔

الیاس چاہتے تھے کہ نہ انہیں دیکھیں نہ ان سے باتیں کریں مگر جب وہ انہیں گھیر لیتی تھیں تو مجبوراً ان سے باتیں کرتے تھے۔ ان میں بعض مہوشیں بڑی بے باک اور شوخ ہوتی تھیں۔ بڑی بے تکلفی سے گفتگو کرتی تھیں۔

ایک روز وہ ہمدان میں مقیم تھے۔ ایک زمانہ میں ہمدان ایران کا دارالسلطنت رہ چکا تھا۔ کافی بڑا شہر تھا۔ بہت سی عورتیں شام کے وقت اس قافلہ میں آئیں ان میں کئی نہایت حسین اور کافر ادا تھیں۔ انہوں نے الیاس کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اس وقت سلمیٰ۔ عباس اور مسعود وہاں نہیں تھے۔ کہیں گئے ہوئے تھے۔ یہاں مسلمانوں نے چھاؤنی قائم کی تھی۔ کچھ فوج موجود تھی۔ لیکن یہ فوج شہر سے باہر رہتی تھی۔ اور یہ قافلہ شہر کے بالکل قریب مقیم ہوا تھا۔ یہ لوگ ایرانیوں سے مل جل کر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کابل والے لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں یا نہیں۔ یہی معلوم کرنے کے لئے سلمیٰ وغیرہ شہر میں گشت لگانے گئے تھے اور الیاس تنہا تھا۔

ایک مہ پارہ نے الیاس کی پھلی تلوار جو میان میں پڑی ہوئی تھی ہاتھ لگا کر کہا۔ "اس تلوار سے تم کیا کام لیتے ہو؟"

الیاس نے مسکرا کر کہا: "جو کام بڑی تلوار کرتی ہے وہی یہ بھی کرتی ہے۔"

اس حسینہ نے معنی خیز نگاہوں سے الیاس کو دیکھ کر کہا: "کیا تم تلوار چلانا جانتے ہو؟"

الیاس:۔ ہماری قوم کی تو عورتیں بھی تلوار چلانا جانتی ہیں۔

حسینہ:۔ عورتوں کو رہنے دو میں تو تمہاری بابت دریافت کر رہی ہوں۔

الیاس:۔ میں بھی جانتا ہوں۔

حسینہ:۔ مجھے یقین نہیں آتا۔

الیاس:۔ کیوں؟

حسینہ:۔ نہ معلوم کیوں۔

الیاس:۔ یہ اچھا ہی ہے کہ تمہیں یقین نہ آئے۔

اس پر تمام سوشیس نس پڑیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سلمٰی وغیرہ آ گئے اور یہ حسینوں کا جھمگٹ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

یہ قافلہ ایران کو طے کر کے شہر زرنج میں پہنچا۔ یہ شہر ایرانی علاقہ ہی میں واقع تھا۔ کسی زمانہ میں یہاں کا مرزبان بادشاہ ایران کا باجگذار تھا۔ جب ایرانی حکومت کا تختہ الٹا گیا اور یزدگرد شاہ ایران جو آخری فرمانروا تھا دنیا سے رخصت ہو گیا تو شہر زرنج کا والی آزاد و خود مختار ہو گیا۔

اس قافلہ نے شہر زرنج میں قیام کیا۔ وہاں کے لوگ بڑے سرکش معلوم ہوئے۔ انھیں عربوں سے عداوت و کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ غالباً اس عداوت کی وجہ یہ تھی تھی کہ ایرانی حکومت جو بہت پرانی اور نہایت طاقتور تھی عربوں نے ختم کر ڈالی تھی۔ اس شہر کے تمام لوگ آتش پرست تھے۔ ایرانی ان کے ہم مذہب تھے۔ انھیں ملال ہونا قدرتی بات تھی۔ ان عربوں کے ساتھ کچھ اچھی طرح پیش نہ آئے۔

جب مرزبان کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے انھیں اپنے سامنے طلب کیا۔ یہ چاروں اپنے مخصوص لباس میں اس کے حضور میں گئے۔ اس نے دیکھا۔ وہ الیاس کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے انھیں اپنے قریب بلایا اور کہا "میں نے شاید تمہیں پہلے بھی دیکھا ہو گا۔"

الیاس نے کہا: "میں بصرہ میں رہتا ہوں۔ اگر آپ وہاں کبھی گئے ہوں تو یقین ہے دیکھا ہو گا۔"

مرزبان: میں کبھی بصرہ نہیں گیا اور بصرہ تو کیا ہمدان تک بھی نہیں گیا۔ کہیں اور دیکھا ہے۔ تم اس شہر میں تو پہلے نہیں آئے۔

الیاس: نہیں۔ اس شہر میں آنے کا پہلا موقعہ ہے۔

مرزبان کچھ سوچنے لگے۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "ہاں یاد آیا میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا چند روز کا عرصہ ہوا جب میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا۔ اس خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا عربوں نے اس قلعہ پر حملہ کر دیا ہے میں ان سے لڑنے کے لئے نکلا۔ ایک نوجوان نے میرے رسالہ پر حملہ کر دیا۔ اس کی صورت بالکل تمہاری جیسی تھی۔

الیاس: خواب کا اعتبار کیا۔ اگر آپ عربوں سے چھیڑ خانی نہیں کریں گے تو عرب آپ کے ملک پر ہرگز حملہ آور نہیں ہوں گے۔

مرزبان: مسلمانوں نے ایران پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ میرے ملک پر حملہ کرتے تو کیا خوف ہو سکتا ہے۔

الیاس: مسلمانوں نے کسی ملک پر بلا وجہ حملہ نہیں کیا۔ ایران پر حملہ کی یہ وجہ تھی کہ شاہ ایران کے پاس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلامی بھیجی تو اس نے ازراہ تکبر اس مقدس دعوت نامہ کو چاک کر ڈالا اور اپنے ایک والی کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلعم کو پکڑ لائے۔ یہ وجہ اس پر لشکر کشی کی ہوئی۔ وہ اپنی زور قوت پر مغرور تھا خدا نے اس کا زور توڑ دیا۔

مرزبان: کچھ بھی ہو میں تم لوگوں سے خوش نہیں ہوں۔ تمہاری قوم کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اسی وقت سے یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ تمہیں گرفتار کر کے قتل کر ڈالا جائے گا۔

الیاس: اس وقت شام ہو رہی ہے ہم صبح چلے جائیں گے۔

مرزبان: صبح نہیں۔ ابھی۔

الیاس: ہم جھگڑا کرنا نہیں چاہتے۔ سوداگر ہیں ابھی چلے جائیں گے۔

یہ لوگ مرزبان کے پاس سے واپس آئے اور اسی وقت وہاں سے روانہ ہو کر کئی کوس کے فاصلہ پر میدان میں جا ٹھہرے۔

بارہواں باب

ایک ہمدرد

مسلمانوں کو اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ شہر زرنج کے مرزبان نے ان کی مدارت کرنا تو درکنار انھیں اپنے شہر میں رات بسر کرنے کی بھی اجازت نہ دی۔ وہ اس بات کو سمجھ گئے کہ اسے مسلمانوں سے قلبی عداوت ہے۔ اس بات کا سراغ لگانے کا موقعہ نہ مل سکا کہ وہ مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری تو نہیں کر رہا ہے۔

رات انھوں نے میدان میں جا کر بسر کی اور صبح ہوتے ہی وہاں سے کش کی طرف چل پڑے۔ اب وہ اس علاقہ میں سفر کر رہے تھے جو بلاد ہند کے نام سے مشہور ہے۔ شہر زرنج اور کش کا درمیانی علاقہ بلاد ہند ہی کہلاتا تھا۔

اب تک جس ملک کو یہ لوگ طے کرتے رہے تھے۔ وہ خاصا گرم تھا لیکن اب جس

علاقہ میں داخل ہوئے اس میں گرمی کم تھی۔ یہ لوگ کش کو عبور کر کے ازرنج میں پہنچے۔ یہ علاقہ کافی سرسبز و شاداب تھا۔ یہاں گرمی اور بھی کم تھی۔ اس نواح کے لوگوں کو انہوں نے اچھا اور تندرست اور سرخ و سفید رنگ کا پایا۔ لیکن وہاں کے مردوں اور عورتوں کے چہروں میں دلکشی اور جاذبیت نہیں تھی۔ نقش و نگار بھی اچھے نہیں تھے۔ دیکھنے میں رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ وہاں کے پھولوں میں بھی دلکشی نہیں تھی۔ سبزہ البتہ بہت بھلا تھا۔ ایک روز انہوں نے ازرنج میں قیام کرنا چاہا۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو انہیں چند آدمی ملے۔ انہوں نے ان سے کہا "تم شاید وہی عرب ہو جنہوں نے ایران پر قبضہ کر لیا ہے۔"

ملیچی نے جواب دیا "ہاں ہم اس قوم سے ہیں۔"

ایک ہندی نے کہا: "تب ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ تم شہر کے اندر نہ جاؤ۔"

ملیچی:- کیا بات ہے ؟

ہندی:- بات یہ ہے کہ اس نواح کے تمام لوگ تمہاری قوم سے ناراض ہیں۔ خوف ہے کہیں بعض لوگ تمہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔

ملیچی:- لیکن ہم تو سوداگر ہیں۔

ہندی:- ہم تو یہ جانتے ہیں کہ تم مسلمان ہو۔

ملیچی:- لیکن ہم تم لوگوں سے تو نہیں لڑتے۔

ہندی:- مگر ایرانیوں ہی سے کیوں لڑتے۔

ملیچی:- اس لئے ایران کے مغرور بادشاہ نے ہمارے محترم رسول صلعم کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے ایک والی باذان کو لکھا تھا۔ ہم اس کی یہ خودسری اور دیدہ دلیری برداشت نہ کر سکے۔

ہندی:- ہم سمجھتے ہیں کہ تم اپنی حکومت کو وسیع اور مضبوط کر رہے ہو۔ تم نے ایک طرف ایران پر اور دوسری طرف رومی حکومت پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔

ملیچی:- ہم ایران پر تو حملہ کرنے کی وجہ بتا چکے ہیں اب رومی سلطنت پر یلغار کرنے کا سبب بھی سنو۔ ہمارے مکرم و معظم رسولؐ نے جو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائے تھے۔ ہرقل اعظم قیصر روم کے پاس اپنا سفیر دعوت اسلام کے لئے بھیجا۔ ہرقل اعظم کے گورنر شرجیل نے انہیں بلا کسی قصور کے شہید کر ڈالا ہرقل اعظم نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ جب اس سے قصاص طلب کیا گیا تو اس نے نہایت مغرورانہ جواب دیا اور شرجیل کو لکھ دیا کہ وہ عربوں سے جنگ شروع کر دے۔

اگر رومی لشکر عرب پر حملہ کر دیتا۔ تو ساری دنیا یہ سمجھ لیتی کہ مسلمان کمزور ہیں۔ ان کا قاصد مارا گیا۔ وہ اس کا انتقام نہ لے سکے۔ اور رومیوں کے حملے بھی بڑھ جاتے۔ اس لئے ان پر لشکر کشی کی گئی اور انہیں ان کے ہی ملک میں روک دیا گیا۔

ہرقل اعظم نے اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن خدا کی مدد مسلمانوں کے شامل حال تھی اس کے لشکروں کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اس کے ممالک چھین لئے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دارالسلطنت پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔

ہندی:- اس طرح تم حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ لیکن یہاں کے لوگوں کو یہ حالات معلوم نہیں ہیں۔ وہ تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے ملک گیری کی ہوس میں ان دونوں زبردست سلطنتوں پر حملہ کر کے انہیں الٹ دیا ہے اور اس لئے خائف ہیں کہ کہیں تم ہم پر بھی حملہ نہ کر دو۔

ملیچی:- مسلمان اس وقت تک حملہ نہیں کرتا جب تک اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ یا اسے چھیڑا نہ جائے۔ اگر تم لوگ ہمارے مقابلہ کی تیاری نہ کرو گے تو ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ تم پر ہرگز لشکر کشی نہ کریں گے۔

ہندی:- بات یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو تمہارا اعتبار نہیں رہا ہے۔ میں تم سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ یہ حقیقت ہے کہ کابل سے زرنج تک جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ یہاں کے سب حکمران مل کر تم پر حملہ کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو بھارت ورش کے راجاؤں سے بھی مدد طلب کی جائے۔

ملیچی:- یہ بھارت ورش کون سا ملک ہے؟

ہندی:- براعظم ہند کا نام بھارت ورش ہے۔ جس علاقہ میں اس وقت تم ہو یہ بھی ہند ہی میں شامل ہے۔

ملیچی:- عربوں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ مسلمانوں نے تمہارے کسی ایک آدمی کو بھی تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ گورنمنٹ اسلامیہ کا ارادہ تم پر حملہ کرنے کا بالکل ہی نہیں ہے۔ پھر تم کیوں ان پر لشکر کشی کی تیاری کر رہے ہو۔

ہندی:- ہمیں خوف ہے کہ تم ہم پر بھی ضرور یلغار کرو گے۔

ملیچی:- پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو۔

ہندی:- میں اس قلعہ کی فوج کا افسر ہوں۔

ملیچی:- یہ بہت اچھا ہوا کہ ہمیں تم سے گفتگو کرنے کا موقعہ مل گیا۔ لڑائی کی تیاری

کرنے سے یہ اچھا ہے کہ تم صلح کر لو۔

ہندی: میرا مشورہ یہ تھا لیکن کابل کے مہاراج نے اس بات کو نہیں مانا۔

طلحی: وہ کیا چاہتے ہیں؟

ہندی: وہ ایران کو اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

طلحی: تو آپ بتایئے کہ ملک گیری کی ہوس کسے کہتے ہیں۔ اور لڑائی کا خواہشمند کون ہے۔

ہندی: یہ بات نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ تحریک کس وجہ سے پیدا ہوئی۔

طلحی: کیا کابل کے مہاراجا نے جنگی تیاریاں کر لی ہیں؟

ہندی: کچھ کر لی ہیں۔ کچھ کی جا رہی ہیں۔

طلحی: افسوس ہے کہ مسلمانوں کو کوئی قوم چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ ابھی ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کر کے نمٹے ہیں۔ اب کابل کے مہاراج لڑنے کو تیار ہیں۔ میں یہ بتا دوں کہ اسلام پیغام امن لے کر آیا ہے ہم خود بھی امن و امان سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ اور ساری قلمرو میں بھی امن دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کسی ملک پر از خود حملہ نہیں کیا۔ نہ آئندہ کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ بھی امن و امان ہی کے خواہش مند ہیں۔ آپ اپنے حکمران کے ذریعہ سے پھر اسی تحریک کو اٹھایئے۔ شاید مہاراجہ کابل کی سمجھ میں آ جائے اور آنے والی جنگ کی بلا ٹل جائے۔

ہندی: اب یہ بات ممکن نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ مہاراجہ کابل جس بات کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ اسے ادھورا نہیں چھوڑتے۔ داور میں جو بھگوان بدھ کا بت ہے اس سے فتح و کامرانی کی دعا مانگی جانے والی ہے۔

طلحی: داور کہاں ہے؟

ہندی: یہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک مشہور شہر داور ہے۔ اس میں ایک زبردست دہار ہے۔ اس دہار بھگوان بدھ کا بت ہے۔ جو خالص سونے کا ہے اس کی دونوں آنکھوں میں دو ایسے لعل لگے ہوئے ہیں جو بڑے ہی نایاب اور قیمتی ہیں۔

طلحی: یہ دہار کیا چیز ہے؟

ہندی: تم دہار کو بھی نہیں جانتے۔ یعنی بدھ مذہب والوں کا معبد ہے۔

طلحی: کیا اس دہار میں جا کر اس بت کے سامنے دعا مانگنے کا کوئی خاص سبب ہے؟

ہندی: ہاں اس دہار میں عام طور پر ملک کی مایہ ناز حسین عورتیں اور مہ جبین لڑکیاں

Hardayal Municipal Public Library
Accession No. 20780 1999

جمع ہو کر دعا مانگا کرتی ہیں۔ مہاراجہ کابل کی بیٹی گنگزرا بھی جو اس زمانہ کی بے نظیر حسینہ ہے اس دہار میں آنے والی ہے۔ وہ اس قدر خوبصورت اور مہ جبین لڑکی ہے کہ شاید چشم فلک نے آج تک بھی نہ دیکھی ہو گی۔

طلحی: آپ نے تو اس کی تعریف کر کے اس کے دیکھنے کا اشتیاق ہمارے دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔

ہندی: وہ دیکھنے اور دیکھتے رہنے کے قابل ہے۔ میں نے اس بہار حسن اور مست شباب کو دور سے ایک نظر دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر پاس سے دیکھ لیتا تو ضرور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔

طلحی: کیا ہم بھی اس حور جبین کو دیکھ سکتے ہیں؟

ہندی: ناممکن ہے۔ البتہ اگر تم لباس تبدیل کر دو تو شاید نظارہ جمال کر سکو۔

طلحی: کیا آپ ہمارے لئے لباس مہیا کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔

ہندی: اچھا تم یہیں شہر کے باہر قیام کرو۔ میں چار جوڑے بھیج دوں گا۔

ہندی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلا گیا اور اس قافلہ نے شہر کے باہر ایک اچھا مقام دیکھ کر وہاں قیام کر دیا۔

تیرھواں باب
تبلیغ اسلام

ان لوگوں نے رات نہایت آرام سے بسر کی۔ صبح کو نماز پڑھ کر تلاوت کرنے لگے۔ الیاس نہایت خوش الحان تھے۔ ایک تو قرآن کی نہایت ہی شیریں زبان ہے۔ دوسرے الیاس کا لہجہ بڑا ہی پیارا تھا۔ سننے والوں کو وجد آ جاتا تھا۔ جس وقت وہ تلاوت کر رہے تھے اس وقت وہی ہندی جو زریج کا سپہ سالار تھا آ گیا۔ ان کے قریب بیٹھ کر سننے لگا۔ جب انہوں نے تلاوت ختم کی تو اس نے کہا "کیسا پیارا کلام ہے۔ یہ کیا ہے؟"

الیاس: یہ وہ مقدس کتاب ہے جو پروردگار عالم نے اپنے محترم رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل فرمایا ہے۔

ہندی: کاش میں عربی زبان سے واقف ہوتا اور اسے پڑھ کر سمجھتا۔

الیاس: یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ بہت جلد تم اس زبان کو حاصل کر سکتے ہو۔

ہندی: میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

الیاس: شوق سے دریافت کیجئے۔

ہندی: ایشور بھگوان یا خدا کے متعلق کیا خیال ہے؟

الیاس: ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ ہی نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ وہی جلاتا اور مارتا ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض و جعل الظلمت و النور۔ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اجالے کو پیدا کیا ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الٰہ الا ھو خالق کل شئی فاعبدوہ یعنی سوائے اس کے کوئی معبود نہیں۔ اس نے ہر چیز پیدا کی ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔

ہندی: ہمارا عقیدہ شاید تمہیں معلوم نہیں۔

الیاس: معلوم ہے۔ تم خدا کو کل چیزوں کا خالق یعنی پیدا کرنے والا نہیں مانتے۔

ہندی: یہی بات ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ بھگوان (خدا) آتما (روح) اور پرکرتی (مادہ) ہمیشہ سے ہیں۔

الیاس: سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ روح اور مادہ کو بھی کسی نے ضرور پیدا کیا ہے۔ جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ وہی خالق کل اور قادر مطلق ہے اسی کو خدا کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے وللہ ملک السموات والارض وما بینھما و یخلق ما یشاء واللہ علی کل شئی قدیر۔ یعنی اور اللہ ہی کے لئے آسمان اور زمین کی بادشاہت ہے۔ (اور اس کی بھی) جو ان کے درمیان میں ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہندی: میں حلف سے کہتا ہوں کہ خدا کو میں بھی ایسا ہی سمجھتا تھا۔ جس نے سب چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور جو ہر چیز پر قادر نہیں ہے۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

الیاس: وہی پیدا کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پروردگار اپنے کلام پاک میں خود فرماتا ہے۔ ھو یحیی و یمیت والیہ ترجعون۔ یعنی وہی زندگی بخشتا ہے اور مارتا ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

ہندی: تم نے سچ کہا۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔

الیاس: جو لوگ گناہ کرکے اس سے معافی چاہتے ہیں انہیں معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم۔ و من یغفر الذنوب الا اللہ۔ ولم یصروا علی ما فعلوا و ھم یعلمون

اولئک جزآؤھم مغفرۃ من ربھم و جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا و نعم اجر العملین۔ یعنی وہ لوگ کہ جب گناہ کریں اور اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کریں گے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں گے۔ اور کون بخشتا ہے گناہوں کو مگر اللہ اور جو کچھ انہوں نے کیا اس پر ضد نہ کریں۔ اور وہ جانتے ہوں یہ لوگ (یعنی معافی مانگنے والوں کا) بدلہ بخشش ہے ان کے رب سے۔ بہشتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) عمل کرنے والوں کا ثواب اچھا ہے۔

ہندی: اس سے تو آواگون کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ یہ عقیدہ غلط ہے۔ کہ ایک دفعہ گناہ کرنے کے بعد اس کی معافی نہیں ہوتی بلکہ جون کی تبدیلی سے سزا ملتی ہے۔

الیاس: جون کی تبدیلی کی کوئی سزا نہیں ہے۔ فرض کرو ایک شخص اس جون میں انسان ہے۔ اس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔ کل وہ بلی یا کتے کے جون میں آگیا جب انسان ہو کر جسے عقل و سمجھ عطا ہوئی ہے غلطی کی تو جانور ہونے پر تو اور بھی اس سے غلطیاں سرزد ہوں گی اور جوں جوں وہ غلطیاں کرتا جائے گا۔ برے سے برے جون میں جاتا جائے گا۔ پھر اسے مکتی یا نجات کی امید کیسے ہو سکے گی۔ اور جب ایشور یا خدا اسے معاف ہی نہیں کر سکتا۔ تو عبادت کرنے سے کیا فائدہ کسی کی اطاعت کی صلہ میں امید کی جاتی ہے۔ اگر صلہ کی توقع ہو تو اطاعت بھی کی جائے۔ اسی طرح عبادت بھی ثواب کے لئے کی جاتی ہے۔ اور جس عبادت سے ثواب نہ ملتا ہو اس عبادت سے کیا فائدہ۔ جب ہر غلطی اور ہر گناہ کی پاداش جون بدلنے سے ضرور ملے گی ایشور یا خدا غلطیوں اور گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ تو ایسے ایشور کی عبادت کون اور کیوں کرے۔

اب اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیم دیکھئے۔ خدا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ جو لوگ گناہ کریں گے۔ اپنے گناہ کی بخشش مانگیں۔ اللہ انہیں معاف کرکے بہشت میں داخل کرے گا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ برے عمل یعنی گناہ نہ کرو ورنہ اس کی سزا ملے گی۔ ارشاد ہوتا ہے من یعمل سوا یجزبہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولانصیرا یعنی جو کوئی برا عمل کرے اسے اس کا بدلہ ملے گا۔ اور وہ سوائے اللہ کے کوئی دوست اور مدد کرنے والا نہ پائے گا۔ یعنی کوئی بھی اس کی مدد نہ کر سکے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے انہ من یات ربہ مجرما فانہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیی۔ یعنی جو کوئی اپنے رب (خدا) کے پاس گنہگار ہو کر آئے اس کے لئے جہنم ہے وہ اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ یعنی ایک خواہش میں مبتلا رہے گا۔ مرنے کی خواہش کرے

گا نہ مرے گا اور زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ جہنم کیا ہے۔ اس کے متعلق بھی سن لیجئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ما ادراک ما سقر لا تبقی ولا تذر لواحۃ للبشر یعنی اور کیا جانے تو دوزخ کیا ہے۔ وہ نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑی کو جھلس دیتی ہے۔

دوزخ میں آگ ہی آگ ہوگی۔ آگ کا بستر ہوگا۔ آگ کا اوڑھنا ہوگا۔ آگ کھانے کو ملے گی اور آگ سے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ آگ کے شعلے بھڑکتے ہوں گے۔ خدا جہنم سے پناہ دے۔ بہت ہی بری جگہ ہے۔

یہ بھی سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑا گناہ بخش دے گا لیکن شرک کرنے والے کو ہرگز نہ بخشے گا۔ چنانچہ پروردگار عالم نے فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء یعنی اللہ نہیں بخشتا (اسے) جو اس کے ساتھ شرک لائے۔ اور سوائے اس کے جسے چاہتا ہے۔ بخش دیتا ہے۔

ہندی:۔ شرک کیا ہے؟

الیاس:۔ شرک کی تشریح تو بہت کچھ ہے لیکن مختصراً یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں۔ یوں وہ ہر جگہ اور ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لیکن انسان بن کر اور کسی قالب میں کبھی نہیں آیا۔ اسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ انسانی ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا سمجھ کر سجدہ کرنا۔ کسی انسان کو خدا کے برابر سمجھ کر اس کی پرستش کرنا۔ انسان کے علاوہ کسی اور چیز کو سجدہ کرنا شرک ہے۔

ہندی:۔ نوجوان تمہاری باتوں نے اس وقت میرے دل پر بڑا اثر کیا ہے۔ تمہاری تھوڑی سی تو عمر ہے لیکن مذہبی معلومات کس قدر بڑھی ہوئی ہیں۔ پھر تمہاری گفتگو کا انداز کس قدر دلچسپ ہے۔ بہت عرصہ ہوا جب یہاں ایک مسلمان آیا تھا۔ نہ معلوم وہ کس کی تلاش میں تھا شاید ایک مہینہ تک یہاں ٹھہرا تھا۔ میں بھی جاتا تھا۔ وہ بھی اپنے مذہب کی باتیں بیان کرتا رہتا تھا۔ میرے دل پر اس کی گفتگو کا بھی اثر ہوا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن ابھی اس پر یہ بات ظاہر نہیں کی تھی کہ اچانک ایک روز وہ داور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہندی کہے جا رہا تھا اور الیاس بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ ان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ ہندی کہہ رہا تھا۔ مجھے اس کے اس طرح چلے جانے کا بڑا افسوس ہوا تھا۔ وہ لوگوں کو مسلمان کرنا چاہتا تھا کیا تم بھی مسلمان کرتے ہو؟

الیاس:۔ کیوں نہیں۔ ہر مسلمان مبلغ ہے۔

ہندی:۔ اچھا تو مجھے مسلمان کر لو۔

الیاس کو بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے اسے وضو کرایا اور کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کرنے کے بعد انہوں نے ملیحی، عباس اور مسعود کو بلا کر اس کے مسلمان ہونے کی خوش خبری سنائی وہ سب بہت ہی خوش ہوئے۔

چودھواں باب

سراغ رسی

ہندی کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ عبداللہ نے کہا۔ "مگر میں ابھی اس بات کو ظاہر نہ کروں۔ کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔

ملیحی:۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

عبداللہ:۔ میں اس لئے ابھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ یہاں کے سب لوگ بدھ مذہب کے پیرو اور مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ میں ایسے بہت سے لوگوں سے واقف ہوں جو کسی اچھے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں۔ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو یہاں کا حکمران بھی مسلمان ہو جائے گا۔

ملیحی:۔ خدا تمہیں تمہارے اس ارادے میں کامیاب کرے۔

الیاس کو یہ جاننے کا بڑا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کون مسلمان تھا جو عرصہ ہوا یہاں کسی کی تلاش میں آیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عبداللہ سے دریافت کیا۔ "جس مسلمان کا آپ نے تذکرہ کیا۔ ان کا نام آپ کو معلوم ہے۔

عبداللہ:۔ نام تو انہوں نے ضرور بتایا تھا لیکن زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے یاد نہیں رہا۔

الیاس:۔ ان کا نام رافع تو نہیں تھا؟

عبداللہ:۔ عبداللہ مجھے نام بالکل یاد نہیں رہا۔

الیاس:۔ کچھ شکل و صورت یاد ہے؟

عبداللہ:۔ شکل و صورت تو تم سب مسلمانوں کی ایک سی ہوتی ہے۔

الیاس:۔ کچھ یہ معلوم ہوا ہو کہ وہ کس چیز کی تلاش میں تھے۔

عبداللہ:۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا۔ وہ بچوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ خصوصاً چھوٹی

لڑکیوں سے۔ عجب بات یہ ہے کہ لڑکیاں ان سے جلد مانوس ہو جاتی تھیں۔ وہ شاید سیاح تھے۔ ہماری زبان خوب جانتے تھے اور ہماری مذہبی کتابیں یعنی ترپٹک بھی پڑھتے رہتے تھے۔

الیاس:- وہ دوبارہ یہاں نہیں آئے؟

عبداللہ:- ہاں وہ یہاں نہیں آئے۔ بلکہ میں ان سے ملنے داور بھی گیا تھا۔ لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھے۔ میں نے پتہ لگایا کہ کوئی مسلمان تو وہاں نہیں گیا تھا۔ سب نے لاعلمی ظاہر کی۔

الیاس:- تب وہ شاید داور نہیں گئے۔

عبداللہ:- داور تو گئے ضرور ہوں گے لیکن وہاں ٹھہرے نہیں۔ ممکن ہے وہ کابل چلے گئے ہوں۔ لیکن تم کیوں انہیں دریافت کرتے ہو؟

الیاس:- تقریباً پندرہ برس کا زمانہ ہوا کہ میرے چچا اس طرف آئے تھے وہ وطن واپس نہیں گئے۔

عبداللہ:- مجھے اس مسلمان کے یہاں آنے کی ٹھیک مدت بھی یاد نہیں ہے کیا وہ بھی سیاحت کے لئے آئے تھے؟

الیاس:- نہیں۔ بدھ مذہب کی ایک عورت وطن میں گئی تھی۔ وہ ان کی لڑکی کو اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ اپنی لڑکی کی تلاش میں وہ یہاں آئے تھے۔

عبداللہ کو جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آ گئی ہو۔ انہوں نے کہا۔ "مجھے یاد آگیا واقعی ایک خوبصورت سی عورت ایک لڑکی کو اپنے ساتھ لائی تھی۔ اس لڑکی کے خد و خال افغانی اور ایرانی لڑکیوں جیسے نہیں تھے۔ وہ نہایت حسین تھی۔ اس کی صورت ایسی دلکش تھی کہ جو کوئی ایک دفعہ دیکھ لیتا تھا دیکھتا رہ جاتا تھا۔ وہ ضرور عرب کی نازنین تھی۔

الیاس:- وہ لڑکی میری منگیتر اور میرے چچا کی بیٹی تھی۔ چچا اس کی تلاش میں یہاں آئے تھے۔ اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔

عبداللہ:- تمہاری باتیں سن کر میرا دماغ روشن ہوتا جاتا ہے۔ مجھے بھولی ہوئی باتیں یاد آتی جاتی ہیں۔ اس عورت سے میں نے اس لڑکی کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس لڑکی کی صرف والدہ زندہ تھی وہ اور یہ لڑکی دونوں بدھ بھگوان کے مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ قضائے الٰہی سے اس کی والدہ چند روز بیمار رہ کر فوت ہو گئی تھی۔ مرتے وقت اس نے اس لڑکی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا۔ میں اسے لے کر یہاں چلی آئی۔

الیاس نے جوش میں آ کر کہا: "اس نے جھوٹ کہا تھا۔"

عبداللہ:- میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اس کی آنکھیں اس کی زبان سے مطابقت نہیں کر رہی تھیں۔ میں نے اس لڑکی کو اس سے لینا چاہا اس نے اس کی قیمت اتنی مانگی کہ میں دے نہ سکا۔

الیاس:- کیا یہاں بردہ فروشی ہوتی ہے؟

عبداللہ:- عام طور پر تو نہیں لیکن قانوناً ممانعت بھی نہیں ہے۔ مگر میں اسے لونڈی بنانے کے لئے نہیں خرید رہا تھا بلکہ بیٹی بنانا چاہتا تھا وہ شاید اس بات کو سمجھ گئی تھی اس لئے اس نے اس کے بدلے میں چاندی دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

الیاس:- تب اس نے ضرور اسے بیچ ڈالا ہو گا۔

عبداللہ:- یقیناً۔ وہ بڑی حریص اور طامع تھی۔

الیاس:- مگر وہ تو بدھ مذہب کی مبلغہ بتائی جاتی تھی۔

عبداللہ:- تھی وہ مبلغہ ہی۔

الیاس:- کیا مبلغہ بھی حریص اور طامع ہوتی ہیں؟

عبداللہ:- پہلے تو شاید میں یہ بات نہ کہتا لیکن اب جبکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ بے خوف کہتا ہوں کہ بدھ مذہب کے بھکشو مرد ہوں یا عورتیں لالچی اور بدطینت ہوتے ہیں۔ اگرچہ سب ہی ایسے نہیں ہوتے لیکن زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں۔

الیاس:- تم نے پھر اس عورت اور لڑکی کو نہیں دیکھا۔

عبداللہ:- نہیں۔ حالانکہ اس لڑکی کو دیکھنے کی تمنا ایک مہینے میں کئی کئی مرتبہ میرے دل میں پیدا ہوئی اور میں داور اور کابل وغیرہ میں گیا بھی لیکن مجھے نہ وہ عورت ملی اور نہ وہ لڑکی۔

الیاس:- لیکن اگر وہ زندہ ہے۔ تو انشاء اللہ میں اس کا سراغ لگا کر رہوں گا۔

عبداللہ:- اگر وہ زندہ ہے تو اس وقت حسن اور خوبصورتی ناز و نزاکت دل ربائی اور رعنائی میں اس کا جواب نہیں ہو گا۔ لیکن میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم کسی اور کے سامنے اس لڑکی کا ذکر نہ کرنا کیونکہ لوگ پھر تمہیں تاجر نہیں جاسوس سمجھیں گے۔ اور اس ملک میں جاسوسوں کو قتل کی سزا دی جاتی ہے۔ تم یقیناً مار ڈالے جاؤ گے۔

الیاس:- معاف کرنا میں اس وقت جوش میں کچھ از خود رفتہ ہو گیا۔ انشاء اللہ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔

عبداللہ:- اگر تم اسے تلاش کر رہے ہو تو اپنی زبان میں تالا ڈال لو۔ میرا خیال ہے کہ

تمہارے چچا جو اپنی بیٹی کو تلاش کرنے آئے تھے ضرور مارے گئے ہیں انہوں نے لوگوں سے بیٹی کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہی ہوں گی۔ کسی نے ان کی مخبری کر کے انہیں پکڑوا دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔

الیاس کو پھر جوش آ گیا۔ انہوں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ "اگر وہ قتل کر دیئے گئے تو میں خدا کی قسم ان کا بھی انتقام لوں گا۔"

عبداللہ نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "پھر تمہیں جوش آ گیا"

الیاس:- کیا کروں چچا کے قتل کی خبر سننے سے جوش آ گیا۔ مگر اب میں ضرور احتیاط رکھوں گا۔ کاش مجھے وہ عورت مل جائے۔

عبداللہ:- پھر تم ایسی باتیں کرنے لگے۔

الیاس:- یہ تو میں تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں۔

عبداللہ:- میرے سامنے بھی نہ کہو۔

الیاس:- بہت اچھا۔ تمہارے سامنے بھی نہ کہوں گا۔

عبداللہ:- اگر وہ عورت ابھی زندہ ہے تو ادھیڑ عمر کی ہو گی۔ اور چونکہ وہ جوانی میں کافی حسین تھی اس لئے اب بھی خوبصورت ہو گی۔ اگر وہ سامنے آ جائے تو اب بھی اس کو پہچاننا کچھ مشکل نہ ہو گا۔

الیاس:- خدا کرے وہ مل جائے۔

عبداللہ:- اگر وہ مل جائے تو اس لڑکی کا پتہ آسانی سے چل جائے۔ اب میری درخواست ہے کہ آئندہ بھی تم لوگ چند روز یہیں قیام کرو۔

الیاس نے سلمیٰ کی طرف دیکھا۔ سلمیٰ نے کہا "کل آپ نے فرمایا تھا کہ شہر وادور کے دھار میں دعا مانگنے کی تقریب عمل میں آنے والی ہے۔ اور وہاں ملک کی مایہ ناز حسین و نازنین عورتیں جمع ہوں گی۔ ممکن ہے الیاس کی منگیتر ان لڑکیوں میں آ جائے یا وہ عورت مل جائے جو اسے لائی تھی اس لئے ہمیں یہاں نہ روکئے۔

عبداللہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک سوار وادور کی طرف سے گھوڑا دوڑائے آتا نظر آیا۔ قریب آ کر جب اس نے عبداللہ کو دیکھا تو وہ گھوڑے سے اتر کے ان کے قریب گیا اور بولا۔ "میں آپ ہی کے پاس جا رہا تھا۔"

عبداللہ:- کس لئے؟

سوار:- میں ڈاک لے کر گیا تھا۔ جب چوکی پر ڈاک دے کر لوٹا تو گھوڑا بے قابو ہو کر

کر جنگل میں گھس گیا۔ کچھ دور جا کر مجھے ایک جھونپڑی ملی۔ اس جھونپڑی میں ایک عورت بے ہوش پڑی تھی۔ شاید اسے بخار تھا۔ میں نے گھوڑے سے اتر کر اس کی دیکھ بھال کی۔ اسے ہوش آ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا میں کہاں جا رہا ہوں۔ میں نے بتایا۔ اس نے کہا "تم وہاں کے سپہ سالار کو میرے پاس بلا لاؤ۔" میں اسی وقت چل پڑا اور یہاں آ پہنچا۔

عبداللہ:- اس عورت کا کچھ حلیہ بیان کرو۔

سوار:- وہ ادھیڑ عمر کی عورت ہے۔ اب بھی بڑی خوبصورت ہے۔

عبداللہ نے الیاس کی طرف دیکھ کر کہا "ممکن ہے وہی ہو میں جا کر دیکھتا ہوں۔

سوار نے حیرت سے عبداللہ کو دیکھا۔ عبداللہ اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر سوار کے ساتھ چلے۔ الیاس نے چاہا کہ خود بھی ان کے ساتھ چلیں مگر مصلحت معلوم نہ ہوئی، رک گئے اور دعا مانگنے لگے کہ اللہ العالمین وہ عورت وہی ہو جو رابعہ کو لے کر گئی تھی۔

پندرھواں باب

تجارت

تھوڑی دیر کے بعد عبداللہ آ گئے۔ انہوں نے الیاس سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے پہچان لیا۔ عورت وہی ہے جو رابعہ کو لائی تھی۔"

الیاس خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ یقینی ہے اب رابعہ کا پتہ چل جائے گا۔"

عبداللہ:- مجھے خوف ہے کہ شاید ابھی ہمیں کامیابی نہ ہو گی۔

الیاس:- کیوں؟

عبداللہ:- اس لئے کہ عورت گم سم ہے۔ یا تو اس پر کسی مرض کا ایسا حملہ ہوا ہے جس نے اس کے حواس کھو دیئے ہیں اور اس کی زبان قابو میں نہیں رہی ہے۔ یا اسے ایسی دوائیں کھلائی گئی ہیں جن سے اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہے۔

الیاس:- یہ تو برا ہوا۔

عبداللہ:- اس وقت اس پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں۔ میں نے اور لوگوں کو بلایا ہے۔ اسے اپنے محل میں لے جاؤں گا۔ اور وہاں اس کا علاج کراؤں گا اگر وہ اچھی ہو گئی تو یقین ہے کہ سب کچھ بتا دے گی۔

سلمٰی :- شاید اس کے اچھا ہونے میں کچھ عرصہ لگے۔

عبداللہ :- ہاں دس پندرہ روز ضرور لگیں گے۔

سلمٰی :- اتنے دن ہم کیا کریں۔

عبداللہ :- میں تمہیں شہر میں رہنے کی اجازت دلا دوں گا۔ شہر میں رہنا۔

سلمٰی :- لیکن ہم داور میں جا کر دعا کی تقریب بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔

عبداللہ :- اور اس تقریب کا زمانہ بہت قریب آ گیا ہے ایک دو روز میں یہاں کی سیم تن لڑکیاں بھی روانہ ہونے والی ہیں۔

سلمٰی :- تب ہمیں بھی روانہ ہونا چاہئے۔

عبداللہ :- میرے خیال میں آپ دو روز اور ٹھہریں۔ ممکن ہے اس عرصہ میں اس عورت کو ہوش آ جائے اور وہ باتیں کرنے کے قابل ہو جائے۔

سلمٰی :- بہتر ہے۔

عبداللہ :- میں شہر میں جا کر اس عورت کے آرام کا۔ تیمار داروں کا اور معالجوں کا انتظام کروں گا۔ اور تمہارے لئے شہر میں رہنے کی اجازت حاصل کر کے تمہارے پاس پروانہ بھجوا دوں گا۔

سلمٰی :- ہمارے لئے تکلیف نہ کرو۔ ہمیں یہاں بھی آرام ہے۔

عبداللہ :- یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں مسلمان ہو گیا ہوں جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی کچھ خدمت کروں۔

سلمٰی :- جیسی تمہاری مرضی۔

عبداللہ وہاں سے چلے گئے۔ دوپہر کے وقت انہوں نے کئی کہاروں کو ایک عجیب سی سواری کندھوں پر لے جاتے دیکھی۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ انہیں اس بات سے بڑی خوشی تھی کہ کفرستان میں ان کا ایک ایسا ہمدرد پیدا ہو گیا ہے جو مسلمان ہو چکا ہے۔ الیاس کو یہ خوشی اور زیادہ تھی کہ اس عورت کا پتہ چل گیا ہے جو رابعہ کو اغوا کر کے لائی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کے پاس دو سوار آئے۔ ان کے پاس وہ پروانہ تھا جس میں عرب سوداگروں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی۔

یہ سب گھوڑوں پر اسباب بار کر کے خود بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور شہر کی طرف چلے۔ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر کافی وسیع ہے لیکن عمارتیں

دقیانوسی قسم کی معمولی درجہ کی ہیں۔

ان کے لئے ایک مکان مخصوص کر دیا گیا تھا۔ وہ اس مکان میں جا کر اترے عصر کے وقت عبداللہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ ہوش آنے لگا ہے۔ جب بالکل اس کے حواس درست ہو جائیں گے تب وہ انہیں لے جا کر ان سے ملاقات کرائے گا۔

ابھی عبداللہ بیٹھے ان سے باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک بوڑھا سپاہی مسلمانوں کے پاس گیا اور اس نے بتایا کہ شہر کا حکمران ان سے ملاقات کرنا اور ان کا مال دیکھنا چاہتا ہے۔

عبداللہ ان کے ساتھ ہو لئے اور چاروں عرب بیش قیمت مال لے کر روانہ ہوئے۔ حاکم اپنے محل میں موجود تھا۔ اس نے وہیں ان لوگوں کو طلب کیا جب یہ محل میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ محل کافی بڑا ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی ہے۔ کمرے نیچے اور تنگ ہیں۔ کمسن لونڈیاں تنگ شلوکے اور لہنگے پہنے آ جا رہی ہیں۔ وہ ایک کمرہ میں لے جا کر بٹھائے گئے۔ اس وقت دن چھپ گیا۔ سلمٰی وغیرہ نے وہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک لونڈی آ کر انہیں اپنے ساتھ لے گئی اور ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرہ میں پیتل کے شمعدان تھے اور ان میں شمعیں روشن تھیں۔ تیل کے جلنے کی بدبو آ رہی تھی لیکن روشنی ایسی تیز تھی کہ آنکھیں جھپکی جاتی تھیں۔

ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص مضبوط جسم کا گھٹنوں تک دھوتی باندھے اور ایک خوشنما واسکٹ سی پہنے ،مکٹ سر پر رکھے ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ تخت پر فرش تھا۔ اس کے ایک طرف کئی عورتیں بیٹھی تھیں۔ یہ سب عورتیں شکیل تھیں۔ دوسری طرف نوخیز و حسین لڑکیاں بھی تھیں۔

عربوں نے حکمران کو سلام کیا۔ اور چونکہ نامحرم عورتیں اور لڑکیاں وہاں موجود تھیں اس لئے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ حکمران اور سب عورتوں اور لڑکیوں نے انہیں دیکھا۔ سب کی نگاہیں الیاس پر آ کر جم گئیں۔ خصوصاً لڑکیاں انہیں ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگیں۔

حکمران نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا۔

"تم کہاں سے آئے ہو؟"

سلمٰی نے جواب دیا "عرب سے"

حکمران :- کس لئے آئے ہو؟

ملیحی:- تجارت کرنے۔

حکمران:- تجارت کا کیا مال تمہارے پاس ہے۔

ملیحی:- ملاحظہ فرمایئے۔

انہوں نے چند چیزیں الیاس کو دیں اور الیاس نے حکمران کے سامنے پیش کیں۔ پہلے اس نے دیکھیں پھر عورتوں اور لڑکیوں نے دیکھیں۔ ان میں سے بعض چیزیں عورتوں نے بعض لڑکیوں نے اور بعض خود حکمران نے پسند کیں اور خرید لیں۔

عربوں کا طرز گفتگو، انداز نشست اور ادب و لحاظ کا طریقہ حکمران کو بہت پسند آیا۔ اس نے کہا "میں تم لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوا تم جب تک چاہو یہاں ٹھہر سکتے ہو۔"

ملیحی نے عرض کیا: "ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم تاجر بھی ہیں اور سیاح بھی۔ تجارت بھی کرتے ہیں اور سیاحت بھی۔ آپ نے اجازت دے دی تو چند روز قیام کر کے آگے بڑھ جائیں گے۔"

کچھ اور دیر کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو کر چلے آئے۔ اپنے مسکن پر آکر انہوں نے نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سو رہے۔

صبح کو سورج نکلنے کے بعد عبداللہ آئے اور ملیحی اور الیاس کے ساتھ عبداللہ کے مکان پر پہنچے۔ یہ مکان معمولی درجے کا تھا۔ اسی میں وہ عورت تھی جو رابعہ کو لے کر آئی تھی۔ عبداللہ نے انہیں ایک کمرہ میں بٹھایا اور کہا "معالج کا خیال ہے کہ اس عورت کو کوئی صدمہ پہنچا ہے۔ بیماری نہیں ہے۔"

ملیحی:- کیا وہ عورت اپنے حواس میں آگئی ہے؟

عبداللہ:- اس کی عجیب حالت ہے کبھی بالکل حواس میں آجاتی ہے اور کبھی بے ہوش ہو جاتی ہے آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔

وہ انہیں ساتھ لے کر ایک اور کمرہ میں پہنچے۔ اس کمرہ میں ایک عورت نرم نرم بستر پر پڑی تھی۔ اس وقت اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بے مدعا چھت کی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ تینوں اس کے بستر پر کھڑے ہو گئے اور اسے دیکھنے لگے۔

اگرچہ اس عورت کی عمر چالیس سال کے قریب تھی لیکن اب بھی اس قدر حسین تھی کہ اس کی صورت دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ الیاس نے دریافت کیا "یہ کچھ بولی بھی۔"

عبداللہ نے جواب دیا۔ "بالکل نہیں بولی۔"

اس وقت معالج بھی آگیا۔ اس نے اول اس عورت کی نبض دیکھی۔ اس کے جسم کا معائنہ کیا اور پھر کہا "میرا خیال صحیح ہے اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ کچھ صدمہ ہے ایک ہفتہ میں جا کر یہ بولنے کے قابل ہو جائے گی۔

الیاس اس عورت کے اوپر جھک گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

عورت نے ان کی طرف دیکھا نہ توجہ کی۔ برابر چھت کو دیکھتی رہی۔ معالج نے کہا "ابھی یہ کچھ سنتی ہے نہ سمجھتی ہے۔"

یہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ کچھ لڑکیاں اور عورتیں اس شہر سے داور روانہ ہو گئی ہیں۔

ان لوگوں نے عبداللہ اور ان کے ذریعہ سے حکمران سے اجازت لی۔ حکمران نے جو چیزیں ان سے خریدیں تھیں ان کی قیمت ادا کی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

یہ لوگ دوسرے دن داور کی طرف روانہ ہو گئے۔

سولھواں باب

ہمدرد نازنین

جب یہ لوگ داور کے قریب پہنچے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ جو کپڑے عبداللہ نے کابلیوں جیسے دیئے ہیں۔ وہ بدل لیں یا اپنا ہی لباس پہنے رہیں۔

ملیحی نے کہا: اگر ہم لباس تبدیل کر بھی لیں تو اپنی صورتیں نہیں بدل سکتے اس لئے لباس بدلنا فضول ہے۔

مسعود نے کہا: "میرے خیال میں ہمیں داڑھی والوں کو تو لباس نہیں بدلنا چاہئے لیکن الیاس بدل لیں یہ ان میں مل سکیں گے۔

الیاس:- اگر لباس بدلنا گناہ میں داخل نہیں ہے تو میں بدل لوں گا اور اگر گناہ ہے تو ہرگز نہ بدلوں گا۔

ملیحی:- بھئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قوموں کی صورت میں لباس میں اور طور طریق میں تقلید کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ لیکن یہ تبدیلی اعزاز سمجھ کر یا فخر جان کر یا کسی کو خوش کرنے کے لئے کی جائے تو منع ہے۔ اور اگر مصلحتاً ملک قوم کی بھلائی کی

جانے تو روا ہے۔ تم جاسوسی کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہو اس میں برائی نہیں ہے۔

الیاس:- تب میں لباس تبدیل کروں گا۔

سلمیٰ:- تم لباس بدل کر ہم سے الگ ہو جاؤ۔ اس طرح ہم سے کچھ فاصلہ پر رہو کہ وقت پر ہم تمہاری مدد کر سکیں اور کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ تم ہمارے ساتھ ہو۔

الیاس:- لیکن میں ان لوگوں کی زبان بھی تو اچھی طرح نہیں جانتا۔

سلمیٰ:- یہ دقت ضرور ہے لیکن کہہ دینا کہ میں زیادہ تر عربی ممالک میں رہا ہوں۔

الیاس:- خیر میں سب کچھ کر لوں گا۔

الیاس نے لباس بدل لیا۔ مگر وہ اپنے خد و خال نہ بدل سکے۔ طرز و انداز نہ بدل سکے۔ رفتار و گفتار نہ بدل سکے۔ انہوں نے یہ بڑی جرأت کی انہیں معلوم ہو گیا تھا جاسوسی کی سزا قتل ہے اور ان پر جاسوسی کا شبہ ہو جانا بہت آسان ہے پھر بھی وہ ڈرے نہیں۔

لباس بدل کر وہ ان سے الگ ہو گئے اور الگ ہی سفر کرنے لگے۔ ایک روز وہ ایک پہاڑی بستی کے قریب پہنچے۔ شام کا وقت ہو گیا تھا۔ بعض لڑکیاں اپنی بکریاں ہانکتی ہوئی بستی کی طرف لے جا رہی تھیں۔ بعض لڑکیاں کاندھوں پر گھڑے رکھے چشمہ سے پانی بھرنے چلی آ رہی تھیں۔ بعض شوخ و شنگ لڑکیاں آپس میں چہل کرتی آ رہی تھیں۔ ان میں سے کسی نے الیاس کو دیکھا۔ زیر لب مسکرائیں۔ کچھ عجب انداز سے شاخ گل کی طرح لچکیں اور چلیں۔

یہ پہاڑی لڑکیاں کافی حسین تھیں۔ ان کے سفید چہروں پر سرخی جھلک رہی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرمگیں تھیں۔ ایک لڑکی جو ان میں سب سے زیادہ حسین و نازنین تھی شرماتی لجاتی آ رہی تھی۔ کچھ فاصلہ پر ایک گہری خندق کی طرح تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ خندق بستی کے چاروں طرف ہے اس پر لکڑیوں کے تختہ کا پل بندھا ہوا تھا اور سب لڑکیاں تو اس پل کو پار کر گئیں۔ لیکن جس وقت الیاس پل پر پہنچے ٹھیک اسی وقت وہ نازنین بھی پل پر آئی۔ الیاس اس سے بچ کر پل کے کنارہ پر ہو گئے۔ اس ماہ پیکر نے ان کے قریب آ کر اپنی لمبی پلکیں اٹھائیں۔ انہیں دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ "تم شاید مسافر ہو؟

"

الیاس نے جواب دیا: "ہاں میں مسافر ہوں۔ دور سے آ رہا ہوں۔"

اس نے پھر دلفریب نگاہوں سے انہیں دیکھ کر کہا "کہاں سے آ رہے ہو؟"

الیاس:- عرب کی سرحد سے۔

نازنین:- بڑا لمبا سفر کیا ہے تم نے۔ شاید تم دعا میں شرکت کے لئے آئے ہو۔

الیاس:- ارادہ تو دعا میں شریک ہونے ہی کا ہے۔

نازنین:- تمہارا لہجہ کسی اور ملک والوں کا سا ہے۔

الیاس:- میں عربی ممالک میں گھومتا رہا ہوں۔

نازنین:- کیا تمہیں خونخوار عربوں نے گرفتار نہیں کیا۔

الیاس:- نہیں۔ عرب تو خونخوار نہیں بڑے انسان اور مہمان نواز ہیں۔

نازنین:- لیکن یہاں تو کہا جا رہا ہے کہ عرب خونخوار درندے ہیں۔

الیاس:- یہ غلط ہے۔ اس ملک والوں کو عربوں کے خلاف بھڑکانے کے لئے ایسا کہا جا رہا ہے۔

ان دونوں نے اب پل کو عبور کر لیا تھا۔ لڑکی نے کہا "کیا یہاں تمہارا کوئی شناسا ہے؟"

الیاس:- نہیں۔ میں پہلی مرتبہ یہاں آیا ہوں۔

نازنین نے پھر لمبی پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا اور کہا "تب تم ہماری جھونپڑی میں چلو۔

"

الیاس:- تمہیں تکلیف ہو گی۔

نازنین:- تکلیف نہیں راحت ہو گی۔ میں بھی دلاور چاہوں گی۔ تم بھی ساتھ چلنا۔

الیاس نے سوچا موقع اچھا ہے۔ انہوں نے اس کے ساتھ چلنے کا اقرار کر لیا۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کہا۔ "ہماری جھونپڑی بستی کے اس طرف پچھم کی جانب ہے۔"

وہ کبھی کبھی کن انکھیوں سے انہیں دیکھ لیتی تھی۔ الیاس آنکھیں جھکائے ساتھ چل رہے تھے لیکن کبھی کبھی وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ کئی مرتبہ دونوں کی نظریں ٹکرا گئی تھیں۔

یہ دونوں چلتے چلتے بستی کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ بستی ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھی۔ ایک کشادہ راستہ چٹان پر چڑھتا چلا گیا تھا۔ اس راستے کے دونوں طرف کھڈ تھے۔ چٹان پر چڑھ کر لڑکی مغرب کی طرف گھوم گئی اور پگڈنڈی پر چلنے لگی۔ الیاس اس کے پیچھے ہو لئے۔ تو وہ ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ دونوں چلے جا رہے تھے کہ کسی نے کہا "اچھا کملا! اچھا۔ بڑی شرمیلی بنی تھی۔"

دونوں نے ایک ساتھ نظریں اٹھا کر دیکھا ایک شوخ و شریر لڑکی سامنے کھڑی مسکرا

رہی تھی۔ کملا شرما گئی۔ کچھ بولی نہیں۔ لڑکی نے پوچھا "تمہارے مہمان کا نام کیا ہے؟"

الیاس یہ سن کر دھک سے ہو گئے۔ انہیں یہ خیال ہی نہیں تھا کہ کوئی ان کا نام پوچھے گا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اس علاقہ والوں کے نام کیسے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اکثر ایک نام سنا تھا۔ منندر۔ وہ انہیں یاد تھا۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اگر کوئی پوچھے گا تو وہ اپنا نام منندر بتا دیں گے۔

کملا نے آہستہ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے" انہوں نے جواب دیا۔ "منندر کہہ لو۔"

کملا نے آواز سے کہا "ان کا نام منندر ہے۔"

لڑکی چلی گئی۔ یہ دونوں ایک جھونپڑی کے پاس پہنچے۔ کملا نے کہا۔ "ہماری جھونپڑی یہی ہے۔"

اسی وقت جھونپڑی کے اندر سے ایک بوڑھا کوئی نکلا۔ اس کے دونوں کان چھدے ہوئے تھے اور کانوں میں کسی چیز کی موٹی موٹی مرکیاں پڑی تھیں اس نے اول الیاس کو دیکھا اور پھر کملا کو دیکھ کر کہا۔ "بیٹی یہ کون ہے؟"

کملا نے کہا۔ "پتا جی! یہ ایک مسافر ہیں۔ داور میں دعا میں شریک ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔"

بوڑھا:- ملک کو ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے لیکن بیٹی! مہاتما بدھ نے فرمایا ہے موکش (نجات) نروان پر منحصر ہے۔ اور نروان کا پہلا اصول صحیح نظر ہے۔ خیالات کی پاکیزگی ضروری ہے۔ جو کوئی اپنی جان کو پاکیزہ بنا کر اپنے نفس سے دنیا کی لذتوں اور عیش وراحت کی خواہشوں کو مٹا دے۔ اسے نروان حاصل ہو جائے۔ کملا:- میں جانتی ہوں پتا جی۔

بوڑھا:- ایک بات اور یاد رکھ بیٹی! مسافر کی خاطر کرنا تو اچھا ہے لیکن اس سے پریم کرنا برا ہے۔ تو نے سنا ہو گا۔ مسافر کس کے میت۔

کملا:- پتا جی! میں یہ بھی جانتی ہوں۔

بوڑھا اب الیاس سے مخاطب ہوا اس نے کہا "نوجوان! تمہارا آنا مبارک ہو کیا نام ہے بیٹا تمہارا۔"

قبل اس کے کہ الیاس کچھ جواب دیں۔ کملا نے کہا "ان کا نام منندر ہے پتا جی۔"

اب دن چھپ گیا تھا۔ الیاس کو فکر تھی کہ کسی طرح نماز پڑھ لیں۔ بوڑھے نے کہا

"منندر! ہم بھی صبح داور جا رہے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلنا۔ اس بستی میں کئی نوخیز و حسین لڑکیاں ہیں وہ بھی جائیں گی۔ بڑی مدت کے بعد دعا کی تقریب عمل میں آنے والی ہے۔ ہمارے ویش کے لامہ (پیشوا) بھی شریک ہوں گے۔ مہاراجہ پہلا قدم ایران کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کے لئے اٹھانے والے ہیں۔ چلو جھونپڑی میں چل کر بیٹھنا۔ میں بھی آ رہا ہوں۔ کملا! مسافر کے لئے کھانا تیار کرو۔"

الیاس جھونپڑی میں داخل ہوئے۔ کملا اور بوڑھا باہر رہ گئے۔ انہیں موقع مل گیا۔ انہوں نے مغرب کے تین فرض ادا کر لئے۔ تھوڑی دیر میں کملا ان کے لئے کھانا لائی اور انہوں نے کھایا۔ اس جھونپڑی میں گھاس بچھی ہوئی تھی۔ اس پر ایک طرف الیاس کے لئے بستر کر دیا گیا۔ ایک طرف کملا کے لئے اور درمیان میں بوڑھے کا بستر رہا۔

عشا کی نماز الیاس نے اشاروں سے ادا کر لی۔ صبح کو اٹھ کر بستی سے باہر حوائج ضروریہ ادا کرنے گئے۔ وہیں انہوں نے نماز بھی پڑھ لی۔ جب واپس جھونپڑی میں آئے تو دیکھا کہ کملا اور بوڑھا دونوں سفر کی تیاری کر رہے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی کملا نے ان کے سامنے پہاڑی پھل رکھ دیئے۔ کچھ میوے بھی تھے۔ انہوں نے ناشتہ کیا۔ بوڑھے نے کہا "بیٹا! تمہارا لہجہ ہمارے ملک کا سا نہیں ہے۔"

الیاس:- میں زیادہ تر فارس اور عرب میں رہا ہوں۔

بوڑھا:- تم عرب اور فارس میں کیسے پہنچ گئے؟

الیاس:- قسمت لے گئی اور کیا کہوں؟

بوڑھا:- ہمارے ایک لامہ بھی جو داور کے اسی دھارے میں رہتے ہیں جس میں دعا کی تقریب ادا ہو گی کچھ عجیب لہجہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی کہتے تھے۔ کہ وہ عربوں میں زیادہ رہے ہیں۔ دراصل ایک زمانہ ہوا جب جنگجو فارس اور عرب کی طرف گئے تھے ان میں بہت سے اس نواح میں رہ گئے تھے او ہو قافلہ تیار ہو گیا۔ چلو۔

سامنے ایک چٹان پر کئی مرد اور کئی لڑکیاں بستر اور دوسرا سامان ہاتھوں میں لئے ہوئے جمع ہو رہے تھے۔ یہ تینوں بھی اسباب اٹھا کر ان میں شامل ہو گئے۔ الیاس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ پہاڑی لوگوں میں شامل ہو گئے۔ ابھی سورج کچھ تھوڑا ہی اونچا ہوا تھا کہ یہ لوگ داور کی طرف روانہ ہوئے۔

سترہواں باب

حور وش سنگترا

یہ قافلہ بھی داور میں پہنچ گیا۔ داور کے تین اطراف میں پتھر کی چٹانیں فصیل کی طرح اٹھتی چلی گئی تھیں اور سامنے کی دیوار مضبوط اور بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ چونکہ اور طرف چٹانیں تھیں اس لئے ادھر دروازے نہیں تھے۔ جو دیوار بنائی گئی تھی اس میں تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ جو درمیان میں تھا وہ اتنا بڑا تھا کہ ہاتھی مع ہودج کے اس میں سے گزر سکتا تھا۔ اور دو دروازے جو اس کے ادھر ادھر تھے وہ بھی اتنے ہی بڑے تھے کہ گھوڑے سوار آسانی سے آجا سکتے تھے۔

شہر کافی بڑا تھا۔ پہاڑ پر ہونے کی وجہ سے اس میں کافی سردی تھی۔ سب اونی لباس پہنے تھے۔ کملا نے بھی ایک پشمینہ کی واسکٹ پہن لی تھی۔ الیاس کے پاس کوئی واسکٹ نہیں تھی۔ انھیں وہاں کی سردی تکلیف دینے لگی تھی کچھ نقدی انھوں نے منشی سے لے لی تھی۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کوئی اچھی واسکٹ مل جائے تو خرید لیں۔ ایک روز کملا نے انھیں دیکھا۔ صبح کا وقت تھا۔ سردی کی وجہ سے ان کا رواں کھڑا ہو گیا تھا۔ اسے بڑا افسوس ہوا۔ اس نے اپنی واسکٹ اتار کر انھیں دینی چاہی اور کہا "لو اسے پہن لو۔"

الیاس نے مسکرا کر کہا تمہارا شکریہ اول تو یہ واسکٹ میرے آنے کی نہیں۔ دوسرے مجھ سے زیادہ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔

کملا:۔ آؤ تو بازار چلیں۔ وہاں سے کوئی اچھی اور بڑی واسکٹ خریدیں گے۔

دونوں بازار کی طرف چل پڑے۔ چونکہ شہر میں باہر سے کافی تعداد میں عورتیں اور مرد آگئے تھے اس لئے ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ نوخیز و حسین لڑکیاں زیادہ آئی ہوئی تھیں۔ ان مست شباب لڑکیوں سے بازار بھرا ہوا تھا۔ دکانداروں نے دکانیں سجا رکھی تھیں۔ ہر دکان پر اچھی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

یہ دونوں چلے جا رہے تھے۔ کہ شور ہوا بڑے پیشوا کی سواری آ رہی ہے۔ سب راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ بڑے پیشوا کی عزت و عظمت ہر شخص کرتا تھا۔ کملا اور الیاس بھی ایک دکان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پیشوا کی سواری آئی۔ ایک لمبی کوچ سی تھی۔ اس کے پچھلے سرے پر ایک گول کمرہ بنا ہوا تھا۔ نہایت خوشنما کمرہ تھا۔ اس پر سونا چاندی کا گنگا جمنی کام ہو رہا تھا۔

کمرہ کے سامنے ایک چبوترہ سا تخت تھا جس پر مسند بچھی تھی۔ مسند پر بڑے تکیے

رکھے تھے۔ ایک تکیہ کے سہارے سے پیشوا بیٹھے تھے۔ ان کی صورت سے بڑا جلال ظاہر تھا۔

ان کی کوچ میں آدمی کندھوں پر اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ جن عورتوں اور مردوں کے سامنے سے ان کی سواری گذرتی تھی وہ ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے چلے جاتے تھے۔ جب الیاس کے پاس ان کی سواری آئی تو کملا نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیا لیکن الیاس نے ہاتھ نہ جوڑے۔ نہ سر جھکایا۔ حالانکہ کملا نے ٹھوکا مار کر انھیں آگاہ بھی کیا۔ پھر بھی وہ سر اٹھائے کھڑے رہے۔ پیشوا نے انھیں غور سے دیکھا۔ ان کے چہرے سے برہمی یا غصہ کے آثار ظاہر نہیں تھے بلکہ وہ انھیں حیرت اور تعجب کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

الیاس بھی انھیں ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے۔ پیشوا کو اس طرح دیکھنا سخت گستاخی تھی۔ دفعتاً گھنٹیاں بجیں اور سواری رک گئی۔ پیشوا نے الیاس سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔ "تم کس ملک سے آئے ہو۔"

الیاس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "عراق سے۔"

پیشوا چونک پڑے۔ انھوں نے کہا۔ "تمہارے خد و خال عربوں جیسے ہیں۔"

الیاس کو خوف ہوا۔ کہیں وہ جاسوس سمجھ کر گرفتار نہ کر لئے جائیں۔ انھیں اپنی اس غلطی کا افسوس ہوا کہ انھوں نے یہ کیوں کہہ دیا کہ وہ عراق سے آئے ہیں۔ لیکن یہ بات زبان سے نکل چکی تھی اور اب افسوس کرنا بے کار تھا۔ انھوں نے کہا۔ "میں اسی نواح کا رہنے والا ہوں۔"

پیشوا:۔ تمہیں سردی معلوم ہو رہی ہے نوجوان! لو یہ واسکٹ پہن لو۔

پیشوا نے ایک واسکٹ دی اس کے اندر کی طرف پشمینہ تھا۔ نہایت گرم تھی۔ الیاس نے ہاتھ بڑھا کر لے لی اور شکریہ ادا کیا۔ سواری بڑھ گئی۔ کملا نے آہستہ سے کہا۔ "پیشوا نے بھی تمہیں پسند کیا ہے۔"

الیاس:۔ پیشوا بڑا نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

کملا:۔ تمہاری قسمت کھل گئی۔ کس کی تقدیر کہ پیشوا اسے کوئی چیز عطا کریں۔

اب ان کے پاس مردوں اور لڑکیوں کا جمگھٹ آ لگا۔ سب انھیں مبارکباد دینے لگے۔ ایک شوخ و شریر لڑکی نے کملا سے آہستہ سے کہا۔ "یہ شاید تمہارے منگیتر ہیں' مبارک ہو۔"

کملا کے چہرہ پر سرخی بکھر گئی۔ اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر میں مجمع چھٹا

اور یہ دونوں واپس لوٹ آئے۔ جب اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو کملا نے اپنے باپ سے پیشوا کے الیاس کو واسکٹ دینے کا قصہ بیان کیا۔ بوڑھے نے اس واسکٹ کو اپنے سر پر رکھا اور الیاس سے کہا "بڑی تقدیر والے ہو بیٹا تم۔"

الیاس نے پیشوا کے اس عطیہ کو کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ انہوں نے واسکٹ پہن لی۔ ٹھیک آئی۔ کملا نے آہستہ سے شرماتے ہوئے کہا "تم نے اس شریر لڑکی کی بات سنی تھی۔"

الیاس:۔ بے وقوف تھی وہ۔

کملا کو ان کے اس جواب سے افسوس سا ہوا۔

دن گذرتے گئے۔ یہاں تک کہ صرف دو دن دھار میں باقی رہ گئے۔ اس عرصہ میں اس قدر نوجوانوں اور نوخیز لڑکیوں کی آمد ہوئی کہ شہر بھر میں تل رکھنے کو بھی جگہ باقی نہ رہی۔ سب کو مہاراجہ کابل کی بیٹی سنگھمترا کے آنے کا انتظار تھا۔

جب ایک روز باقی رہا تو سنگھمترا بھی آگئی۔ کملا اور الیاس کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ مہاراجہ کی بیٹی تھی بڑے اہتمام اور شان کے ساتھ آئی تھی۔ اس کے ٹھہرنے کے لئے داور کے حکمران نے اپنا خاص محل خالی کردیا تھا۔ محل کے گرد پہرا لگ گیا تھا۔ الیاس نے کملا سے پوچھا "کیا تم نے سنگھمترا کو دیکھا ہے؟"

کملا:۔ نہیں۔ لیکن سنا ہے وہ بہت زیادہ حسین و مست شباب ہے۔ کہیں تم اس پر فریفتہ نہ ہو جانا۔

الیاس:۔ میں ایسی حماقت کیوں کروں گا۔

آخر دعا کا وقت آگیا۔ صبح ہوتے ہی سب نے اچھے اچھے کپڑے پہنے اور دھار کی طرف روانہ ہوئے۔ دھار کی چار دیواری نہایت اونچی تھی۔ صحن بہت کشادہ تھا۔ تمام صحن مردوں اور عورتوں سے بھر گیا تھا۔ لڑکیاں نہایت خوبصورت اور مہ جبین تھیں۔ ایک سے ایک غنچہ دہن اور گل رخسار تھی۔ ان کے حسن سے تمام دھار جگمگانے لگا تھا۔

الیاس اور کملا دونوں بہت سویرے دھار میں پہنچ گئے تھے اس لئے وہ اس ہال سے لگے کھڑے تھے جس میں بدھ کا بت تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں گل رخوں کا ایک گروہ آیا ایک سے ایک سیم تن اور نازک اندام تھی۔ ان کے جھرمٹ میں وہ پیکر حسن و ناز بھی تھی جس کے دیکھنے کے لئے مرد اور عورتیں سب مشتاق تھیں۔ یعنی مہاراجہ کابل کی بیٹی سنگھمترا۔ وہ ریشم کا لباس اور سونے و جواہرات کے زیورات پہنے تھی۔ اس قدر حسین تھی

کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگا رہا تھا۔

جب وہ ادا و ناز سے بل کھا کر چلتی ہوئی الیاس کے قریب پہنچی تو انہوں نے اس حور وش کو دیکھا۔ وہ اس قدر حسین و مہ جبین تھی کہ اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں جھک گئیں۔ اتفاق سے سنگھمترا کی نگاہ بھی الیاس پر پڑ گئی اس کی ہوش ربا نگاہوں نے انہیں مدہوش کر دیا۔ انہیں ایسا معلوم ہوا جیسے ان کے پہلو سے کوئی چیز نکل گئی۔

سنگھمترا نے بھی ایک دفعہ نہیں کئی مرتبہ دیکھا۔ وہ ٹھمکتی ہوئی چلی اور ہال میں داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے بہت سی عورتیں۔ لڑکیاں اور مرد بھی ہال میں داخل ہوئے ان میں الیاس اور کملا بھی تھے۔

الیاس بت کے قریب جا کر کھڑے ہوئے۔ یہ بت قد آدم سے کچھ چھوٹا تھا۔ خالص سونے کا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دو لعل لگے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے۔

بت کے سامنے دو رویہ قطار نوخیز حسین لڑکیوں کی کھڑی ہو گئی۔ ان لڑکیوں کے پیچھے اور لڑکیاں' عورتیں اور مرد کھڑے ہو گئے۔ سنگھمترا سب سے آگے ہاتھ میں پھولوں کا ہار لئے کھڑی تھی۔

دفعتہً سریلا باجہ بجنے لگا۔ اسی وقت پیشوا برابر کے کمرہ سے نکل آئے انہوں نے حسین و خوب رو لڑکیوں پر سرسری نظر ڈالی۔ جب وہ الیاس کے قریب پہنچے تو انہوں نے پھر اسے غور سے دیکھا اور بدھ کے بت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

سنگھمترا بھی ان کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرہ سے حسن کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس نے پھر بے باک نگاہوں سے الیاس کو دیکھا۔ الیاس لڑکھڑا گئے۔

چند لڑکیوں نے گانا شروع کیا۔ سنگھمترا بھی گانے میں شریک ہو گئی اس کی آواز نہایت شیریں اور سریلی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بت کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ اور سجدے اور قدموں واپس آئی۔

سب سجدہ میں گر گئے۔ الیاس اور پیشوا کھڑے رہ گئے۔ سجدہ سے سر اٹھا کر انہوں نے فتح و کامرانی کی دعا مانگی۔ الیاس ٹکٹکی لگائے سنگھمترا کو دیکھتے رہے۔ وہ بھی نظریں چرا کر انہیں دیکھ لیتی تھی۔ سب پر خود فراموشی کی حالت طاری تھی۔ دعا ختم ہوئی۔ سب باہر نکلنے لگے۔ الیاس بھی چلے پیشوا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم ٹھہرو۔" ٹھہر گئے۔

اٹھارہواں باب
گرفتاری

الیاس کو تعجب ہوا کہ پیشوا نے انہیں کیوں روکا۔ وہ ایک طرف کھڑے ہو کر غور کرنے لگے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ ان حسین لڑکیوں کو رخصت ہوتا دیکھنے لگے جو دعا میں شریک ہوئی تھیں۔ وہ سنگمترا کو بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ڈرتے تھے اس کی صورت دیکھتے ہی ان کے دل پر تیر سا لگتا تھا۔ جب آنکھیں ٹکرا جاتی تھیں تو بجلی سی گر پڑتی تھی۔

سنگمترا کے چہرے سے بڑا ہی بھولا پن ٹپکتا تھا۔ حوروں جیسی معصومیت ظاہر ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے حسن اور حسن کی حشر خیزیوں سے بالکل ہی واقف نہیں۔ مست شباب ہونے پر بھی اپنے آپ کو بچہ سمجھتی ہے۔

جب لڑکیوں کی زیادہ تعداد وہاں سے چلی گئی تو سنگمترا نے پیشوا کے پاس آ کر کہا: "کیا مجھے بھی جانے کی اجازت ہے؟"

الیاس نے اس کی شیریں اور سریلی آواز سنی۔ انہوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ حوروں جیسی شان سے کھڑی تھی۔ اس کی نگاہیں الیاس پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے دیکھتے ہی اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور الیاس کچھ مضطرب ہو گئے۔

پیشوا نے کہا "تم جا سکتی ہو بیٹی۔"

معلوم ہوتا تھا سنگمترا ابھی وہاں سے جانا نہیں چاہتی۔ اس نے کہا۔ "پیشوا آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

پیشوا:۔ اس وقت نہیں بیٹی! میں تم سے دوپہر کے وقت گفتگو کروں گا۔

سنگمترا نے پھر الیاس کو دیکھا۔ پھر نگاہیں چار ہوئیں۔ اس نے شرما کر آنکھیں نیچی کر لیں۔ الیاس لڑکھڑا گئے۔

سنگمترا نے پیشوا کو سلام کیا اور آہستہ آہستہ روانہ ہوئی۔ الیاس کی نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگیں۔ وہ اسے دیکھتے ہی کچھ ایسے محو ہوئے کہ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ پیشوا انہیں دیکھ رہے ہیں۔ پیشوا نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیا دیکھ رہے ہو نوجوان۔"

الیاس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ کچھ شرمائے۔ اور کہا "میں اس لڑکی کو دیکھ رہا

تھا۔"

پیشوا:۔ جانتے ہو یہ کون ہے؟

الیاس:۔ سنا ہے یہ مہاراجہ کابل کی لڑکی ہے۔

پیشوا:۔ اور اس دھار میں پہلی مرتبہ آئی ہے۔ آؤ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

پیشوا آگے چلے۔ الیاس ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ دونوں دوسرے کمرے میں پہنچے۔ پیشوا مسند پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے الیاس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ پیشوا نے کہا "نوجوان! میں تم سے جو کچھ دریافت کروں تم اس کا سچ سچ جواب دینا۔"

الیاس:۔ میں سچ ہی جواب دوں گا۔

پیشوا:۔ کیا تم عرب ہو؟

الیاس:۔ ہاں میں عرب ہوں۔

پیشوا:۔ اور مسلمان ہو؟

الیاس تذبذب میں پڑ گئے۔ اس کا کیا جواب دیں۔ اگر سچ بتاتے ہیں تو گرفتاری کا اندیشہ۔ غلط بتاتے ہیں تو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ وہ خاموش ہو گئے۔ پیشوا نے کہا "تم نے سچ جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

الیاس:۔ بے شک۔ یہ میری کمزوری تھی کہ میں خاموش ہو گیا۔ میں واقعی مسلمان ہوں۔

پیشوا:۔ تم بھیس بدل کر دھار میں کیوں آئے؟

الیاس:۔ یہ دیکھنے کہ یہاں کیا ہونے والا ہے۔

پیشوا:۔ جانتے ہو اس جرم کی کیا سزا ہے؟

الیاس:۔ میں جانتا تو نہیں مگر سمجھتا ہوں کہ اس جرم کی سزا موت ہو گی۔

پیشوا:۔ تم نے ٹھیک سمجھا۔ یہ بھی جانتے ہو تم نے دھار کو ناپاک کر دیا ہے۔

الیاس:۔ معاف کیجئے میں دھار میں جا کر خود ہی ناپاک ہو گیا ہوں۔

پیشوا:۔ تم جاسوس ہو؟

الیاس:۔ آپ جو چاہیں سمجھ لیں۔ لیکن میں یہاں آیا تھا اس لئے کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے؟

پیشوا:۔ پھر تم نے کیا دیکھا□

الیاس:- میں نے دیکھا کہ مسلمانوں پر فتح پانے کی دعا مانگی گئی ہے۔

پیشوا:- کیا مسلمان کابل پر حملہ کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔

الیاس:- نہیں۔

پیشوا:- پھر تم یہاں جاسوسی کرنے کیوں آئے؟

الیاس:- ہمیں یہ معلوم ہوا تھا کہ مہاراجہ کابل مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

پیشوا:- میں تم سے صاف طور پر کہتا ہوں کہ یہ سچ ہے۔ کیا تم ایک بات اور بتاؤ گے؟

الیاس:- جو بات معلوم ہو گی بتا دوں گا۔

پیشوا:- جاسوسی کے لئے تم کیوں آئے۔ کیا تمہیں یہاں کابل کی سیاحت کا شوق کھینچ لایا یا سنگھمترا کے حسن کی شہرت لائی؟

الیاس:- ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات مجھے یہاں لانے کی محرک نہیں ہوئی۔ میں یہاں اپنے چچا کو تلاش کرنے آیا ہوں۔

پیشوا:- تمہارے چچا یہاں کب آئے؟

الیاس:- بہت عرصہ ہوا۔ جب میں نا سمجھ بچہ ہی تھا کہ وہ یہاں آئے تھے۔

پیشوا:- آخر کس قدر عرصہ ہوا؟

الیاس:- چودہ برس کے قریب ہوئے۔

پیشوا:- کیا نام تھا تمہارے چچا کا؟

الیاس:- ان کا نام رافع تھا۔

پیشوا چونک پڑے۔ انہوں نے کہا "کیا تمہارا نام الیاس ہے؟"

الیاس اپنا نام سن کر سخت متعجب ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں میرا نام الیاس ہی ہے۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

پیشوا:- میں اس دھار کا پیشوا ہوں۔ ہم پیشواؤں کو ایسی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

الیاس کو یقین نہیں آیا۔ انہوں نے کہا۔ "آپ بزرگ ہیں۔ آپ کی بات کا یقین ہی کر لینا چاہئے لیکن یہ بات دل کو نہیں لگی۔"

پیشوا:- میں بھی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ تمہاری والدہ نے تمہیں آنے کی کیسے اجازت دے دی؟

الیاس:- میری والدہ میرے چچا سے بیٹے سے زیادہ محبت کرتی تھیں وہ انہیں اب تک

نہیں بھولیں۔

پیشوا:- وہ بڑی اچھی خاتون ہیں۔ کیا تم اپنے چچا ہی کو تلاش کرنے آئے تھے؟"

الیاس:- چچا کو بھی اور منگیتر کو بھی۔

پیشوا:- "تمہاری منگیتر یہاں کہاں آ گئی؟"

الیاس:- میرا قصہ عجیب ہے۔ مختصراً عرض کرتا ہوں۔ میرے چچا رافع کی ایک لڑکی راجہ تھی۔ اس ملک کی ایک عورت وہاں گئی تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے آئی چچا اسے تلاش کرنے آئے میں ان دونوں کو ڈھونڈنے آیا ہوں۔

پیشوا:- بڑی دلیری کی تم نے۔ تمہیں ان دونوں میں سے کسی کا پتہ چلا۔

الیاس:- ابھی تک نہیں چلا۔

پیشوا:- تم اپنی منگیتر کو پہچانتے ہو؟

الیاس:- وہ چھوٹی عمر میں اغوا کر لی گئی تھی نہ میں اسے پہچانتا ہوں، نہ وہ مجھے پہچان سکتی ہے۔

پیشوا:- تب تم فضول تکلیفیں اٹھا کر یہاں تک آئے۔

الیاس:- خدا کے بھروسے پر چلا آیا ہوں۔ وہی میری مدد کرے گا۔

پیشوا:- خدا نے تمہاری کوئی مدد نہیں کی۔ تمہارا راز کھل گیا اور اب تمہیں اس کی سزا ملے گی۔

الیاس:- یہ بھی خدا کی مرضی۔

پیشوا:- صرف ایک صورت ایسی ہے کہ تم سزا سے بچ جاؤ۔

الیاس:- کیا؟

پیشوا:- پہلے یہ بتاؤ تم نے سنگھمترا کو دیکھا ہے؟

الیاس:- اچھی طرح دیکھا ہے۔

پیشوا:- تم اسے پسند کرتے ہو؟

الیاس:- کون اسے پسند نہ کرے گا۔

پیشوا:- میں تمہیں سزا سے بچا سکتا ہوں اور اس بات کی کوشش کرنے کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ سنگھمترا تم سے بیاہ دی جائے گی اگر تم بدھ مت اختیار کر لو۔

الیاس:- یہ ناممکن ہے۔

پیشوا:- اچھا بدھ مت اختیار نہ کرو۔ بدھ کو سجدہ کرو۔

جب دن چھپ گیا تب انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اس وقت کافی اندھیرا پھیل گیا۔ جب سے وہ اس کوٹھری میں آئے تھے کوئی ان کے پاس نہیں آیا تھا۔ انہیں خیال تھا کہ وہ انہیں بھوکا اور پیاسا رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں پیاس تو نہیں تھی' البتہ بھوک معلوم ہونے لگی۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ ابھی وہ نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک شخص شمع رکھ کر واپس جانے لگا۔ انہوں نے اس سے کہا۔ "یہ روشنی کیوں کر دی۔ مجھے اندھیرا نہیں معلوم ہوتا۔"

اس آدمی نے جواب دیا۔ "تم سے باتیں کرنے کے لئے راجکماری آنے والی ہیں۔"

الیاس:۔ راج کماری کون؟

وہی شخص:۔ تم راجکماری کو نہیں جانتے۔ مہاراجہ کابل کی پتری۔

الیاس:۔ کیا سنگھمترا؟

شخص:۔ جی ہاں۔

وہ آدمی چلا گیا۔ الیاس سوچنے لگے کہ شاید پیشوا نے سنگھمترا کو بھیجا ہے۔ وہ رہزن صبر و قرار ایمان پر ڈاکہ ڈالنے آ رہی ہے۔ وہ ان سے ضرور تبدیلی مذہب کی درخواست کرے گی۔ انہوں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ اس حور وش کی محبت کے نقوش اس میں دیکھے۔ انہوں نے دعا مانگی "الٰہی مجھے اس عذاب میں گرفتار نہ کر۔ محبت عذاب ہی تو ہے۔ میری مدد کر اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ہی عبادت کرتا رہوں۔ سوائے تیرے کسی دوسرے کو سجدہ نہ کروں۔"

یہ دعا مانگ کر وہ بیٹھے ہی تھے کہ ہلکے قدموں کی چاپ ہوئی۔ سنگھمترا کے آنے کے خیال سے ہی ان کا دل دھڑکنے لگا۔ انہوں نے دروازہ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پری چہرہ سنگھمترا کوٹھری میں داخل ہوئی۔ اس کے بڑھتے ہوئے حسن کی وجہ سے شمع جھلملانے لگی۔ اس کے حیات بخش لبوں پر دلفریب تبسم تھا۔

الیاس نے اس کے رخ زیبا پر نظر ڈالی۔ اس نے بھی ان کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال دیں۔ الیاس کچھ کھو سے گئے۔ وہ بڑی بے تکلفی کے ساتھ ان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ اور نہایت ہی شیریں لہجہ میں بولی۔ "تم نے دھوکہ کیوں دیا؟"

الیاس:۔ "میں نے دھوکا نہیں دیا۔ نہ دھوکہ دینے کی میری عادت ہے۔"

سنگھمترا:۔ تم مسلمان ہو۔ بھیس بدل کر دھار میں کیوں گئے؟

الیاس:۔ سچ یہ ہے کہ میں نے یہ بھیس تمہیں دیکھنے کے لئے بدلا تھا۔

سنگھمترا:۔ اگر یہ سچ ہے تو اب مذہب بھی بدل لیجئے۔

الیاس:۔ مذہب کے متعلق ——

"میرا مشورہ ہے" سنگھمترا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "قبل اس کے کہ تم اپنا خیال ظاہر کرو۔ میں یہ بتا دوں کہ اگر تم مذہب تبدیل کر لو گے تو جو پیشوا نے تم سے کہا ہے وہ ہو گا۔ تمہارے لئے دنیا کی تمام مسرتیں مہیا کی جائیں گی اور اگر تم نے انکار کیا تو نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔

الیاس:۔ یہ میں سن چکا ہوں۔ اب تمہاری زبان سے بھی سن لیا۔ دنیا کی راحتیں اور دنیا کی مسرتیں چند روزہ ہیں۔ جب موت آ جائے گی سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس دنیا میں جس نے نیک کام کئے خدا کو پہچانا۔ اس کے احکام کی تعمیل کی آخرت میں اسے اس کے نیک اعمال کا صلہ ملے گا۔ جنت میں داخل ہو گا۔ اس جنت میں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جس میں راحت ہی راحت ہے۔ اس میں دلکش خوشنما باغیچے ہیں۔ نہایت عمدہ اور بڑے آرام دہ مکانات ہیں۔ لذیذ و خوش ذائقہ میوے ہیں۔ نظر فریب سبزہ زار ہیں۔ ان سبزہ زاروں میں چشمے اور سفید پانی کے چشمے رواں ہیں۔ وہاں نہ زیادہ گرمی ہے نہ اتنت درجہ سردی ہے۔ موسم خوشگوار رہتا ہے ——

سنگھمترا نے قطع کلام کر کے کہا "تم شاید اپنے مذہب کے مبلغ ہو۔"

الیاس:۔ نہیں۔ مگر ہر مسلمان اپنے مذہب کا عالم ہے اور مبلغ بھی۔ ہم خدا کا کلام پڑھتے اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

سنگھمترا:۔ جانتے ہو۔ میں تمہارے پاس کس لئے آئی ہوں؟

الیاس:۔ میں غیب داں نہیں ہوں۔ لیکن جو بات تم نے کہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دینے آئی ہو۔

سنگھمترا:۔ میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تم نے دھار کو ناپاک کر دیا ہے اس کی سزا موت ہے۔

الیاس:۔ مگر میں نے سنا ہے کہ بدھ جی نے ہر جاندار پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے۔

سنگھمترا:۔ لیکن مجرم کو سزا دینے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر مجرموں کو سزا نہ دی جائے تو دوسروں کو عبرت نہ ہو۔ اور جرموں کی تعداد بڑھ جائے۔

الیاس: اگر مجھے مجرم قرار دیا جاتا ہے تو میں سزا بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوں۔

شگفتہ: کیا تم جانتے ہو کہ دنیا میں سب سے عزیز چیز زندگی ہے؟

الیاس: میں سب سے عزیز چیز مذہب کو سمجھتا ہوں۔

شگفتہ: سنا کرتی تھی کہ مسلمان بڑے ضدی ہوتے ہیں۔ آج خود دیکھ رہی ہوں۔ تم یہاں آئے کیوں؟

الیاس: اپنے چچا اور چچا کی بیٹی تلاش کرنے۔

شگفتہ: کیا تمہارے چچا اور چچا کی بیٹی تم سے ناراض ہو کر چلے آئے تھے؟

الیاس: نہیں میرے چچا کی بیٹی کو تمہارے مذہب کی ایک عورت بھگا کر لے آئی تھی اور چچا اسے تلاش کرنے آئے تھے۔

شگفتہ: کتنا عرصہ ہوا اس بات کو؟

الیاس: پندرہ برس ہو گئے۔

شگفتہ: لو اتنے عرصہ کے بعد تم انہیں تلاش کرنے آئے ہو۔ بڑی غلطی کی تم نے۔ وہ زندہ کہاں ہوں گے۔

الیاس: میرا دل کہتا ہے وہ زندہ ہیں۔

شگفتہ: میں یقین دلاتی ہوں کہ کابل کی قلمرو میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔

الیاس: مجھے اس عورت کا پتہ مل گیا ہے جو میری منگیتر کو اغوا کر کے لائی تھی۔

شگفتہ: (مسکرا کر) اچھا تم اپنی منگیتر کو تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ شاید کہ بہت خوبصورت ہو گی۔

الیاس: جی ہاں۔

شگفتہ: تم نے اس عورت سے نہیں پوچھا؟

الیاس: جب میں اس سے ملا تھا تو وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

شگفتہ: کیا پاگل ہو گئی ہے؟

الیاس: نہیں یا تو وہ بیمار ہو گئی ہے یا اسے کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔

شگفتہ: مجھے تم سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔

الیاس: تمہارا شکریہ!

شگفتہ: میں چاہتی ہوں کہ تم زندہ رہو۔

الیاس: میرے اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہاں خدا چاہے گا تو زندہ رہوں گا۔

شگفتہ: اگر تم بدھ مذہب قبول کر لو تو کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

الیاس: تم شاید اس بات کو نہیں سمجھتی ہو کہ موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔ میری موت اپنے وقت پر آئے گی کوئی اسے نہ روک سکے گا۔

شگفتہ: اس ملک میں میرے پتا (باپ) مہاراجہ کا حکم چلتا ہے اور پتا میرا کہنا مانتے ہیں۔ میں تمہیں بچا سکتی ہوں۔

الیاس: بچا سکتی ہو لیکن بچا نہ سکو گی۔ کیونکہ میں اپنا مذہب نہ بدلوں گا۔

شگفتہ: بڑے ضدی ہو۔ کاش میں تمہیں نہ دیکھتی۔ میں پیشوا سے اجازت لے کر تم سے ملنے آئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ تم میرا کہنا مان لو گے۔ مجھے تمہارے مارے جانے کا بڑا صدمہ ہو گا۔

الیاس: زمانہ اس صدمہ کو دور کر دے گا۔

شگفتہ: زندگی بھر یہ صدمہ باقی رہے گا۔ مان جاؤ میری دنیا کو تاریک نہ کرو۔

الیاس: شگفتہ! سنو۔ میں صفائی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ بے پناہ محبت لیکن افسوس میں مذہب نہیں بدل سکتا۔

شگفتہ مغموم ہو گئی۔ اسی وقت ایک لڑکی داخل ہوئی۔ اس نے کہا۔ "وقت ختم ہو گیا۔" پیشوا کا حکم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کی بات مان لی ہے تو انہیں ساتھ لے چلئے۔ نہیں مانی تو چھوڑ دیجئے۔

شگفتہ: افسوس انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اس نے الیاس پر ایک نگاہ ڈالی اور وہاں سے چلی گئی۔

بیسواں باب

اقرار

جب سگمترا چلی گئی تو الیاس فکر و تذبذب میں پڑ گئے۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھے پھر قدموں کی چاپ ہوئی۔ انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہی لڑکی جو سگمترا کے پاس وقت ختم ہونے کا پیغام لائی تھی آئی۔ وہ کھانے کا تھال لئے ہوئے تھی۔ اس نے تھال الیاس کے سامنے رکھ دیا اور کہا "سگمترا نے تمہارے لئے کھانا بھیجا ہے"

الیاس:۔ ان کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے اب بھوک نہیں رہی ہے۔

لڑکی:۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر آپ نے میری اور کوئی بات نہیں مانی تو یہ ضرور مان لیجئے کھانا کھا لیجئے۔

الیاس:۔ یہ بات میں ضرور مان لوں گا۔

انہوں نے کھانا کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو لڑکی نے کہا "آپ نے راجکماری کی بات کیوں نہ مان لی؟"

الیاس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی تو خیرہ حسین تھی۔ انہوں نے کہا "راجکماری نے وہ بات چاہی جسے میں مرتے دم تک قبول نہیں کر سکتا۔"

لڑکی:۔ جانتے ہیں وہ کیسے آپ کے پاس آئی تھی؟

الیاس:۔ شاید پیشوا نے بھیجا تھا۔

لڑکی:۔ نہیں۔ راجکماری نے خود پیشوا کی خوشامد کر کے اجازت حاصل کی تھی۔ بات یہ ہے کہ انہیں آپ سے پریم ہو گیا ہے۔

الیاس:۔ یہ ان کا حسن ظن ہے ورنہ کہاں میں ایک مفلس غریب۔ کہاں وہ راجکماری۔ پھر اس قدر حسین و نازنین کہ چشم فلک نے بھی آج تک نہ دیکھی ہو گی۔

لڑکی:۔ تمہیں بھی ان سے پریم ہے۔

الیاس:۔ اب یہ ذکر ہی فضول ہے۔

لڑکی:۔ سنا کرتی تھی کہ مسلمان بڑے کٹھور ہوتے ہیں اب خود دیکھ رہی ہوں۔

الیاس:۔ مسلمان سخت دل نہیں ہوتے۔ نہایت نرم دل ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمان مذہب

تبدیل نہیں کر سکتا۔

لڑکی:۔ محبت میں سب کچھ ہو جاتا ہے۔

الیاس:۔ مسلمان پہلے خدا سے محبت کرتا ہے اور پھر اور کسی سے۔

لڑکی:۔ اگر تم نے راجکماری کی بات نہ مانی تو شاید انہیں اپنی زندگی کا بلیدان دینا پڑے گا!

الیاس:۔ ان سے کہہ دینا کہ میں چراغ سحری ہوں۔ میرے جرم کی سزا موت ہے۔ میں موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ میرے لئے اپنی جان کی قربانی نہ دیں۔ میری درخواست ہے کہ وہ زندہ رہیں۔

لڑکی:۔ میں تمہارا پیغام پہنچا دوں گی۔

لڑکی چلی گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ الیاس نے چاہا کہ شمع گل کر دے مگر پھر کچھ سوچ کر رک گئے۔ کوٹھری میں معمولی فرش پڑا ہوا تھا۔ وہ اسی پر پڑ گئے۔ ان کے دل میں سگمترا کا خیال تھا۔ اس کی بھولی صورت ان کے دل پر نقش تھی۔ وہ دیر تک کروٹیں لیتے رہے۔ نہ معلوم کب اور کس طرح انہیں نیند آ گئی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنی دیر سوئے کہ کسی نے ان کا بازو جھنجھوڑا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ دیکھا تو وہی لڑکی سامنے ہے جو کھانا لے کر آئی تھی۔ الیاس نے کہا "کیا بات ہے؟"

لڑکی:۔ راجکماری آئی ہیں۔

الیاس نے راجکماری کو اب تک نہیں دیکھا تھا۔ اب نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ لڑکی کے پیچھے کھڑی تھی۔

الیاس نے کہا "زہے قسمت آپ تشریف لائیں۔ آئیے آئیے۔"

راجکماری شرماتی لجاتی بڑھی اور الیاس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے بیٹھتے ہی کہا "کیا بے فکری کی نیند سو رہے تھے۔"

الیاس:۔ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ یہ تو جیل خانہ ہی تھا۔

سگمترا:۔ لیکن مجھے نیند نہیں آئی۔

الیاس:۔ تم دنیائے مسرت میں جھولا جھول رہی ہو۔ تمہیں نہ جاگنے کی پرواہ نہ نیند کا خیال۔

سگمترا:۔ ٹھیک ہے۔ یہ سچ ہے کہ تمہارے دیار میں آنے سے پہلے میں مسرت کی دنیا

میں راحت کا بھولا بھول رہی تھی۔ لیکن اب تم کی دنیا میں وردو کرب کے پہاڑ کے نیچے دبی جا رہی ہوں۔ مجھے یہ شکوہ نہیں کہ تم نے میری بات نہیں مانی۔ اگر تم میری بات مان لیتے تو راحت و مسرت دو چند ہو جاتے۔ میں یہ سمجھا کرتی تھی کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو میری بات نہ مانے ہیں جسے جو اشارہ کروں گی وہ حکم کی تعمیل کرے گا۔ بھگوان نے میرا غرور ریزہ ریزہ کر دیا مجھے پہلے ہی وہ ٹھوکر لگی کہ سارا غرور خاک میں مل گیا۔ تم میری بات نہیں مانتے نہ مانو مجھے حکم دو میں تعمیل کروں گی۔

الیاس :۔ راجکماری ایک مفلس عرب سے ایسی باتیں کر کے اسے شرما رہی ہو میں نے جب تمہارے حسن کی تعریف سنی تھی اور دل میں تمہاری دید کا اشتیاق پیدا ہوا تھا۔ اسی وقت مشتاق دل کو یہ بتا دیا تھا کہ وہ راجکماری ہے اور دنیائے حسن کی ملکہ ہے اس کے حضور میں تجھے لے کر چل تو رہا ہوں لیکن اپنی بساط سے آگے پاؤں نہ بڑھانا اور جب تمہیں دیکھا تو تم مجھ پر چھا گئیں۔ تمہاری محبت رگ رگ میں پیوست ہو گئی۔ تب اپنی اس حماقت پر بہت زیادہ افسوس ہوا کہ کیوں حسن کی سرکار میں آیا۔ کیوں نہ پہلے ہی یہ غور کر لیا کہ تو کون ہے اور وہ کیا ہے۔ راجکماری! مجھے شرمندہ نہ کرو۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ تم آفتاب ہو اور میں ذرۂ بے مقدار۔ تم حسن و جمال کی ملکہ ہو اور میں معمولی عرب میں حکم دینا تو درکنار تم سے درخواست بھی نہیں کر سکتا۔ کس منہ سے درخواست کروں میری بساط ہی کیا۔

سنگھمترا :۔ اور کچھ کہہ لو۔ شاید عرب باتیں بنانا زیادہ جانتے ہیں۔

الیاس :۔ بخدا! عربوں کو باتیں بنانی آتیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔

سنگھمترا :۔ تم نے کیا پیغام بھیجا تھا؟

الیاس :۔ یہی کہ میں ایک مجبور و بیکس انسان ہوں موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ خدا کے لئے تم میرے لئے کوئی قربانی نہ کرنا۔

سنگھمترا :۔ تم دل میں ضرور کہو گے کہ کیسی بے حیا اور جذباتی لڑکی ہے کہ ایک ہی ملاقات میں یہ ذلیل۔ مجھے خود اپنی حالت پر تعجب ہے۔ واقعی میں ایسی نہ تھی جس کی طرف میں آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتی تھی وہ فخر کرتا تھا اور جس سے گفتگو کر لیتی تھی وہ سمجھ لیتا تھا کہ دنیا کی دولت اسے مل گئی ہے کسی کی طرف دیکھنے اور کسی سے باتیں کرنے کو میرا دل نہ

چاہتا تھا مگر تمہیں دیکھ کر مجبور ہو گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں عرصہ سے تم سے واقف ہوں۔ میں پریم کو بالکل نہ جانتی تھی۔ تمہیں دیکھ کر پریم کا بھی سبق پڑھ لیا الیاس! ابھی وقت ہے۔ ضد نہ کرو۔ میری قربانی نہیں چاہتے تو میری بات مان لو۔

الیاس :۔ سنگھمترا! میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کر سکتا ہوں۔ لیکن اس بات کے ماننے سے مجبور ہوں۔

سنگھمترا :۔ اچھا تو مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔

الیاس :۔ میرا ایک راز ہے جو میں تم پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔ پیشوا کو صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن میں مسلمان ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں وہ بھی تم پر ظاہر کئے دیتا ہوں اور اس بات کا بھی اقرار تم سے نہیں لیتا کہ تم اسے ظاہر نہ کرنا البتہ یہ لڑکی ....

سنگھمترا ان کے چہرہ کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "اسے میری سکھی سمجھو یا بہن۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ میری رازدار ہے۔"

الیاس :۔ اچھا تو سنو! میں اسلامی سلطنت کا جاسوس ہوں۔

سنگھمترا سخت متعجب ہوئی۔ اس نے کہا "تم جاسوس ہو؟"

الیاس :۔ ہاں میں جاسوس ہوں۔ امیر المومنین کو جو مسلمانوں کے شہنشاہ ہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ مہاراجہ کابل مسلمانوں پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں یہ بات معلوم کرنے کے لئے بھی آیا ہوں۔

سنگھمترا :۔ تم نے کیا معلوم کیا؟

الیاس :۔ یہی کہ مہاراجہ کابل مسلمانوں پر حملہ کرنے والے ہیں۔

سنگھمترا :۔ یہ سچ ہے۔ اس دھار میں مسلمانوں پر فتحیابی کی دعا مانگی گئی ہے۔

الیاس :۔ اگر میں یہاں سے رہا ہو گیا تو وطن جا کر اسلامی فوج کے ساتھ یہاں آؤں گا اور تمہیں شان کے ساتھ لے جاؤں گا۔

سنگھمترا :۔ وعدہ کرتے ہو کہ پھر آؤ گے۔

الیاس :۔ وعدہ کرتا ہوں۔ انشاء اللہ ضرور آؤں گا۔

سنگھمترا :۔ مجھے اطمینان ہو گیا تب موقع ہے کہ میں تمہیں اس وقت یہاں سے نکال

دوں۔

الیاس:۔ لیکن شہر سے باہر کس طرح نکلوں گا۔

سنگمترا:۔ میری دینا تمہیں شہر سے باہر کر آئے گی۔" اس کے ساتھ جو لڑکی تھی اس کا نام دینا تھا۔

دینا نے کہا "ہاں میں اس خدمت کو انجام دے لوں گی۔"

سنگمترا:۔ اچھا اب میں اجازت چاہتی ہوں۔ تھوڑی دیر میں دینا تمہارے پاس آئے گی۔

سنگمترا اٹھی اور چلی گئی۔ الیاس بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے۔ وقت گزرتا رہا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ انہیں مایوسی ہونے لگی۔ انہوں نے پھر پڑ جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت دینا آئی۔ اس نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ شمع گل کر دی اور الیاس کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ چلی۔

اکیسواں باب

رہائی

دینا اور الیاس دونوں نہایت خاموشی اور احتیاط سے کوٹھری سے نکلے اور دبے قدموں چلے۔ ابھی تک دینا کے نرم و نازک ہاتھ میں الیاس کا ہاتھ تھا۔ اس نے ان کے کان کے پاس اپنا منہ لے جا کر سرگوشی کے لہجہ میں کہا "بالکل خاموش رہنا۔ نہ کچھ کہنا۔ نہ کچھ پوچھنا۔"

دینا حسین و نوجوان تھی۔ الیاس اس چاہتے تھے وہ ان سے الگ رہے انہوں نے اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا اس نے اور دبا لیا اور ان کے منہ کے پاس اپنا منہ لے جا کر کہا "تمہارے ہاتھ میں لعل نہیں ہے؟ میں چھین لوں گی۔ یوں ہی چلے چلو۔"

اگر کوئی اور ہوتا تو اس نازنین کا منہ چوم لیتا لیکن الیاس مسلمان تھے اور مسلمان جانتے ہیں کہ یہ باتیں گناہ میں داخل ہیں اس لئے ان کے دل میں اس قسم کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔

رات اندھیری تھی۔ نہ معلوم کن راستوں سے چل کر دینا انہیں شہر سے باہر لائی۔ اس نے انہیں ایک تھیلی دے کر کہا "یہ تھیلی راجکماری نے دی ہے اس میں کچھ نقدی

ہے۔ راستہ میں کام آئے گی۔"

الیاس نے لے لی اور کہا "سنگمترا سے شکریہ ادا کرنے کے بعد کہہ دینا کہ انشاء اللہ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔"

دینا:۔ راجکماری نے یہ بھی کہا تھا کہ تم انہیں بھول نہ جانا۔

الیاس:۔ کہہ دینا کہ میں ان کا اس قدر مشکور اور زیر بار احسان ہوں کہ کبھی نہ بھولوں گا۔

دینا:۔ اچھا بھگوان تمہاری سہائتا کریں۔

وہ ان کا ہاتھ چھوڑ کر چلی گئی۔ الیاس آگے بڑھے۔ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ناہموار پہاڑی راستہ تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے اور سنبھل سنبھل کر قدم رکھتے چلنے لگے۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کسی نے پیچھے سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چلتے تھے ایک دم چونک پڑے۔ مگر فوراً ہی انہیں محسوس ہوا کہ ہاتھ مردانہ نہیں زنانہ ہے۔ انہوں نے گھوم کر دیکھا۔ کملا کھڑی ہے بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "تم کہاں؟"

کملا:۔ جہاں تم۔

الیاس:۔ آخر تم کیسے یہاں آگئیں۔

کملا:۔ میرے سامنے چیتوا نے تمہیں قید کیا تھا۔ میں نے اسی وقت سے تمہاری رہائی کی تدبیریں سوچنی شروع کر دی تھیں۔ رات کو میں نے راجکماری اور دینا کو تمہارے پاس جاتے دیکھا۔ مجھے ملال بھی ہوا اور رشک بھی۔ کیونکہ تمہیں میں رہا کرانا چاہتی تھی میں نے تدبیر بھی کر لی تھی۔ جب وہ دونوں چلی گئیں تب میں اپنی تدبیر پر کاربند ہوئی تو دیکھا کہ دینا تمہیں اپنے ساتھ لئے جا رہی ہے میں بھی پیچھے لگ لی۔ جب وہ تمہیں یہاں پہنچا کر واپس لوٹ گئی تب میں تمہارے پاس آئی۔

الیاس:۔ میں تمہارا بھی شکرگزار ہوں کہ تم نے میری رہائی کے لئے کوشش شروع کر دی تھی۔

کملا:۔ اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے۔

الیاس:۔ ذرنج میں۔ شاید وہاں میرے ساتھی موجود ہوں۔

کملا:۔ تمہارے ساتھی یہیں آگئے ہیں۔

الیاس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا "کہاں ہیں وہ؟"

کملا:۔ اتفاق سے مجھے ان کے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ میں جانتی تھی کہ تمہاری گرفتاری

کی خبر کچھ لوگوں کو ہو گئی ہے اگر تمہارے ساتھی شہر کے قریب آئے تو کہیں وہ بھی گرفتار
نہ کر لئے جائیں اس لئے میں ان کے پاس گئی اور انہیں ایک کھنڈ میں چھپا آئی۔
الیاس :۔ یہ تم نے ان کے ساتھ بڑا ہی احسان کیا۔ انہوں نے مجھے تو نہیں پوچھا تھا؟
کملا :۔ کیوں نہ پوچھتے۔ سب سے پہلے انہوں نے تمہیں ہی پوچھا۔ جب میں نے انہیں
بتایا کہ تم گرفتار ہو گئے ہو تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ وہ اسی وقت حملہ کرنے کو تیار ہو گئے۔
میرے سمجھانے سے باز رہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ تم لوگوں میں آپس میں کس
قدر محبت ہے۔
الیاس :۔ مسلمانوں میں اخوت اور محبت بہت زیادہ ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا
بھائی ہے۔
کملا :۔ یہی بات ہے۔ اس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا ہے۔
الیاس :۔ اچھا چلو مجھے اس کھنڈ میں لے چلو جہاں میرے ساتھی چھپے ہوئے ہیں۔
کملا :۔ آؤ۔

وہ انہیں لے کر ایک کھنڈ میں پہنچی۔ آدھی رات سے زیادہ آ چکی تھی۔ پہاڑ خاموش
تھے۔ چٹانیں خاموش تھیں۔ آسمان سے پہاڑ تک سکوت چھایا ہوا تھا الیاس نے قدرے
فاصلہ پر پتھروں کے ڈھیر لگے دیکھے۔ جب وہ بڑھ کر ان کے پاس گئے تو گھوڑے ہنہنائے۔
ان گھوڑوں کے پاس سلمیٰ وغیرہ تھے۔ وہ جاگ گئے اور جلدی سے اٹھ بیٹھے۔ الیاس نے
دور سے کہا "میں ہوں الیاس" سلمیٰ نے کہا "خوش آمدید۔ آجاؤ۔"

الیاس اور کملا ان کے پاس پہنچ گئے۔ سلمیٰ۔ عباس اور مسعود تینوں انہیں دیکھ کر بہت
خوش ہوئے۔ ان کی رہائی پر انہیں مبارکباد دی۔ ان کے ساتھ کملا کو دیکھ کر وہ یہ سمجھے کہ
وہی انہیں رہا کرا کر لائی ہے۔ سلمیٰ نے کہا "اس لڑکی نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس
نے ہمارے پاس آ کر ہمیں تمہاری گرفتاری کا حال سنایا اور ہمیں یہاں لا کر چھپا دیا۔ یہی
شاید تمہیں بھی رہا کرا کر لائی ہے۔"
الیاس :۔ نہیں۔ مجھے خود راجکماری سنگمترا نے رہا کرایا ہے۔ البتہ اس نے مجھے تمہارا
پتہ دیا اور یہاں تک رہبری کی۔

کملا نے کہا "میں نے ان کی رہائی کی تدبیر کر لی تھی لیکن مجھ سے پہلے ہی راجکماری
نے انہیں رہا کرا دیا۔"
سلمیٰ :۔ راجکماری کے دل میں کیا آئی؟

کملا :۔ یہ انہیں ہی معلوم ہو گا۔
الیاس :۔ شروع رات میں وہ میرے پاس آئی تھی۔ مجھے اپنے مذہب میں داخل کرنے کی
ترغیب دینے لگی۔ جب میں نے انکار کیا تو وہ چلی گئی اور اس نے اپنی ایک سہیلی کو بھیج کر
مجھے رہا کرا دیا۔
سلمیٰ :۔ یہ سب خدا کا فضل و کرم ہے۔

الیاس نے کملا سے کہا "میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میں مسلمان ہوں تم نے
کیسے سمجھ لیا اور کیسے جان لیا کہ یہ لوگ میرے ساتھی ہیں۔"
کملا :۔ جب دھار میں پیشوا نے تمہیں روکا تو میں سمجھ گئی کہ وہ تم سے مشکوک ہو گئے
ہیں۔ میں جانتی تھی وہ ایسے لوگوں سے دوسرے کمروں میں جا کر تنہا باتیں کیا کرتے ہیں۔
میں جلدی سے اس کمرے میں جا کر ایسی جگہ چھپ گئی جہاں سے تمہاری باتیں سن سکوں۔
تھوڑی ہی دیر میں پیشوا تمہیں وہاں لے کر آ گئے اور انہوں نے گفتگو شروع کر دی۔ جب
تم نے بتایا کہ تم عرب ہو اور مسلمان ہو تو فوراً میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ تم جاسوس
ہو۔ جب تم نے پیشوا کو بتایا کہ تم اپنے چچا اور اپنی منگیتر کو تلاش کرنے آئے ہو تو میں
تذبذب میں پڑ گئی۔ پھر پیشوا نے تمہیں بدھ مت میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ تم نے
انکار کر دیا۔ اس سے مجھے خوشی ہوئی۔ جب تم قید خانے میں بھیج دیئے گئے اور پیشوا وہاں
سے چلے گئے تب میں بت گاہ سے نکلی۔ میرے قدم خود بخود شہر سے باہر کی طرف اٹھ گئے
میں باہر نکل آئی اور دور تک چلی گئی۔ میں نے ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ پہلے تو میں
جھجکی کہ کہیں یہ لوگ مجھے گرفتار نہ کر لیں۔ لیکن پھر ان کے پاس پہنچ ہی گئی اور ان سے
پوچھا۔ "کیا تمہارے ساتھ ایک نوجوان بھی ہیں؟" ان میں سے کسی نے جواب دیا "ہاں
تھے ان کا کیا ہوا۔" میں نے کہا "وہ گرفتار کر لئے گئے" انہیں بڑا افسوس ہوا۔ میں نے ان
سے کہا "اگر تم لوگ شہر کے قریب جاؤ گے تو تم بھی گرفتار کر لئے جاؤ گے۔" ان میں سے
ایک نے کہا "ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہم اپنے ساتھی کی رہائی کی کوشش کریں گے۔"
"میں نے کہا "تم ہرگز انہیں رہا نہ کرا سکو گے۔ مجھ پر اطمینان رکھو۔ میں کوشش کروں
گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم کہیں چھپ جاؤ۔" ان کی سمجھ میں آ گئی۔ میں نے انہیں یہاں لا کر
چھپا دیا۔
سلمیٰ :۔ بے شک اس لڑکی نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر یہ ہمیں چھپ جانے کی
ترغیب نہ دیتی اور تمہیں رہا کرا لانے کا وعدہ نہ کرتی تو ہم جوش میں شہر کے قریب پہنچ

جائے اور خدا جانے پھر کیا ہوتا۔"

الیاس :۔ میں اس نازنین کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔

کملا :۔ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے ان کے (الیاس کی طرف اشارہ کر کے) فرار ہو جانے کا حال جب پیشوا کو معلوم ہو گا تو وہ انہیں گرفتار کرانے کے لئے چاروں طرف سوار دوڑائیں گے ابھی کافی رات باقی ہے۔ ہم صبح ہوتے بہت دور نکل جائیں گے۔

سلمیٰ :۔ نہایت نیک مشورہ ہے۔ تیاری کرو اور چلو۔

یہ سب لوگ اٹھے اور جلدی جلدی گھوڑوں پر اسباب لاد کر خود بھی ان پر سوار ہو گئے۔ ایک گھوڑے پر کملا کو بٹھایا اور سب شہر اورنج کی طرف روانہ ہو گئے۔

بائیسواں باب

الیاس کی حیرت

جب صبح ہوئی تو یہ قافلہ دادر سے بہت دور نکل گیا تھا۔ لیکن اب بھی انہیں تعاقب کا اندیشہ تھا۔ کملا اس نواح کے راستوں سے بخوبی واقف تھی۔ اس نے شاہراہ چھوڑی اور انہیں لے کر ایک غیر معروف راستہ پر روانہ ہوئی۔ چونکہ انہوں نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا اس لئے کئی دن میں اس بستی میں پہنچے جو کملا کا وطن تھا۔ رات کو انہوں نے کملا کی جھونپڑی میں قیام کیا۔ چونکہ وہ کچھ رات گئے وہاں پہنچے اس لئے کسی نے انہیں دیکھا نہیں۔

سلمیٰ نے یہ طے کر لیا کہ پچھلی رات کو وہاں سے روانہ ہو جائیں۔ کملا کا ارادہ ان کے ساتھ چلنے کا تھا لیکن الیاس نے سمجھا دیا کہ اس وقت اس کا چلنا مناسب نہیں۔ وہ عنقریب یہاں آئیں گے اور تب ساتھ لے چلیں گے۔ وہ مان گئی اس نے آدھی رات کو اٹھ کر ان کے لئے ناشتہ تیار کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد یہ سب لوگ بھی اٹھ گئے اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب انہوں نے گھوڑوں پر زین کس لئے تو کملا الیاس کو ناشتہ دینے کے بہانہ سے بلا کر لے گئی اور جھونپڑی کے ایک طرف لے جا کر کہا "تم جا رہے ہو۔ میری خواہش تو تمہارے ساتھ چلنے کی تھی لیکن تم نہ معلوم کس مصلحت سے نہیں لے چلتے۔ میں بھی یہ سوچتی ہوں کہ میرے پتا (باپ) بوڑھے ہیں۔ میرے چلے جانے کا انہیں

صدمہ ہو گا میں ہی دنیا میں آسرا ہوں۔ میرا یہاں ٹھہرنا ہی مناسب ہے۔ لیکن تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔"

الیاس :۔ کملا! تم نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ تمہاری بدولت میں نے شگفتہ کو دیکھا۔ میرے ہمراہیوں کو امن ملا۔ تم نے رہبری کر کے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا ہم سب تمہارے شکر گزار ہیں۔

کملا :۔ میں یہ نہیں سمجھتی تھی کہ تمہیں دادر کی مشہور دھار میں لے جا کر میں اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہی ہوں۔ شگفتہ جو راجکماری ہے اور جس پر کئی راجکمار فریفتہ ہیں جو اپنے حسن پر اس قدر مغرور ہے کہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی تمہیں چاہنے لگی۔ اس بات کا مجھے اعتراف ہے کہ میں شگفتہ جیسی حسین نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ راجکماری نے تم سے کیا وعدہ لیا ہے۔ میں یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ تم مجھے اپنی بہن سمجھنا۔

الیاس :۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنی بہن سمجھوں گا اور تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔

کملا :۔ میں اپنے بھیا کو یاد کرتی رہوں گی۔

الیاس نے وہ تھیلی کھولی جو شگفتہ نے اس کے لئے بھیجی تھی۔ اس میں سونے کے سکے تھے۔ انہوں نے مٹھی بھر کر کملا کو دے کر کہا۔ "بھائی کا تحفہ قبول کرو۔"

کملا نے لے لئے اس کا دل بھر آیا اور وہ الیاس کے شانہ سے لگ کر رونے لگی۔ الیاس نے اسے تسلی دی اور کہا "ہمارے ملک عرب میں کوئی بہن بھائی سے مل کر نہیں رویا کرتی۔"

کملا :۔ میں بھی نہ روتی اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ تم جلد واپس آ جاؤ گے۔

الیاس :۔ اگر خدا نے چاہا تو میں بہت جلد آؤں گا۔

کملا انہیں لے کر جھونپڑی میں آئی اور ناشتہ دے کر دونوں سلمیٰ وغیرہ کے پاس آ گئے۔ یہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ کملا کی لمبی آنکھوں میں پھر آنسو چھلک آئے لیکن اس نے ضبط کیا۔ جب یہ چل پڑے تو اس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ وہ رونے لگی اور روتی ہوئی اندھیرے میں ان کے پیچھے چل پڑی۔ کچھ دور چل کر وہ ایک چٹان پر بیٹھ گئی۔ اس نے اوڑھنی کے آنچل سے آنسو خشک کئے اور بلند آواز سے گانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز میں ترنم تھا۔ سوز تھا۔ وہ گا رہی تھی۔

"اے مسافر تو جا رہا ہے مجھے تنہا چھوڑ کر۔ میرا خیال رکھنا۔ میرا دل تیری جدائی سے

چور چور ہو گیا ہے۔ میں ایک ایک دن۔ دن کا ایک ایک لمحہ تیری یاد میں رو رو کر گزاروں گی۔ مجھے بھول نہ جانا۔"

پھر اس کا دل بھر آیا اور وہ چٹان سے لگ کر زارو قطار رونے لگی۔ الیاس اور ان کے ساتھیوں نے اس کی درد بھری آواز سنی۔ الیاس بڑے متاثر ہوئے ان کا دل چاہا کہ وہ واپس جا کر اسے تسلی دیں لیکن ضبط کر گئے۔ جب وہ دور نکل گئے تب آواز آنی بند ہو گئی۔

یہ قافلہ کوچ و قیام کرتے ہوئے شہر ازرنج کے قریب پہنچا۔ ان لوگوں نے شہر میں مناسب نہیں سمجھا۔ باہر ہی قیام کیا۔ ابھی چار گھڑی دن باقی تھا کہ انہوں نے شب باشی کا انتظام کر لیا۔

الیاس پانی لینے چلے۔ انہیں معلوم تھا۔ چشمہ وہاں سے قریب ہے۔ جب وہ چشمہ کے کنارہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک عورت کو وہاں بیٹھے کسی گہرے فکر میں غرق دیکھا۔ عورت ادھیڑ عمر کی تھی لیکن اب بھی حسین تھی۔ الیاس نے اسے پہچان لیا وہ وہی عورت تھی جسے ازرنج کے سپہ سالار جو مسلمان ہو گئے تھے اور جن کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ کہیں سے اغوا کر لائے تھے اور بتایا تھا کہ وہی رابعہ کو اغوا کر کے لائی تھی۔

اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ان کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر ٹکٹکی لگا کر دیکھتی رہی۔ پھر ہنسی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ الیاس نے کہا "تم بھو سے رابعہ کو لائی تھیں؟"

عورت پھر ہنسی اور وہاں سے چل گئی۔ الیاس نے اسے روکنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ پانی بھر کر چلے آئے اور اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا۔ سلمٰی نے کہا "شاید اس عورت کے دماغ میں خلل آگیا ہے۔"

الیاس :۔ میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو میں شہر میں جا کر عبداللہ سے مل آؤں۔

سلمٰی :۔ تم نہ جاؤ بلکہ شہر کا کوئی آدمی مل جائے تو اسے انعام کا لالچ دے کر عبداللہ کے پاس بھیجو۔

تھوڑی دیر کے بعد وہاں ایک آدمی آگیا۔ سلمٰی نے اسے بلا کر انعام کا لالچ دیا اور عبداللہ کے پاس بھیجا۔ جب یہ لوگ مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو عبداللہ وہاں آ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان سے حالات پوچھنے لگے۔ الیاس نے تمام واقعات بیان کئے۔ عبداللہ نے مسکرا کر کہا "تم بڑے خوش قسمت ہو۔ سنگترا تو ایسی مغرور ہے کہ راجکماروں سے بھی بات نہیں کرتی۔"

الیاس :۔ کیسے وہ عورت ہوش میں آئی؟

عبداللہ :۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کبھی تو وہ ہوش میں آ جاتی ہے کبھی لایعقل ہو جاتی ہے۔

الیاس :۔ اس نے رابعہ کے متعلق کچھ بتایا؟

عبداللہ :۔ ہاں بتایا۔ مگر عجیب بات کہی۔ مجھے یقین نہیں آیا۔

الیاس :۔ کیا کہتی ہے؟

عبداللہ :۔ اس نے کہا کہ رابعہ کو اس سے مہاراجہ کابل نے چھین لیا تھا اور انہوں نے اسے پرورش کیا ہے۔

الیاس :۔ شاید وہ کنیز بنائی گئی ہے۔

عبداللہ :۔ نہیں.........

الیاس :۔ تب راجکماری کی سہیلی بنائی گئی ہو گی۔

عبداللہ :۔ نہیں نہیں۔ وہ کہتی ہے خود راجکماری سنگترا ہی رابعہ ہے۔

فرط حیرت سے الیاس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ انہوں نے کہا۔

"سنگترا رابعہ ہے!"

عبداللہ :۔ ہاں وہ تو یہی بتاتی ہے۔

الیاس :۔ میں نے سنگترا کو پاس سے اور غور سے دیکھا ہے۔ میں نے جس قدر پہاڑی لڑکیاں دیکھی ہیں ان سے وہ نہیں ملتی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کابل کی لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں۔

عبداللہ :۔ کابل کی لڑکیوں کے خدوخال اچھے ہوتے ہیں۔ موجودہ مہاراجہ کی مہارانی جوانی میں اس قدر خوبصورت اور ماہ پیکر تھی کہ جو دیکھ لیتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا۔

الیاس :۔ ایک حسین عورت کی لڑکی بھی حسین ہو سکتی ہے۔

عبداللہ :۔ مشہور تو یہی ہے کہ سنگترا اپنی ماں پر گئی ہے۔ البتہ بعض کہتے ہیں کہ ماں سے بھی بڑھ گئی ہے۔

الیاس :۔ تم نے اس سے ایک ہی مرتبہ یہ بات پوچھی ہے یا کئی مرتبہ۔

عبداللہ :۔ پہلی مرتبہ جب اس نے مجھ سے یہ بات کہی تو یقین نہیں آیا۔ میں نے چند

روز کے بعد پھر اس سے پوچھا۔ اس وقت وہ اپنے حواس میں تھی۔ اس نے کہا "میں رابعہ کو بصرہ سے لائی تھی۔ بڑی اچھی لڑکی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ اسے مہاراجہ کابل کو دے کر اچھی دولت لے لوں جس سے مالدار ہو جاؤں۔ مہاراجہ نے لڑکی کو بہت پسند کیا اور منہ مانگی قیمت بھی دی۔ لیکن یہ وعدہ لے لیا کہ وہ نہ کسی سے اس لڑکی کا ذکر کرے۔ اور نہ اس لڑکی سے کبھی ملے۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ وہ دولت لے کر میں کشمیر چلی گئی۔ اتنا بیان کرنے کے بعد پھر پاگلوں کی سی باتیں کرنے لگی۔ ایک روز پھر میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ دو برس کے بعد وہ کشمیر سے کابل میں آئی تھی۔ اس نے دیکھا تھا کہ رابعہ کو مہاراجہ نے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ اس نے دور سے اسے راجکماری کے لباس میں دیکھا تھا۔ وہ وثوق اور یقین سے یہ بات کہتی تھی کہ رابعہ ہی کا نام سنگھترا ہے۔

الیاس :۔ وہ پاگل کیسے ہو گئی؟

عبداللہ :۔ کسی نے اس سے دولت چھین لی اور اسے ایسی دوائیں کھلائیں جس سے وہ پاگل بن گئی۔

الیاس :۔ وہ عورت مجھے آج چشمہ کے کنارہ ملی تھی۔ میں نے اس سے باتیں کرنی چاہیں مگر وہ خاموش رہی اور اٹھ کر چلی گئی۔

عبداللہ :۔ آج کل وہ بالکل پاگل بنی ہوئی ہے۔

الیاس :۔ کیا مہاراجہ کابل ترک ہیں؟

عبداللہ :۔ کابل میں سلطنت ایک ترک نے ہی قائم کی تھی جو مدت تک اس کے خاندان میں رہی۔ موجودہ مہاراجہ اس خاندان سے نہیں ہیں۔ میں تمہیں کل کابل کے راج کے متعلق مفصل حالات سناؤں گا۔ میں نے تمہارے لئے کھانے کا انتظام کر دیا ہے۔ وہ لے آؤں۔

وہ اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ الیاس غور کرنے لگے کہ کیا واقعی رابعہ ہی سنگھترا ہے۔ کیا وہ اس بات کو جانتی ہے۔ خود ہی انہوں نے طے کر لیا کہ اگر وہ رابعہ ہی ہے تو اپنا نام بھی بھول چکی ہے۔

تیسواں باب

کابل کے راجہ

دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد عبداللہ آئے۔ انہوں نے بیٹھتے ہی دریافت کیا "

وادر کے دہانہ میں گئے تھے؟"

الیاس نے جواب دیا "میں گیا تھا"

اس کے بعد انہوں نے تمام حالات ان سے بیان کر دئے۔ انہوں نے کہا۔ "تم نے سنگھترا کو قریب سے بھی دیکھا ہے؟"

الیاس :۔ اتنے قریب سے دیکھا ہے جیسے میں اور تم بیٹھے ہیں۔

عبداللہ :۔ بڑے خوش نصیب ہو۔ میں ایسے کئی راجکماروں کو جانتا ہوں جو اس کے نقش قدم چومنے کے لئے بے قرار ہیں۔

الیاس :۔ پہلے تم کابل کے راجاؤں کے تو حالات بیان کرو۔

عبداللہ :۔ اس وقت میں اسی لئے آیا ہوں۔ مختصراً بیان کرتا ہوں۔ پہلے یہ بتا دوں کہ کابل اور ہندوستان کے راجاؤں کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ کچھ حالات سینہ بسینہ چلے آ رہے ہیں وہی بیان کرتا ہوں۔ بہت عرصہ ہوا جب کابل میں کوئی راجہ نہیں تھا۔ ترک ملک تبت سے کابل میں آئے۔ ان ترکوں ہی میں سے ایک شخص کابل کا راجہ ہوا۔ اس کا نام "برہ تگین برگ" تھا۔ اس کے راجہ ہونے کا بھی عجیب قصہ ہے۔ وہ کابل میں آ کر بغیر کسی کی اطلاع کے ایک غار میں چلا گیا۔ وہ غار نہایت مہیب تھا اور ایسا دشوار گذار کہ مشکل سے اس میں آدمی داخل ہوتا تھا۔ اس غار میں ایک چشمہ تھا۔ اس چشمہ کو بڑا مقدس اور اس کے پانی کو بڑا پاک سمجھتے تھے۔ غار کے دہانہ کے پاس سالانہ میلہ ہوتا تھا۔ کابل اور دور دور کے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے تھے اور اس میں سے پانی "تبرکاً" لے جاتے تھے۔

اس غار کے متصل کھیت تھے ان میں کاشت ہوتی تھی۔ برہ تگین برگ کے ساتھ کچھ ترک اور بھی آئے تھے وہ بڑے قد آور اور لحیم شحیم تھے۔ کابل کے لوگ انہیں دیکھ کر ڈر جاتے تھے۔ ان لوگوں نے کسانوں کے لئے دن کے اوقات کام کے لئے مقرر کر دئے تھے۔ چاندنی راتوں میں کام دن اور رات میں لیا جاتا تھا۔

برہ تگین اور اس کے ساتھی مردم خور تھے۔ انسانوں کا گوشت کھاتے تھے وہ رات کو کسی کسان کو پکڑ کر مار ڈالتے اور اس کا گوشت بھون کر کچھ خود کھاتے اور کچھ برہ تگین برگ کے غار میں پہنچا دیتے۔

ان سازش کرنے والے ترکوں نے کسانوں میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہمیں تبت کے لاما نے یہ بتایا کہ کابل میں ایک ترک اس غار میں سے نمودار ہو گا وہ کابل میں راج

کرے گا۔ کسان اس کے نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

ایک دن سازش کرنے والے ترکوں نے کسانوں کو بتایا کہ تمہارا راجہ کل کسی وقت ضرور نمودار ہو گا۔ انہوں نے دن بھر اور رات بھر خوب شراب پی۔ گائے اور ناچے۔ دوسرے روز کچھ دن چڑھے برہ تگین برگ اس شان سے نمودار ہوا کہ ترکی لباس زیب تن کئے ہوئے تھا۔ ایک لمبا کرتا جو گھٹنوں سے نیچا تھا پہنے تھا۔ ٹوپی سر پر تھی۔ بوٹ پاؤں میں تھا۔ کمر میں چوڑی چمڑے کی پیٹی تھی۔ پہلو میں لمبی تلوار تھی۔ سینہ کے پاس خنجر اڑسا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے شاہی جلال ظاہر تھا۔

غار کے قریب بڑا بھاری مرد و زن کا مجمع تھا۔ اسے اس شان میں دیکھ کر سب مرعوب ہو کر اس کے سامنے جھک گئے۔ اس نے کہا "بدھ بھگوان نے مجھے یہاں حکومت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

کابلیوں نے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے ہم تمہیں اپنا راجہ تسلیم کرتے ہیں۔"

چنانچہ برہ تگین راجہ مقرر ہو گیا۔ وہ کابل کا پہلا راجہ تھا۔ اس کے خاندان میں ساٹھ پشت تک سلطنت برابر چلی آئی۔ ان راجاؤں کا مذہب بدھ تھا۔ چنانچہ تمام کابل میں بدھ مت رائج ہو گیا۔

ان ترک راجاؤں میں سے ایک راجہ کنک تھا۔ اس نے پیشور (پشاور) میں وہار بنایا تھا۔ وہ وہارا اس کے نام سے کنک وہار اب تک مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس راجہ کے پاس قنوج کے راجہ نے تحفے بھیجے۔ ان میں ایک نہایت نفیس کپڑا بھی تھا اس کپڑے پر آدمی کے پاؤں کا چھاپہ تھا۔ راجہ کنک نے اپنے لئے اس کی پوشاک بنوانی چاہی۔ درزی نے ہر چند بیونت لگا کر یہ چاہا کہ شانوں پر چھاپہ نہ آئے۔ لیکن یہ ممکن نہ ہوا۔ چنانچہ درزی نے اسی بنا پر اس کی پوشاک بنانے سے انکار کر دیا اور راجہ سے کہا کہ "راجہ قنوج نے مہاراج کی تحقیر کے لئے ایسا تحفہ بھیجا ہے۔"

کنک بگڑ گیا۔ اس نے اسے اپنی توہین سمجھا۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر قنوج کو تسخیر اور راجہ کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا۔ جب قنوج کے راجہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ بڑا پریشان اور مضطرب ہوا۔ وہ کنک کے مقابلہ کی قوت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اپنے وزیر کو مشورہ کے لئے بلایا۔ وزیر نے کہا "میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ اس کپڑے کو نہ بھیجئے۔ آپ نے نہ مانا اور اپنی بے جا حرکت سے ایک ایسے زبردست شیر کو چونکا دیا جو اب تک سو رہا تھا۔ اب ایسا کیجئے کہ آپ میری ناک اور ہونٹ کٹوا دیجئے پھر میں سمجھ لوں گا۔"

راجہ کو تذبذب ہوا۔ وزیر نے کہا سوائے اس کے کوئی اور تدبیر نہیں ہے چنانچہ راجہ نے مجبور ہو کر وزیر کے ہونٹ اور ناک کٹوا دیئے۔ نکٹا وزیر کنک کے پاس پہنچا۔ کنک نے اس سے کہا "یہ تمہارا حال کس نے اور کیوں کیا۔"

وزیر نے کہا "مہاراج! میں نے راجہ قنوج کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ آپ سے معافی مانگ لیں۔ لڑائی نہ کریں۔ انہوں نے سمجھا میں آپ کے ساتھ سازش رکھتا ہوں۔ چنانچہ بگڑ کر انہوں نے میری ناک اڑوا دی اور ہونٹ کٹوا دیئے۔ میں راجہ قنوج سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ جس راستہ سے آپ چل رہے ہیں۔ یہ بڑے دور دراز کا ہے۔ ایک راستہ نزدیک کا بھی ہے۔ آپ اسے اختیار کریں۔ اس راستہ میں ایک ویرانہ حائل ہے۔ اس میں پانی نہیں ملتا۔ پانی ساتھ لے لیجئے۔"

راجہ نے کہا "یہ کیا مشکل ہے۔" اس نے پانی لیا اور وزیر کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑا۔ جب وہ ویرانہ میں پہنچا تو اس کے ویرانہ کی انتہا نظر نہ آئی۔ پانی ختم ہو گیا۔ لشکر پیاسا مرنے لگا۔ راجہ کنک نے وزیر سے کہا: "یہ ویرانہ تو ختم ہی ہونے میں نہیں آتا۔"

وزیر نے کہا "میں اپنے آقا کی سلامتی کا خواہاں تھا۔ آپ کو غلط راستہ پر ڈال دیا۔ اس ویرانہ سے آئندہ نکلنا ناممکن ہے۔ آپ کا تمام لشکر پیاسا ہلاک ہو جائے گا۔ میں آپ کے سامنے حاضر ہوں جو چاہے سزا دیجئے۔"

راجہ کو بڑا غصہ آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کے نشیب کی طرف گیا اور وہاں زمین میں اپنا نیزہ گاڑ دیا۔ جس جگہ نیزہ گاڑا وہاں سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ تمام لشکر سیراب ہو گیا اور پانی بدستور ابلتا رہا۔ وزیر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میں کمزور انسانوں کو دھوکہ دے سکتا ہوں لیکن قوی دیوتاؤں کو دم نہیں دے سکتا۔ آپ مہربانی کر کے میرے آقا کا قصور معاف کر دیں۔"

راجہ کنک نے کہا "تو اپنے ملک کو واپس جا۔ تیرے آقا کو کافی سزا مل گئی۔"

وزیر اپنے ملک میں واپس گیا۔ اس نے معلوم کیا کہ قنوج کے راجہ کے ہاتھ اور پاؤں اسی روز سے بے کار ہو چکے ہیں جس روز راجہ کنک نے زمین پر نیزہ گاڑا تھا۔

ان ترک راجاؤں میں آخری راجہ کتورمان تھا۔ اس کا وزیر ایک برہمن تھا۔ وزیر کو ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا۔ بدقسمتی سے راجہ عیاش اور اوباش تھا۔ جب اس کی بدکاری کی شکایتیں وزیر کے پاس بہت پہنچیں تو اس نے راجہ کو قید کر دیا اور اس کی جگہ ایک برہمن کو جس کا نام سامند تھا راجہ مقرر کیا۔

لیکن وزیر کے مرتے ہی برہمن کی حکومت ختم ہو گئی اور پھر یہ کیمن برگ کے خاندان میں سلطنت منتقل ہو گئی۔ موجودہ مہاراجہ اسی کے خاندان سے ہیں وہ بھی بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔

الیاس :۔ عجیب داستان سنائی ہے آپ نے۔

عبداللہ :۔ یہ وہ داستان ہے جو سینہ بسینہ چلی آتی ہے۔ لیکن اگر تم یہ پوچھو کہ کون مہاراجہ کس سنہ میں پیدا ہوا۔ کس سنہ میں تخت نشین ہوا اور کس سنہ میں فوت ہوا تو نہیں بتایا جا سکتا۔

الیاس :۔ یہ تاریخ کی طرف سے عدم توجہی کا باعث ہے۔

عبداللہ :۔ یہ سچ ہے۔ آپ نے اور کیا دیکھا اور معلوم کیا۔

الیاس :۔ ہم نے معلوم کیا کہ مہاراجہ کابل لڑائی کی تیاری کر چکے ہیں۔

عبداللہ :۔ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟

الیاس :۔ یہ بات بزرگ سلمیٰ بتائیں گے۔

سلمیٰ :۔ ہم جس کام کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو گیا۔ لیکن الیاس جس کام کے لئے آئے تھے وہ ابھی پورا نہیں ہوا۔

عبداللہ :۔ ان کا کام بھی آدھا پورا ہو گیا۔ ان کے چچا کا تو پتہ نہیں چلا۔ البتہ ان کی منگیتر کا پتہ چل گیا۔

سلمیٰ :۔ ابھی اس میں شک ہے کہ سنگترا ہی رابعہ ہے۔

عبداللہ :۔ مجھے اس میں شک نہیں ہے۔ اس پاگل عورت نے بڑے یقین کے ساتھ یہ کہا ہے کہ رابعہ کا نام ہی سنگترا رکھا گیا ہے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ آپ فوراً اپنے ملک میں واپس جائیں اور جو حالات آپ کو معلوم ہوئے ہیں اپنے بادشاہ کو سنا دیں۔ یقین ہے تمہارے بادشاہ لشکر کشی کریں گے۔ اس سے ایک طرف تو مہاراجہ کابل کا مزاج درست ہو جائے گا۔ دوسری طرف سنگترا بھی ہاتھ آ جائے گی مجھے معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ عنقریب اس کی شادی کر دینے والے ہیں۔

الیاس کو بڑا فکر ہوا۔ سلمیٰ نے کہا "تب ہم کل روانہ ہو جائیں گے۔ تم اس عورت سے اور مفصل حالات معلوم کرنا۔"

عبداللہ :۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

کچھ دیر اور بیٹھ کر عبداللہ چلے گئے۔ الیاس اس عورت کی تلاش میں چشمہ کے

کنارے پر پہنچے لیکن وہ نہیں ملی۔ شام کے وقت وہ مایوس ہو کر لوٹ آئے دوسرے روز انہوں نے تیاری کی اور بصرہ کی طرف واپس لوٹ پڑے۔

چوبیسواں باب

راز کی کنجی

جاسوسوں کا یہ قافلہ تیز قدمی سے واپس لوٹا۔ انہوں نے کش اور زرنج کا درمیانی علاقہ بہت جلد طے کر لیا۔ سلمیٰ تو چاہتے تھے کہ اطمینان اور آرام سے سفر کریں لیکن الیاس کی خواہش تھی کہ یا تو زمین کی طنابیں کھنچ جائیں یا ان کے گھوڑے کے پر لگ جائیں اور وہ جلد سے جلد بصرہ پہنچ جائیں۔

اس جلدی کی یہ وجہ تھی کہ عبداللہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ سنگترا کی شادی عنقریب ہونے والی ہے وہ چاہتے تھے کہ اگر سنگترا حقیقت میں رابعہ ہے تو وہ غیر مسلم سے نہ بیاہی جائے۔ انہوں نے اپنا یہ خیال سلمیٰ پر ظاہر بھی کر دیا تھا اسی لئے وہ بھی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔

آخر یہ لوگ زرنج پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی اور اپنے خیال و توقع سے بھی پہلے بصرہ میں آ پہنچے

سلمیٰ سیدھے عراق کے والی عبداللہ بن عامر کی خدمت میں پہنچے عبداللہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا "مجھے تم لوگوں کا بڑا فکر تھا۔ تمہاری خیریت سے واپسی کی دعائیں مانگا کرتا تھا۔ خدا نے میری دعا قبول کر لی اور تم چاروں مع الخیر واپس آ گئے۔ یہ اس کا احسان ہے۔ کہو کیا دیکھا اور کیا سنا۔"

سلمیٰ :۔ کابل کا راجہ ایران کا علاقہ اپنی قلمرو میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے جنگی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ قندھار کے مشہور وہار میں اس ملک کی تمام حسین عورتوں اور مہ جبین لڑکیوں نے مل کر فتح کی دعا مانگ لی ہے۔ جو خبریں یہاں سنی تھیں وہ بالکل سچ نکلیں۔

عبداللہ :۔ تب تو مجھے تمام حالات امیرالمومنین کو لکھ بھیجنے چاہئیں۔ کیا تم مدینہ منورہ تک جانے کی تکلیف گوارا کرو گے؟

مدینہ منورہ دارالخلافہ تھا۔ امیرالمومنین خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ وہیں رہتے تھے۔

سلمیٰ نے جواب دیا "میں خوشی سے دیار رسول صلعم میں جانے کو تیار ہوں۔"

عبداللہ :۔ میں تمہارا۔ بیٹا اس لئے مناسب اور ضروری خیال کرتا ہوں کہ تم اس ملک کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہو۔ امیرالمومنین جو کچھ دریافت کریں گے اس کا جواب صحیح طور پر دے سکو گے۔ اچھا اب تم جا کر آرام کرو۔ کل امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ ہو جانا۔ الیاس! تم کہو۔ تمہیں اپنے چچا کا کچھ حال معلوم ہوا۔

الیاس :۔ جی نہیں۔ چچا کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ البتہ رابعہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے مہاراجہ کابل نے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ راجہ اس کی شادی کر دینا چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد کابل پر لشکر کشی کر دی جائے تاکہ اس کی شادی نہ ہو سکے۔

عبداللہ :۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

یہ سب امیر کو سلام کر کے چلے آئے۔ جب الیاس اپنی والدہ کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔ الیاس نے انہیں نہایت ادب سے سلام کیا۔ انہوں نے دعا دے کر ان کی پیشانی چومی اور کہا "خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ وہ تمہیں خیریت سے واپس لایا۔ میں ہر نماز کے بعد اور رات کو سوتے وقت دعا مانگا کرتی تھی۔"

الیاس :۔ امی جان! میں تمہاری دعاؤں ہی کے طفیل میں تمام آفتوں سے نجات پا کر واپس آیا ہوں۔ مجھے شہرداور کے دھار میں یہاں کے پیشوا نے شناخت کر لیا اور قید کر دیا تھا۔

امی :۔ بیٹا! مجھے مفصل حالات سناؤ۔

الیاس نے تمام حالات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ ان کی والدہ نہایت توجہ سے سنتی رہیں۔ جب وہ بیان کر چکے تو انہوں نے کہا: "مجھے فخر ہوا کہ میرے بیٹے نے پیشوا کے سامنے سچ کہا اور یہ خوشی ہوئی کہ بیٹا باپ کی طرح بہادر اور نڈر ہے۔ تم اس پگلی عورت سے پھر نہیں ملے۔"

الیاس :۔ ایک دفعہ ملا تھا تو وہ حواس میں نہ تھی۔ دوسری دفعہ اسے تلاش کیا تو ملی نہیں۔

امی :۔ تم نے اس عورت کی آنکھیں دیکھی تھیں؟

الیاس :۔ دیکھی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں گہرائی چمک معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس کی عمر ڈھل گئی ہے اور جنون یا بیماری نے اسے کمزور کر دیا ہے لیکن اب بھی وہ کافی حسین معلوم ہوتی ہے۔

امی :۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ عورت وہی ہے جو میری رابعہ کو بہکا کر لے گئی تھی۔ لیکن میں نے تو اسے کوئی بددعا نہیں دی۔ وہ پاگل کیسے ہو گئی۔

الیاس :۔ خدا نے اسے سزا دی۔ معلوم ہوا ہے اسے مہاراجہ کابل نے منہ مانگی دولت دی تھی۔ خیال یہ ہے کہ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے اس سے دولت چھین لی۔ یا تو وہ دولت چھن جانے کی وجہ سے پاگل ہو گئی۔ یا اسے کوئی ایسی آفت پہنچی یا وہ اکلالی گئی جس سے اس کا دماغ خراب ہو گیا۔

امی :۔ مجھے ایک خیال اور ہے۔ اسے رابعہ سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ ممکن ہے راجہ نے اس سے نہ ملنے دیا ہو اور اس کی جدائی میں وہ پاگل ہو گئی ہو۔

الیاس :۔ یہ بات بھی ممکن ہے۔

امی :۔ تم نے سمترا کو قریب سے دیکھا تھا؟

الیاس :۔ جی ہاں۔ اتنے قریب سے جتنے قریب میں اور آپ بیٹھی ہیں پہلی مرتبہ دھار کے صحن میں دیکھا۔ وہ میرے پاس سے ہو کر گزری۔ دوسری مرتبہ بدھ نرور کے بت کے سامنے دیکھا۔ وہ میرے پاس ہی کھڑی تھی۔ تیسری مرتبہ رات کو وہ میرے پاس قید خانہ میں آئی اور پاس بیٹھ کر باتیں کیں۔

امی :۔ تم نے اسے کیسا پایا؟

الیاس :۔ کیا پوچھتی ہو امی جان! میں نے اپنے ملک کی اور کابل کے علاقہ کی سینکڑوں نہیں ہزاروں لڑکیاں دیکھی ہیں ان لڑکیوں میں بڑی ہی خوبصورت لڑکیاں بھی نظر سے گزری ہیں۔ لیکن سمترا کا حسن سب سے بڑھا چڑھا تھا۔"

امی :۔ کچھ اس کی شکل و صورت کا نقشہ تو بیان کرو۔

الیاس :۔ کیا نقشہ بیان کروں۔ چہرہ کتابی اور بڑا روشن تھا۔ پیشانی اونچی اور بڑی وجیہ تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی سیاہ اور چمکدار تھیں۔ بھویں گھنی تھیں۔ رخسارے ابھرے ہوئے اور بڑے ہی دلکش تھے۔ ناک ستواں تھی۔ دہن چھوٹا سا تھا دانت سفید موتیوں کی لڑیاں تھے۔ ٹھوڑی بہت ہی پیاری تھی۔ اس میں چھوٹا سا گڑھا تھا جو بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ سر کے بال کوے کے پر سے زیادہ سیاہ اور ریشم سے زیادہ ملائم تھے۔ جب وہ بات کرتی تھی تو منہ سے پھول جھڑتے تھے اور جب مسکراتی تھی تو آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند جاتی تھی۔ اس کے دونوں لب باریک اور کمان کی طرح خمیدہ تھے۔ حسن کا یہ عالم تھا جیسے چاند نے اپنی روشنی اس کے چہرہ میں بھر دی ہو۔ سفید رنگت پر سرخی غالب تھی۔

امی :۔ بچی میری رابعہ بھی جوانی میں ایسی ہی ہو گی بلکہ کچھ اس سے بڑھ کر ہی تم نے اس کے چہرہ میں ایک بات نہیں دیکھی۔

الیاس :۔ کیا؟

امی :۔ اس کے داہنے رخسار پر ایک چھوٹا سا تل تھا۔

الیاس خوشی سے بے خود ہو کر چلا اٹھے "امی تھا۔ خدا کی قسم میں نے تل دیکھا تھا۔ نہایت ہی پیارا معلوم ہوتا تھا۔ جب وہ قید خانہ میں میرے سامنے بیٹھی تھی تو میں نے اس وقت وہ تل دیکھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا تھا خدا کی شان ہے اسے اور خوبصورت بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے رخسار میں تل رکھ دیا ہے۔ اس وقت مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ رابعہ کے بھی تل تھا۔ امی جان! وہ ضرور رابعہ ہی ہے۔

امی :۔ میرا بھی یہی خیال ہے بیٹا۔ وہ تمہیں نہیں پہچان سکی۔ شاید اس لئے کہ پندرہ سال میں تم بہت کچھ بدل گئے ہو۔

الیاس :۔ امی! میرا خیال ہے وہ مجھے کیا خود کو بھی نہیں پہچانتی۔ وہ ایسی چھوٹی عمر میں گئی تھی۔ جب اسے کوئی شعور نہیں تھا۔ ان لوگوں میں رہ کر اس نے پرورش پائی انہیں جانتی اور پہچانتی ہے۔ خود کو اور پچھلی باتوں کو بھول چکی ہے۔

امی :۔ خدا کرے وہ رابعہ ہی ہو اور اس کی شادی نہ ہونے پائے۔

الیاس :۔ آمین!

امی :۔ خدا کرے امیرالمومنین لشکر کشی کی اجازت دیدیں۔ میں بھی لشکر کے ساتھ جاؤں گی اور اگر خدا نے مدد کی تو رابعہ کو ساتھ لے کر آؤں گی۔

الیاس :۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی امی جان۔

امی :۔ کیا؟

الیاس :۔ جب پیشوا مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور اس نے میرے چچا رافع کا نام سنا تو اس نے خود ہی میرا نام بتا دیا۔ کہنے لگا تمہارا نام الیاس ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ کیسے میرا نام جان گیا۔

امی :۔ معلوم ہوتا ہے بیٹا وہ تمہارے چچا سے واقف تھا۔ انہوں نے اسے تمہارا نام بتا دیا ہو گا۔ پیشوا کو تمہارے چچا کا حال ضرور معلوم ہے۔

الیاس :۔ یقیناً معلوم ہے۔ خدا کرے امیرالمومنین لشکر کشی کی اجازت دیدیں اب مجھے خیال ہوتا ہے کہ پیشوا کے ہاتھ میں تمام راز کی کنجی ہے۔ وہ چچا سے --- اور رابعہ سے

ہی۔

امی :۔ بیٹا! اب پہلے کھانا کھالو۔

امی چلی گئی اور کھانا لے کر آئی۔ دونوں کھانے لگے۔

چھبیسواں باب

لشکر اسلام کا کوچ

عبداللہ بن عامر نے سلیمی کو امیرالمومنین کی خدمت میں روانہ کیا۔ الیاس اور ان کی امی دونوں دعائیں مانگتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین لشکر کشی کی اجازت دیدیں۔ سب سے زیادہ بے چینی کے ساتھ وہی دونوں ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

آخر سلیمی واپس آ گئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم نے عبداللہ بن عامر کو لکھا تھا:۔

"تم کابل سے نزدیک ہو اور میں دور ہوں۔ تم نے جاسوسوں کے ذریعہ سے وہاں کے حالات معلوم کرائے ہیں۔ تم مجھ سے زیادہ صورت حاصل سے واقفیت رکھتے ہو۔ میں نے سلیمی سے اس ملک کے جو حالات معلوم کئے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ تمام ملک پہاڑی ہے۔ راستے دشوار گذار اور سنگلاخ ہیں۔ کسی بڑے لشکر کا وہاں جانا بھی مشکل ہے۔ لیکن چونکہ مہاراجہ کابل اسلامی قلعوں پر خود حملہ کی تیاری کر رہا ہے اس لئے اسے حملہ آوری کا موقعہ نہیں دینا چاہئے۔ اب تک یہی ہوتا رہا ہے کہ جس ملک نے مسلمانوں پر حملہ کا قصد کیا ہے مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا ہے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ کابل پر لشکر کشی کر دی جائے۔ سلیمی نے رابعہ کی داستان بھی سنائی ہے۔ ہم ایک دختر اسلام اور ایک مجاہد کو کھو چکے ہیں۔ ان دونوں کی تلاش بھی ضروری ہے۔ ہم تمہیں اس مہم کے پورے اختیارات دیتے ہیں لیکن یہ ہدایت کرتے ہیں کہ زیادہ لشکر نہ بھیجا جائے۔ مجاہدین کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ خدا سے ڈرتے رہیں۔ نماز کسی وقت کی قضا نہ ہونے دیں۔ حملہ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی بے گناہ نہ مارا جائے۔ عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں۔ بیماروں۔ اپاہجوں اور مذہبی پیشواؤں پر تلوار نہ اٹھائیں۔ مکانوں اور کھیتی کو نہ جلائیں۔ دوسروں کے مذہب اور معبدوں کی توہین نہ کریں۔ تم پر اور سب مسلمانوں پر سلامتی ہو۔"

خط مفصل تھا۔ اس مہم کے اختیارات امیرالمومنین نے عبداللہ بن عامر کو دیدیئے تھے۔ عبداللہ نے تیاری شروع کر دی۔

الیاس کو بھی معلوم ہو گیا۔ انھیں اور ان کی والدہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ الیاس ایک روز امیر عبداللہ بن عامر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر ان سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ انھوں نے کہا "کہو فرزند کیسے آئے؟"

الیاس نے عرض کیا "میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں کہ مجھے بھی اس لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔"

امیر:۔ تم کمسن ہو تمھیں جہاد پر جانے کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔

الیاس:۔ اگر آپ نے اجازت نہ دی تو مجھے بڑا ہی رنج ہو گا۔ کیونکہ اس جہاد پر جانے کی میری بڑی خواہش ہے۔

امیر:۔ ہم جانتے ہیں۔ تم اپنے چچا اور رابعہ کی تلاش میں جانا چاہتے ہو۔ حالانکہ جہاد کے لئے فی سبیل اللہ جانا چاہئے۔

الیاس:۔ میرے دل میں پہلی امنگ جہاد فی سبیل اللہ ہی کی ہے۔ خدا اس بات کو خوب جانتا ہے البتہ اس کے بعد اپنے چچا اور رابعہ کی تلاش بھی مقصود ہے شاید اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے اور میں اپنی والدہ کی آرزو پوری کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

امیر:۔ بیٹا! ابھی تک تم نے کسی مہم میں شرکت نہیں کی ہے تمھیں لڑائی کا تجربہ نہیں ہے۔

الیاس:۔ یہ سچ ہے کہ ابھی تک میں کسی مہم میں شریک نہیں ہوا۔ میں نے جہاد نہیں کیا۔ لیکن میرے دل میں جہاد کا شوق اور جنگ کی تمنا ہے۔ جب تک کسی لڑائی میں شریک نہ ہوں گا۔ جنگ کا تجربہ کیسے ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھ سے بھی کمسن بچوں نے جنگ کی اجازت لی تھی اور حضور نے انھیں اجازت دیدی تھی۔ میں تو کافی بڑا ہوں۔ سمجھدار ہوں۔ فن حرب سے واقف ہوں اس ملک میں ہو آیا ہوں۔ مجھے بھی اجازت دیجئے۔

امیر:۔ اچھا تم ایک وعدہ کرو۔

الیاس:۔ فرمایئے کیا؟

امیر:۔ تم جوش اور غصہ میں آ کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو گے۔

الیاس:۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں جب جاسوسی کے لئے اس ملک میں گیا تھا میں نے جب بھی اپنی جان کو ہلاکت میں نہیں ڈالا تھا۔

امیر:۔ اچھا تم تیاری شروع کرو

الیاس:۔ اب ایک اور درخواست ہے۔

امیر:۔ وہ کیا؟

الیاس:۔ میری والدہ بھی لشکر کے ساتھ جانا چاہتی ہیں۔ انھیں بھی اجازت دی جائے۔

امیر:۔ وہ کس لئے جا رہی ہیں؟

الیاس:۔ دراصل ان کی تمنا رابعہ کو تلاش کر کے اپنے ساتھ لانے کی ہے لیکن وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال بھی کریں گی اور چونکہ وہ ابا جان مرحوم کے ساتھ کئی لڑائیوں میں شریک ہو چکی ہیں اس لئے ان کاموں میں خوب ماہر ہیں۔

امیر:۔ اگر عورتیں بھی اس لشکر کے ساتھ گئیں تو انھیں بھی اجازت دیدی جائیگی۔

الیاس:۔ آپ کا شکریہ!

وہ وہاں سے سیدھے اپنی ماں کے پاس آئے اور ان سے یہ خوشخبری بیان کی کہ امیر نے دونوں کو لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی ہے۔ لیکن خود ان کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہے کہ اور عورتیں بھی لشکر کے ساتھ جائیں۔

ان کی والدہ بھی بہت خوش ہوئیں۔ دونوں نے بڑے شدومد سے تیاری شروع کر دی۔

امیر عبداللہ نے بہت جلد تیاری کر لی۔ انھوں نے اس مہم کے لئے آٹھ ہزار لشکر نامزد کیا اور اپنے چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن بن سمرا کو سپہ سالار مقرر کیا۔ عربوں کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر لڑائیوں میں عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ اس لشکر کے ساتھ بھی کچھ عورتیں چلنے کو تیار ہو گئیں۔

امیر عبداللہ نے لشکر کی روانگی کا دن اور وقت مقرر کر کے اعلان کر دیا مجاہدین کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ عزیز ان سے اور وہ عزیزوں سے رخصت ہونے لگے۔ بصرہ میں خاصی چہل پہل ہو گئی۔ جو مجاہدین اس مہم پر جا رہے تھے ان کے جو عزیز باہر تھے وہ انھیں رخصت کرنے اور ان سے ملنے کے لئے آ گئے تھے۔ ہر شخص ان کے لئے تحفے لایا تھا۔

آخر وہ دن آ گیا جس روز لشکر کو کوچ کرنا تھا۔ بصرہ کی چھاؤنی میں لوگوں کا اژدہام لگ گیا۔ جس طرف نظر جاتی تھی عمامے ہی عمامے نظر آتے تھے۔

آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی عرب سارے میدان میں بکھرے پڑے تھے۔ لشکر کوچ پر تیار تھا۔ مجاہدین صف در صف گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے عبدالرحمٰن بن سمرا سب سے آگے علم ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔

عبدالرحمٰن بھی جوان تھے۔ بہادر تھے۔ کئی لڑائیوں میں شریک ہو چکے تھے ان کے چہرہ سے رعب و جلال ظاہر تھا۔ لوگ امیر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں امیر بھی آ گئے۔ وہ بھی گھوڑے پر سوار تھے۔ وہ مجاہدین کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا۔

"شیر دل مجاہدو! خدا کا شکر ہے کہ امارت کا چارج لینے کے بعد یہ پہلی مہم تسخیر کابل کے لئے میرے جھنڈے کے نیچے روانہ ہو رہی ہے امیر المومنین نے اس مہم کا مختار کل مجھے قرار دیا ہے۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔

دلیران اسلام! تم اس ملک میں جا رہے ہو جسے تم نے ابھی بالکل نہیں دیکھا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وہ ملک پہاڑی ہے اس کے چپہ چپہ پر سربفلک چٹانیں ہیں۔ راستے دشوار گذار ہیں۔ ملک سرد ہے۔ ملک شام سے بھی زیادہ سرد۔ تم گرم ملک کے رہنے والے ہو۔ جانتا ہوں تمہیں سردی سے تکلیف ہو گی۔ میں ہرگز تمہیں وہاں نہ بھیجتا لیکن کابل کا بادشاہ خود ہم پر حملہ آوری کا قصد رکھتا ہے اس لئے دشمن کو اسی کے ملک میں روکنے کے لئے تمہیں بھیج رہا ہوں۔

فرزندان توحید! اس بات کا خیال رکھنا کہ نماز کسی وقت کی قضا نہ ہونے پائے۔ سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرنا۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ صرف خدا پر بھروسہ رکھنا۔ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کبھی نقصان نہیں اٹھاتے۔

اگر دشمن مصالحت کی گفتگو کرے تو صلح کر لینا۔ صلح لڑائی سے بہتر ہے عاجزوں پر امان مانگنے والوں پر۔ عورتوں پر۔ بچوں پر۔ بوڑھوں پر۔ اپاہجوں پر اور بیماروں پر ہتھیار نہ اٹھانا۔ کھیتوں کو۔ مکانوں کو اور پھل دار درختوں کو نہ جلانا نہ کاٹنا نہ گرانا۔ کسی کے مذہب کی توہین نہ کرنا۔ نہ کسی معبد کو منہدم کرنا۔

میں تم سے دور رہوں گا۔ لیکن میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ مجھے جو سمجھانا تھا سمجھا دیا۔ اب اپنے اخلاق و اعمال کے تم جوابدہ ہو گے۔ خدا کا نام لے کر کوچ کر دو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔"

عبدالرحمٰن نے بلند آواز سے کہا "بسم اللہ مجریہا۔" تمام مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ علم نے فراٹا بھرا اور لشکر نے آہستہ آہستہ کوچ کیا۔ جب مجاہدین کچھ دور چلے گئے تو امیر عبداللہ اور تمام مسلمانوں نے ان کی فتح یابی کی دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی۔

چھبیسواں باب

صلح سے انکار

اسلامی لشکر کوچ و قیام کرتا ایران کو طے کر کے سیستان کی طرف بڑھا۔ اگرچہ صرف آٹھ ہزار مسلمان تھے اور ایک ایسے ملک کی طرف بڑھ رہے تھے جو ایسے براعظم سے ملا ہوا تھا جس کی آبادی کروڑوں کی تعداد میں تھی۔ اول تو خود کابل ہی بے شمار فوجیں ان کے مقابلہ میں لا سکتا تھا۔ پھر ہندوستان اور اس کے راجہ مہاراجہ تو ٹڈی دل لشکر بھیج سکتے تھے۔

لیکن مسلمان ڈرا نہیں کرتا اور پھر مجاہد اس کے پیش نظر تو صرف جہاد رہتا ہے وہ اس بات کو دیکھتا بھی نہیں کہ اس کے مقابلے میں کون ہیں اور کتنے ہیں اس کی صرف ایک ہی تمنا شہادت ہوتی ہے۔ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ موت اپنے وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔ موت سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ اس کا یہ بھی ایمان ہے کہ مرنے کے بعد وہ کسی اور قالب میں منتقل ہو کر یعنی جون بدل کر پھر دنیا میں نہیں آئے گا اس لئے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس کا استقبال کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ شہید ہو کر اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے اس لئے ہر مسلمان جہاد کو بڑا مرغوب رکھتا ہے۔ چاہتا ہے کہ وہ لڑ کر مذہب کے اوپر شہید ہو جائے تاکہ بے روک ٹوک جنت میں پہنچ جائے مسلمان جہاد سے رغبت ہی نہیں رکھتا بلکہ خوش بھی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کس کی قسمت جو جہاد کرے اور شہید ہو جائے۔

غرض مجاہدین اسلام بڑی شان کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ رسد بھی تھی اور عورتیں بھی تھیں۔ رسد اور عورتیں لشکر کے درمیان میں رہتی تھیں۔ جو سوار عورتوں کی حفاظت پر مامور تھے ان میں الیاس بھی تھے۔ بڑی بوڑھی عورتیں تو ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ انہیں بیٹا کہتی تھیں البتہ جوان عورتیں اور نوجوان لڑکیاں انہیں دیکھ کر اپنے چہروں پر نقاب کھینچ لیا کرتی تھیں۔ وہ خود بھی بڑے شرمیلے تھے۔ لڑکیوں سے تو اس لئے بچتے تھے کہ کہیں وہ کوئی آواز نہ کس دیں کیونکہ عرب لڑکیاں شوخ و شریر ہوتی تھیں اور بڑی بوڑھیوں کے پاس جاتے انہیں حجاب آتا تھا۔ جب لشکر فروکش ہو جاتا اور عورتیں اور لڑکیاں اپنے اپنے خیموں اور چھولداریوں میں چلی جاتیں تب وہ بھی اپنی والدہ کے پاس خیمہ

میں چلے جاتے اور جب کوچ ہوتا تو وہ محافظ دستوں کو لے کر ایک طرف ہٹ جاتے۔ جب عورتیں سواریوں میں بیٹھ جاتیں تب وہ آ جاتے اور ان کے پیچھے چل پڑتے۔

مسلمانوں کو عام طور پر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کابل کی کوئی کافرہ عورت ایک مسلمان لڑکی کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔ وہ لڑکی الیاس کی منگیتر تھی اس سے مسلمانوں میں اور جوش پیدا ہو گیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد کافروں کے ملک میں پہنچ کر لڑائی شروع کر دیں۔ عبدالرحمٰن سالار عسکر اسلامیہ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسلمانوں میں ایک مسلمان لڑکی کے اغوا کی خبر سن کر بڑا جوش پیدا ہو گیا ہے انہوں نے ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر مسلمانوں سے کہا۔ "ٹھہر جاؤ۔ میں کچھ کہوں گا۔"

مسلمانوں میں یہ قاعدہ تھا کہ سپہ سالار انہیں کو مقرر کیا جاتا تھا جو اعلیٰ درجہ کے جنگجو اور بہادر ہونے کے علاوہ نمازی۔ پرہیزگار اور مذہبی معلومات زیادہ سے زیادہ رکھتے تھے۔ جنہیں قرآن شریف اور اس کی تفسیر پر عبور ہوتا تھا اور حدیث سے واقفیت ہوتی۔ جو اہم امور میں فتویٰ دے سکتے۔ وہی امامت کرتے تھے۔ یعنی سارے لشکر کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔

اگر عبدالرحمٰن بن سمرا جوان تھے لیکن ان میں یہ تمام خصوصیات موجود تھیں۔ اسی وجہ سے تمام مسلمان ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت کرتے تھے سب لوگ رک گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

عبدالرحمٰن نے کہا "مسلمانو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہیں اس بات پر جوش آ گیا ہے کہ ایک کافرہ عورت ایک مسلمان لڑکی کو اغوا کر کے لے گئی ہے لیکن وہ بھی قتل کی مستحق نہیں۔ کیونکہ عورت کو قتل کرنا برا ہے۔ تم یہ جوش اپنے دل سے نکال دو۔ خالص اللہ کے لئے جہاد کرو۔ اگر اس میں تمہاری یہ غرض شامل ہو گئی تو خوف ہے کہیں تم ثواب سے محروم نہ ہو جاؤ۔ غرض کا جہاد' جہاد نہیں کہلاتا۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ اگر تمہیں کوئی کافر یعنی اس ملک کا باشندہ مل جائے تو اسے قتل نہ کر ڈالنا بلکہ میرے پاس لے آنا۔ ممکن ہے اس سے کچھ مفید باتیں معلوم ہو جائیں۔ اب تم دشمنوں کے ملک میں داخل ہو گئے ہو ہر قسم کی احتیاط رکھنا۔ بس مجھے اسی قدر کہنا تھا۔"

لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔ عبدالرحمٰن بھی چلے آئے اور تھوڑی دیر کے بعد لشکر روانہ ہو گیا۔

کئی دن سفر کرنے کے بعد مسلمان شہر درنج کے قریب پہنچے۔ یہ وہی شہر تھا جس کے

اندر۔ سلمیٰ اور ان کے ساتھیوں کو نہیں ٹھہرنے دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے شہر کے ایک طرف کچھ فاصلے پر قیام کیا۔ وہاں کے مرزبان نے قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر دیکھا اسے مسلمانوں کی تعداد زیادہ معلوم ہوئی۔ اس نے اپنے جاسوس اسلامی لشکر کی تعداد کا پتہ لانے کے لئے روانہ کئے۔ وہ رات کو قلعہ کے باہر ہی رہے لیکن مسلمانوں کے لشکر کے پاس جانے کی جرات نہیں ہوئی۔ دور دور پھرتے رہے۔ مسلمانوں نے تمام کیمپ میں جگہ جگہ الاؤ روشن کر لئے تھے۔ آگ کثرت سے جل رہی تھی۔ اس آگ کی روشنی میں مسلمان چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ جاسوس ان کا صحیح اندازہ نہ کر سکے۔

جب صبح ہوئی تو پھر وہ جھاڑیوں اور درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے ان کی تعداد کا اندازہ کرنے لگے۔ بہت کچھ دیکھنے بھالنے پر بھی وہ صحیح تعداد معلوم نہ کر سکے۔ انہوں نے سولہ ہزار کی فرضی تعداد قائم کر لی اور قلعہ میں گھس کر وہی مرزبان سے بیان کر دی۔

مرزبان کے پاس دس ہزار لشکر تھا وہ یہ سمجھا کہ جاسوسوں نے مسلمانوں کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ سولہ ہزار سوار لے کر وہ کابل کی تسخیر کے لئے نہ آتے۔ اس پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔

دوسرے روز عبدالرحمٰن نے سلمیٰ کو مرزبان کے پاس بطور قاصد کے روانہ کیا۔ سلمیٰ بے دھڑک قلعے کے پاس جا کر للکارے "اے اہل شہر میں قاصد ہوں۔"

اوپر فصیل سے مرزبان نے جھانک کر دیکھا۔ اس نے پکار کر کہا "ٹھہرو ہم آتے ہیں۔"

تھوڑی دیر میں اس پھاٹک کے دروازہ کی کھڑکی کھلی جس کے سامنے سلمیٰ کھڑے تھے۔ کھڑکی تو کھل گئی لیکن سلاخیں لگی رہیں۔ مرزبان نے سلاخوں کے پیچھے سے جھانک کر انہیں دیکھا۔ وہ انہیں پہچان گیا۔ اس نے کہا "میں نے تمہیں پہچان لیا۔ تم وہی ہو جو سوداگروں کے بھیس میں آئے تھے۔ وہ لڑکا تو تمہارے ساتھ نہیں ہے۔"

سلمیٰ:۔ اس وقت تو میں تنہا ہی ہوں۔

مرزبان:۔ میں پہلے ہی سمجھا تھا تم جاسوس ہو۔ کہو تم کیا پیغام لے کر آئے ہو۔

سلمیٰ:۔ ہمارے سردار کہتے ہیں کہ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے آگے جانا چاہتے ہیں۔ اگر تم صلح کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

مرزبان کو طیش آ گیا۔ اس نے کہا "صلح ہمارے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے؟"

سلمیٰ:۔ ہمارے لئے بھی جنگ سے صلح ہی اچھی ہے۔

مرزبان:۔ اگر تم جنگ سے صلح اچھی سمجھتے تھے تو حملہ آور ہی کیوں ہوئے۔

سلمیٰ :۔ ہم نے سنا تھا کہ تم کچھ اسلامی علاقہ اپنی قلمرو میں شامل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو۔ ہم یہی بات معلوم کرنے تمہارے پاس آئے تھے تم نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا کہ ہمیں اپنے شہر میں ٹھہرنے بھی نہیں دیا۔

مرزبان :۔ جو الفاظ میں نے تم سے اس وقت کہے تھے وہی اب بھی کہتا ہوں میں تم لوگوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ صلح سے تمہاری مراد یہ ہے کہ تمہارا محکوم بن جاؤں۔ ہرگز یہ نہیں ہو سکتا۔

سلمیٰ :۔ اگر تم چاہو تو صلح کی شرائط پیش کر سکتے ہو۔

مرزبان :۔ یہ اور کسی کو بہکانا۔ میں تمہاری باتیں خوب سمجھتا ہوں

سلمیٰ :۔ اچھی طرح سوچ لیجئے۔ میں ایک موقع اور دیتا ہوں۔

مرزبان نے غصہ میں آ کر کہا "مجھے موقع نہیں چاہئے۔ میں نے خوب سمجھ لیا ہے۔ میں تم سے بالکل نہیں ڈرتا۔ کل میدان میں نکل کر تم پر حملہ کر کے تمہیں بھگا دوں گا۔ جاؤ میرا یہی جواب ہے۔"

مرزبان نے غصہ میں آ کر بڑے زور سے کھڑکی بند کر لی۔ سلمیٰ وہاں سے واپس لوٹ آئے اور سیدھے اپنے سالار عبدالرحمٰن کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان سے وہ تمام گفتگو بیان کر دی جو مرزبان سے ہوئی تھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا "خدا کرے وہ اپنے قول پر عمل کرے اور میدان میں نکل آئے۔"

سلمیٰ :۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نے دھوکا دیا ہو اور رات کو شب خون مارے۔

عبدالرحمٰن :۔ یہی ہو سکتا ہے۔ انشاء اللہ رات کو لشکر کی حفاظت کا معقول انتظام کر دیا جائے گا۔

انہوں نے اسی وقت تمام لشکر میں اعلان کر دیا کہ لوگ ہوشیار رہیں اور جب رات ہوئی تو پانچ سو سوار حفاظت پر مامور کر کے انہیں لشکر سے باہر گھومنے کا حکم دے دیا۔

ستائیسواں باب

خونریز جنگ

رات خیریت سے گزر گئی۔ جب چہرۂ سحر نمودار ہوا تو اسلامی لشکر میں صبح کی اذان ہوئی۔ الصلوۃ خیر من النوم یعنی نیند سے بیدار ہو کر نماز کیلئے آؤ کی آواز سنتے ہی مجاہدین

جلدی جلدی اٹھ کر کیمپ سے باہر ضروریات سے فراغت کرنے کے لئے چلے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر انہوں نے وضو کئے اول سنتیں پڑھیں اور پھر فرض کے لئے جماعت کھڑی ہوئی عبدالرحمٰن نے نماز پڑھائی۔

نماز ختم کر کے مسلمان ابھی دعا ہی مانگ رہے تھے کہ قلعہ کا دروازہ کھلا اور مرزبان کا لشکر دروازہ میں سے نکل نکل کر پھیلنے لگا عبدالرحمٰن نے جب دیکھا تو انہوں نے کہا "مژدہ ہو مجاہدو۔ دشمن مقابلہ میں آ گیا ہے پس دوڑو تم بھی ان کی طرف، رحمت کرے اللہ تعالیٰ تم پر۔ لگا لو تم ہتھیار اور صفیں مرتب کرو ان کے سامنے جا کر۔"

مسلمان اپنے خیموں کی طرف دوڑے۔ انہوں نے جلدی جلدی ہتھیار لگائے۔ گھوڑوں پر زین کسے اور بڑی شان سے اکڑتے ہوئے گروہ گروہ میدان میں نکلے ہر دستہ اپنے سردار کے ساتھ آ رہا تھا اور ہر سردار کے ہاتھ میں علم تھا۔

جب عبدالرحمٰن ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے بڑھے تو الیاس نے ان کے پاس آ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر دریافت کیا "کس لئے آئے ہو بھائی؟"

الیاس :۔ میرے دل میں بھی جہاد کی امنگ ہے۔ شہادت کی تمنا ہے۔ میں میدان جنگ میں جانے کی اجازت لینے آیا ہوں۔

عبدالرحمٰن :۔ عزیز! تم عورتوں کی حفاظت پر مامور ہو۔ ان کی حفاظت کرتے رہو اگر لڑائی تم تک پہنچ جائے تو تمہیں اجازت ہے۔ تم بھی شریک ہو جاؤ۔

الیاس :۔ حضرت اس کی نوبت ہی نہیں آنے کی۔ لڑائی مجھ سے دور ہی رہے گی سلمیٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔ صرف میں اپنے لئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

عبدالرحمٰن :۔ اچھا تم ہمارے ساتھ رہو۔

الیاس :۔ بہتر ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

عبدالرحمٰن اور الیاس دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان میں آ گئے۔ عبدالرحمٰن کے پانچسو سوار قلب میں کھڑے تھے۔ وہ الیاس کو لے کر ان سے آگے جا کھڑے ہوئے۔ لشکر کی ترتیب ہوئی۔ میمنہ اور میسرہ قائم ہوئے۔ کفار بھی صف بندی کر چکے تھے۔ انہوں نے طبل جنگ بجایا۔ نقاروں کی پرشور آواز بلند ہوئی اور اعدائے اسلام کے رسالے ترتیب و نظام کے ساتھ آگے بڑھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انسانی سمندر میں

طوفانی موجیں اٹھنے لگی ہیں۔

مسلمان انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ انہیں جوش آ رہا تھا ان کا دل چاہتا تھا کہ وہ جھپٹ کر حملہ کر دیں لیکن ابھی ان کے سالار نے حملہ کا اشارہ نہیں کیا تھا اس لئے وہ اپنی جگہ کھڑے غضب ناک نگاہوں سے انہیں گھور رہے تھے۔

کافروں کا سیلاب بڑھتا چلا آ رہا تھا اور اس شان سے آ رہا تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسلمانوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لیجائیگا۔

عبدالرحمٰن نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ مسلمان ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے دوسرا نعرہ لگایا مسلمانوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ انہوں نے تیسرا نعرہ لگایا تمام مسلمانوں نے اس مبارک نعرہ کی تکرار کی ہیبت ناک شور بلند ہوا۔ طبل جنگ کی آواز اس شور میں غائب ہو گئی۔

اب مسلمانوں نے گھوڑوں کو بڑھایا اسلامی دستے اس شان سے بڑھے کہ نیزے ہاتھوں میں لے کر انیاں دشمنوں کی طرف بڑھا دیں۔

اس وقت آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ ہوا خاموش تھی۔ فضا دم سادھے اس خون ریز منظر کو دیکھ رہی تھی۔ آفتاب کی شعاعوں سے ہتھیار جگمگا رہے تھے۔ کافروں کے سروں پر لوہے کے خود تھے جو چمک رہے تھے۔ مسلمان عمامے باندھے تھے۔ ان کی قباؤں کے لمبے دامن لٹک رہے تھے۔

کافروں کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کی داڑھیاں ان کے رعب و جلال کو ظاہر کر رہی تھیں۔

چونکہ فریقین ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے اس لئے فاصلہ کم ہوتا جاتا تھا۔ شروع میں یہ خیال ہوا تھا کہ شاید نیزوں سے لڑائی شروع کیجائے۔ لیکن فریقین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ جلد سے جلد بھڑ جانا چاہتے تھے اس لئے تیروں کی نوبت نہیں آئی۔

کافروں نے بھی اپنے نیزے نکال لئے تھے۔ جب فریقین کی پہلی صفیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو دونوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے حملہ کرتے وقت پھر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ اس نعرہ کی ہیبت سے کافروں کے بہت سے گھوڑے الف ہو گئے۔ سوار گھوڑوں کو سنبھالنے میں مصروف ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کے گھوڑوں ہی کو بھون ڈالا۔

ایک تو گھوڑے خوفزدہ ہو ہی رہے تھے اور ان پر نیزوں کی انیاں پڑیں وہ گھبرا کر دوسرے سواروں پر جا پڑے۔ اس سے کافروں کی پہلی صف میں انتشار پیدا ہو گیا۔ کئی سوار

گھوڑوں سے نیچے گر پڑے اور روندے گئے۔ کئی گھوڑے زخم کھا کر پیچھے کی طرف بھاگے اس سے دوسری صف میں بھی ابتری پیدا ہو گئی۔

مسلمانوں کی پہلی صف نے نہایت جوش کے ساتھ نیزوں سے حملہ کیا۔ بعض لوگوں نے ان کے حملے روک لئے۔ لیکن زیادہ تر نیزے کارگر ہوئے۔ کچھ سواروں کے لگے اور کچھ گھوڑوں کے۔ کچھ سوار زخمی ہو کر گرے اور کچھ کو گھوڑوں نے الٹ دیا۔ غرض کافروں کی پوری صف میں عجب انتشار اور ابتری پیدا ہو گئی۔ مسلمانوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے نیزے رکاب و دوال کے سہارے سے کھڑے کئے اور تلواریں ہاتھوں میں لے کر دانت بھینچ کر حملے شروع کئے۔

کفار نے بھی ان کی تقلید کی۔ انہوں نے بھی تلواریں سونت لیں اور وہ بھی مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ خون کی بوندیں اچھل اچھل کر لڑنے والوں کو رنگنے لگیں۔ صاف و شفاف تلواریں خون پی پی کر سرخ ہو گئیں اور دھاڑ کے ساتھ ساتھ شور و غل بھی بڑھ گیا۔ طبل جنگ زور زور سے بجنے لگا کفار عجب عجب نعرے لگانے لگے۔ میدان جنگ گونج اٹھا۔

مسلمان خاموشی مگر جوش سے لڑ رہے تھے۔ ان کی خونخوار تلواریں بڑی پھرتی سے اٹھ اٹھ کر انسانی سمندر میں ڈوب رہی تھیں اور جب وہ خون اگلتی ہوئی اٹھتی تھیں تو خون آلودہ تلواروں کا کھیت سا اگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

ہاتھ پیر اور سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔ دھڑ تناور درختوں کی طرح گر رہے تھے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔ مسلمانوں نے کافروں کی پہلی اور دوسری صف کا بالکل صفایا کر دیا تھا اور اب وہ تیسری صف پر حملہ آور ہوئے تھے۔

مسلمان بڑی بہادری اور نہایت جی داری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں غضب کا کاٹ کر رہی تھیں۔ وہ دشمنوں کی لاشوں پر لاشیں بچھاتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے گھوڑے لاشوں کو روند رہے تھے۔

لیکن کفار بھی صرف مر ہی نہیں رہے تھے بلکہ مار بھی رہے تھے۔ انہوں نے بھی بہت سے مجاہدوں کو شہید کر ڈالا تھا۔ جب کوئی مسلمان شہید ہو جاتا تھا تو اس کے پاس کے مسلمان کو بڑا جوش آ جاتا تھا اور وہ غیظ و غضب میں بھر کر اس زور سے حملہ کرتے تھے کہ ہر مسلمان کم سے کم دو کافروں کو مار ڈالتا تھا۔

کفار بھی جوش میں آ کر حملہ کرتے تھے۔ مگر جوش میں آتے ہوئے مسلمان ان کے

حملوں کو شروع کرنے سے پہلے ہی روک دیتے تھے اور ان کے حملوں کو روک کر خود نہایت زور اور بڑے جوش سے حملہ کرتے تھے۔ ان کا حملہ بے پناہ ہوتا تھا ان کی تلواریں کافروں کو کاٹ کر بچھا دیتی تھیں۔

جنگ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے خون کے دریا بہہ رہے تھے اس وقت عبدالرحمٰن اور الیاس فاصلہ پر کھڑے جنگ کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ عبدالرحمٰن چاروں طرف اسی خیال سے دیکھ رہے تھے کہ کسی طرف مدد کی تو ضرورت نہیں۔ لیکن الیاس کا خون خونریزی کو دیکھ دیکھ کر جوش کھا رہا تھا۔ وہ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے عبدالرحمٰن سے کہا "یا امیر! حملہ کرنے کی اجازت دیجئے۔"

عبدالرحمٰن نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کا چہرہ جوش و غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا "پرجوش نوجوان! ذرا اور توقف کرو۔"

الیاس: دیکھئے تو سہی کس قدر خونریز جنگ ہو رہی ہے۔

عبدالرحمٰن: دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ کچھ دیر اور ضبط کرو۔

الیاس: ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن: پھر بھی صبر کرو۔ دیکھو مسلمانوں نے تیسری صف کو بھی الٹ دیا ہے۔

واقعی مسلمانوں نے پرزور حملہ کر کے تیسری صف کو بھی الٹ دیا تھا۔ اس وقت لڑائی کا زور بڑھ گیا تھا۔

اٹھائیسواں باب

شکست

ابھی تک مرزبان بھی ایک ہزار سواروں کو اپنے جلو میں لئے قلب میں کھڑا لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی بہادر اور جنگجو تھا۔ مسلمانوں کے حملوں کی شان دیکھ دیکھ کر اسے بھی غصہ اور جوش آ رہا تھا۔ لیکن وہ بھی ابھی تک اپنی جگہ جما کھڑا تھا اور بڑے غور سے میدان جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اس نے رکابوں پر کھڑے ہو کر جنگ گاہ کی دوسری طرف دیکھا اسے عبدالرحمٰن اور ان کا رسالہ کچھ ایسا بکھرا ہوا کھڑا نظر آیا کہ وہ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں کر سکا۔ اسے یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کا آدھا لشکر حملہ آور ہوا ہے۔ باقی لشکر اپنی جگہ جما ہوا

ہے۔ یہ موقع بہت اچھا ہے۔ اگر ہماری فوج اس وقت ہی توڑ کر حملہ کرے تو مسلمانوں کو پسپا کر سکتی ہے۔"

افسر: مجھے تو مسلمانوں کی لڑائی کا ڈھنگ دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے۔ کمبخت کس جوش و خروش سے لڑ رہے ہیں۔

مرزبان: ان کا جوش اسی وقت تک ہے جب تک ان پر پوری قوت سے حملہ نہیں کیا جاتا۔ جب پورے زور سے حملہ ہوگا تو ان کا جوش ختم ہو جائیگا اور وہ بجائے بڑھنے کے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

افسر: لیکن انہوں نے ہماری تیسری صف کو بھی توڑ دیا ہے۔

مرزبان: ہم نے دیکھ لیا ہے۔ ذرا تم دوڑ کر افسروں کو اطلاع کر دو کہ وہ جوش میں آ کر تیزی سے حملہ کریں۔

افسر: بہتر ہے۔

وہ گھوڑا دوڑا کر میدان جنگ میں آیا اور اس نے یکے بعد دیگرے تمام افسروں کو مرزبان کا حکم سنا دیا۔ سب افسروں نے سپاہیوں کو جوش دلایا۔ طبل جنگ اور بھی زور زور سے بجا اور کافروں کے دستوں نے نہایت جوش سے بڑھ کر بڑے زور سے حملہ کیا۔

کافروں کا یہ حملہ نہایت سخت ہوا مسلمان جو سر جھکائے لڑائی میں مصروف تھے۔ کافروں کی یلغار سے اپنی جگہوں پر قائم نہ رہ سکے۔ وہ زور اور زد پڑنے پر قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے۔

اگرچہ اب بھی مسلمان بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ اب بھی ان کی تلواریں برابر کاٹ رہی تھیں۔ وہ حملہ آوروں کو قتل کر رہے تھے۔ لیکن کفار کی دھکیل انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہی تھی اور وہ مارے کاٹتے پر بھی پیچھے ہٹتے آ رہے تھے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس نعرے نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں۔ انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا انہیں معلوم ہو گیا کہ کافروں نے انہیں کافی پیچھے دھکیل دیا ہے۔ انہیں بڑا طیش آیا۔ انہوں نے مل کر پھر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ اور نہایت جوش سے حملہ کیا۔ ان کے اس حملہ نے کافروں کے سیلاب کو روک دیا۔

مسلمانوں نے اور بھی پھرتی سے تلواریں چلانی شروع کیں۔ کافروں نے بھی زور سے حملے کئے۔ جن کا زور اور بڑھ گیا۔ خونریزی اور بھی تیز ہو گئی۔ تلواریں نہایت پھرتی سے

اٹھنے اور ڈوبنے لگیں۔ سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے دھڑوں پر دھڑ گرنے لگے۔ خون کے فوارے ابل پڑے۔ سر فروش خون میں نہا گئے۔

کفار مسلمانوں کو کچلنے اور پیچھے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے اور مسلمان، کافروں کو مارنے اور پسپا کرنے کے لئے پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے۔ چونکہ فریقین جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لئے لڑائی کا ہنگامہ بہت بڑھ گیا تھا۔

کفار کے لشکر میں طبل جنگ تو بج ہی رہا تھا مگر وہ قومی نعرے بھی لگا رہے تھے۔ نقاروں کی مہیب آواز اور نعروں کا شور تمام میدان کو دہلا رہے تھے۔ اس پر تلواروں کی کھٹا کھٹ اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور مستزاد تھی۔

مسلمان بھی کبھی کبھی اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگا کر ساری آوازوں کو دبا دیتے تھے۔ جب مسلمان نعرہ لگاتے تھے تو کفار دہل جاتے تھے اور وہ گھبرا کر بغلیں جھانکنے لگتے تھے۔

نعرہ لگاتے ہی مسلمان بڑے زور سے حملہ کرتے تھے۔ گویا وہ تازہ دم ہو جاتے تھے۔ ان میں جوش کے ساتھ ساتھ قوت بھی آ جاتی تھی اور وہ پہلے سے بھی تیزی اور پھرتی سے لڑنے لگتے تھے۔ ان کی تلواریں اس تیزی سے کاٹ کرنے لگتی تھیں کہ کافروں کا کتراؤ کر ڈالتی تھیں۔ ان کے پرے کے پرے صاف کرتی تھیں۔ ایک دفعہ تو کافر گھبرا جاتے تھے۔

لیکن سنبھل کر کفار بھی مسلمانوں پر حملہ کر دیتے تھے اور ان کی تلواریں بھی مسلمانوں کو کاٹنے لگتی تھیں۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ مسلمان کم مارے جاتے تھے اور کفار زیادہ۔

جنگ لڑائی کا بڑا زور تھا۔ مسلمان کافروں کو اور کافر مسلمانوں کو پسپا کرنے کی فکر میں تھے اس وقت مرزبان کو جوش آ گیا۔ وہ اپنا رسالہ لے کر بڑھا۔ الیاس نے دیکھ لیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے کہا "آپ نے دیکھا مرزبان بھی حملہ کرنے کے قصد سے چلا ہے۔"

عبدالرحمٰن:۔ ہماری نگاہ وہیں ہے۔

الیاس:۔ آپ بھی حملہ کریں۔

عبدالرحمٰن:۔ ابھی اور توقف کرو۔

الیاس:۔ آخر آپ کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔

عبدالرحمٰن:۔ میں مرزبان کے حملہ کا اثر دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس عرصہ میں مرزبان لڑنے والوں کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے للکار کر کہا "بہادرو! بڑھو۔ دلیری سے حملہ کرو۔ مسلمان عنقریب میدان چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں۔"

کافروں نے جب مرزبان کو اپنے قریب دیکھا اور اس کی آواز سنی تو انہیں اور جوش آ گیا۔ انہوں نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ گئے۔

مسلمانوں نے بھر نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ انہوں نے مرزبان کا رسالہ حملہ پر تیار دیکھ کر پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس نعرہ نے ان میں تازہ جوش بھر دیا۔ وہ تلواروں کے قبضے مضبوط پکڑ کر پھر حملہ آور ہوئے اور اس زور سے حملہ کیا کہ کفار ان کے حملہ کو نہ روک سکے۔ انہوں نے کافروں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا اور اس شدومد سے جدال و قتال کیا کہ قدم قدم پر دشمنوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر مرزبان نے بھی مع اپنے رسالہ کے دھاوا بول دیا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے اس کے حملے کو بھی روکا اور جوش میں آ کر کافروں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے بیچ میں گھس گئے وہاں پہنچ کر وہ موت کی لڑائی لڑنے لگے۔

عبدالرحمٰن دیکھ رہے تھے۔ الیاس کی نگاہیں بھی وہیں تھیں۔ عبدالرحمٰن نے ان کی طرف دیکھا۔ جوش و غصہ سے ان کا خون کھول رہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا "اب حملہ کا وقت آ گیا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔"

الیاس پہلے ہی سے تیار تھے۔ ان دونوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ ان کا رسالہ بھی ان ہی کی تیزی سے چلا۔ انہوں نے مسلمانوں کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر کا دل ہلا دینے والا نعرہ لگایا۔

مسلمانوں نے نگاہیں پھیر کر انہیں دیکھا۔ ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے بھی اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا اور نہایت جوش سے حملہ کیا ادھر عبدالرحمٰن۔ الیاس اور ان کے ہمراہی نے حملہ کر دیا۔ انہوں نے نہایت تیزی سے بے دریغ ایک سرے سے کافروں پر ہاتھ رکھ دیا اور اس پھرتی سے انہیں قتل کرنا شروع کیا کہ صفوں کی صفیں صاف کر ڈالیں۔ پہلے ہی حملہ میں کئی ہزار دشمنوں کو خاک و خون میں لٹا دیا۔

عبدالرحمٰن بڑے جوشیلے اور نہایت بہادر تھے۔ انہوں نے پر زور حملہ کر کے کافروں کو خس و خاشاک کی طرح کاٹ ڈالا۔ جس طرف حملہ کرتے تھے ایک دو سواروں کو مار ڈالتے تھے۔ جہاں لڑائی کا زور دیکھتے وہاں جا پہنچتے اور مار کاٹ کر دشمنوں کو پیچھے دھکیل دیتے تھے۔

الیاس نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ انہوں نے جلدی جلدی میں دلیری سے کافروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ گویا وہ تمام سب کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ نہایت پھرتی سے ادھر ادھر

گھوڑا دوڑا کر حملے کر رہے تھے اور ہر حملہ میں ایک دو سوار کو مار ڈالتے تھے۔ وہ کافروں کو مارتے کاٹتے مرزبان کی طرف بڑھ رہے تھے آخر وہ اور ان کے ساتھ تقریباً پچاس سوار صفوں کو چیرتے ہوئے مرزبان کے رسالہ پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ جو لوگ سامنے آئے انہیں الٹ دیا۔ الیاس کی تلوار بڑی پھرتی سے قتل کر رہی تھی۔ انہوں نے کئی کافروں کا صفایا کر کے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور بڑے جوش سے حملہ کیا ساتھ ہی ان کے ہمراہی ٹوٹ پڑے انہوں نے دور تک لاشیں بچھا دیں اور آخر کار مرزبان کے رسالہ ہی کو الٹ دیا۔ اتفاق سے مرزبان کی نظر ان پر پڑی۔ وہ چونکا۔ اس نے انہیں غور سے دیکھا اور کہا "اب لڑنا بے کار ہے۔ یہی وہ نوجوان ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اس نے میرے رسالے کو الٹ دیا ہے۔ بھاگو اب بھاگنے ہی سے جان بچے گی۔

اول وہ خود بھاگا۔ اس کے پیچھے اس کا بچا کھچا رسالہ بھاگ پڑا۔ انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ کر اس کا سارا لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ مارتے کاٹتے لاشیں بچھاتے ان کے پیچھے لگے چلے گئے۔ جب کافر قلعہ میں جا گھسے تب مسلمان واپس لوٹ آئے۔

انتیسواں باب

مصالحت

مسلمانوں نے واپس آتے ہوئے سب سے پہلے شہیدوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ جنازہ کی نماز پڑھی اور گڑھے کھود کر دفن کر دیا۔ اس کے بعد وہ تمام میدان میں پھیل گئے اور کچھ تو مقتولین کے گھوڑوں کو پکڑنے اور مرنے والوں کے ہتھیار جمع کرنے لگے۔ جو کافر چاندی اور سونے کا کوئی زیور پہنے ہوئے تھے وہ بھی اتار لئے شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ سوا دو سو مسلمان شہید ہوئے اور ساڑھے سات ہزار کافر مارے گئے۔ ان کے زخمیوں کی تعداد تو معلوم نہ ہو سکی البتہ مسلمان دو سو کے قریب زخمی ہوئے۔ ان میں سے ڈیڑھ سو کے معمولی زخم تھے البتہ پچاس کچھ شدید زخمی ہوئے تھے۔

مسلمانوں نے کیمپ میں واپس آ کر زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ جن کو تیمارداروں کی ضرورت تھی انہیں عورتوں کے قریب خیموں میں ٹھہرا دیا اور عورتوں نے ان کی دیکھ بھال

شروع کر دی۔

دوسرے روز مسلمانوں نے آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مرزبان پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ قلعہ کے برج میں آ کر دیکھنے لگا اس نے دیکھا اس طرف کے مسلمان نہایت اطمینان سے اس طرح لیٹے یا بیٹھے ہیں جیسے وہ اپنے گھر پر ہوں۔ وہ وہاں سے دوسری طرف گیا۔ ادھر بھی دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مسلمانوں کو کسی قسم کا بھی فکر نہیں ہے۔ وہ تو گھر کی طرح سے مطمئن ہیں۔ اس نے اپنے شہر کے معززین اور سلطنت کے اراکین کو بلایا۔ ان سے مشورہ لیا۔ ان میں سے ایک نے دریافت کیا "آپ کس بات میں مشورہ لینا چاہتے ہیں؟"

مرزبان: مسلمانوں کے معاملہ میں تم نے دیکھ لیا کہ میں اپنی پوری قوت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا۔ خیال تھا انہیں ہزیمت دے کر بھگا دوں گا لیکن الٹا انہوں نے ہمیں شکست دی اور اب یہ جسارت کی کہ ہمارا محاصرہ بھی کر لیا۔

ایک معزز شخص نے کہا "اب اگر میں سچ بات کہوں تو آپ کی خفگی کا اندیشہ غلط کہوں تو مشورہ درست نہ ہو گا اس لئے کچھ کہنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔"

مرزبان: بات صحیح اور درست کہنی چاہئے۔ خفگی کا بالکل خوف نہ کرو۔

وہی شخص: تب سنئے۔ آپ نے دیکھا تھا کہ مسلمانوں نے ایران جیسی عظیم سلطنت پر حملہ کر کے اسے پارہ پارہ کر دیا۔ یزدگرد شاہ ایران بھاگتا پھرا اور آخر کار غریب الوطنی میں مر گیا۔ آپ کو مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاری نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جب بیج ہی کڑوا بویا ہے تو پھل بھی کڑوا ہی ملے گا۔

دوسرا: یہ انہوں نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف جب تیاری شروع کی گئی تھی۔ میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا ہوتا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کے خلاف کہیں بھی کوئی بات کی جائے انہیں ضرور معلوم ہو جاتی ہے اب خدا جانے وہ علم نجوم میں ماہر ہیں۔ یا غیب دان ہیں۔ یا جن ان کے تابع ہیں۔ دیکھ لو یہاں تیاری ہوئی اور انہیں خبر بھی ہو گئی۔ خیر یہ تو ہونا ہی تھا۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا چند عرب تاجر یہاں آئے تھے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سوداگر نہیں تھے بلکہ جاسوس تھے وہ شہر میں قیام کرنا چاہتے تھے انہیں نہیں ٹھہرنے دیا بلکہ ناراض ہو کر باہر نکال دیا اگر وہ جاسوس ہی ہوتے تو کیا معلوم کر لیتے۔ ہمیں چاہئے تھا کہ انہیں ٹھہراتے ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے۔ وہ ہمارے مشکور ہوتے۔ اس کے خلاف وہ ہم سے ناراض ہو گئے اور ہم پر مسلمانوں کو چڑھا

لائے۔ ان کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔

مرزبان :۔ مگر میں دوسرے قریبی رؤساء سے مدد طلب کر سکتا ہوں ارزنج اور داور کے حکمران اور کابل کے مہاراجہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

تیسرا :۔ آپ مدد طلب کر سکتے ہیں لیکن یہ بات مسلمانوں سے چھپی نہ رہے گی۔ وہ پر زور حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیں گے۔ مردوں کو قتل کر ڈالیں گے اور ہماری عورتوں کو اپنی کنیزیں بنا لیں گے۔

مرزبان :۔ تب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

کئی آوازیں آئیں "جس طرح بھی ہو مصالحت کر لینی چاہئے"

جب مرزبان نے دیکھا کہ سب صلح کے خواہشمند ہیں تو اس نے کہا "خود میری رائے بھی صلح کی تھی۔ لیکن تم سے مشورہ لینا ضروری تھا۔ اب بھی اگر کوئی صاحب صلح کی مخالفت کرنا چاہیں تو میں سننے کو تیار ہوں۔"

سب نے کہا "صلح کا کوئی مخالف نہیں ہے اگر جنگ کی گئی تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔"

مرزبان :۔ اچھا قاصد کسے بنایا جائے؟

سب نے کہا "جسے آپ مناسب سمجھیں۔"

مرزبان نے کہا "کوئی بوڑھا مدبر ہونا چاہئے۔"

اس نے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ مناسب ہیں۔"

بوڑھے نے عرض کیا "میں یہ خدمت بجا لانے کے لئے تیار ہوں۔" لیکن اس وقت جب مجھے پورے پورے اختیارات دے جائیں۔"

مرزبان :۔ ہم تمہیں پورے پورے اختیارات دیتے ہیں۔ جس قیمت پر بھی ہو مصالحت کر لینا۔

بوڑھا :۔ اب میں بخوشی سے اس خدمت کو انجام دوں گا۔ لیکن یہ اور بتا دیجئے کہ وہ تاوان اور خراج طلب کریں گے کس قدر تاوان اور کس قدر خراج پر معاملہ کر لیا جائے؟

مرزبان :۔ اگر چار لاکھ درہم تاوان اور دو لاکھ درہم سالانہ خراج پر بھی معاملہ ہو جائے؟ کر لیا جائے۔

بوڑھا :۔ بہتر ہے۔

وہ اپنا مخصوص لباس پہن کر قلعہ سے باہر گیا اور مسلمانوں کے قریب آکر پکارا "مسلمانو! میں قاصد ہوں۔ تمہارے سردار کے پاس جانا چاہتا ہوں۔"

کئی مسلمان آگئے اور اسے عبدالرحمن کی خدمت میں لے گئے۔ بوڑھے کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا سردار بڑی شان سے ہو گا۔ اس کے خیمہ میں اعلیٰ درجہ کا فرنیچر ہو گا۔ دروازہ پر کئی پہرہ دار ہوں گے اعلیٰ قسم کا لباس ہو گا۔ لیکن جب اس نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ نہ ان کے خیمہ پر پہرہ تھا۔ نہ خیمہ کے اندر فرنیچر تھا۔ نہ وہ عمدہ قسم کے کپڑے پہنے تھے۔ بلکہ اور مسلمانوں کی طرح معمولی لباس پہنے کمبل کے فرش پر بیٹھے تھے وہ انہیں سردار سمجھا بھی نہیں۔ جو لوگ اسے اپنے ساتھ لائے تھے جب انہوں نے بتایا تب وہ پہچانا۔ اس نے انہیں سلام کہا۔ عبدالرحمن نے سلام کا جواب دیا اور بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ اسے اپنے قریب بٹھایا اور پوچھا "کیسے آئے ہو؟"

بوڑھے نے کہا "میں قاصد ہوں صلح کی درخواست لے کر آیا ہوں۔

عبدالرحمن :۔ ہم نے خود صلح کی پیشکش کی تھی لیکن تمہارے مرزبان نے نہیں مانا۔

قاصد :۔ اس کا انہیں افسوس ہے۔

عبدالرحمن :۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب ہم صلح کے لئے تیار نہیں۔

بوڑھے نے ہر چند عرض معروض کی مگر عبدالرحمن تیار نہ ہوئے جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے کہا "ہم اس وقت صلح کی درخواست پر غور کر سکتے ہیں جب تمہارا مرزبان خود آکر پیش کرے۔

بوڑھا :۔ کیا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر مرزبان یہاں آئیں اور مصالحت نہ ہو تو آپ ان سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ واپس جانے دیں گے؟

عبدالرحمن :۔ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اور یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ اپنے گھر میں واپس نہ چلے جائیں گے ہم قلعہ پر حملہ نہ کریں گے۔

بوڑھا چلا گیا۔ اس نے مرزبان سے تمام گفتگو بیان کی۔ لوگوں نے مرزبان کو مجبور کیا کہ وہ جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ دس فوجی افسروں کو لے کر روانہ ہوا۔ اسے بھی مسلمانوں نے عبدالرحمن بیٹھے۔ مرزبان نے کہا "مجھے اپنی غلطیوں کا اقرار ہے۔ آپ کی خدمت میں صلح کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔

عبدالرحمن :۔ افسوس یہ ہے کہ آپ نے ہمارے آدمیوں کے ساتھ نہایت بدسلوکی اور بداخلاقی کی۔ آپ یہ نہ سمجھے کہ ہر مسلمان سلطنت اسلامیہ کا ایک رکن ہے۔ اس کی توہین سلطنت کی توہین ہے۔ خلیفہ کی توہین ہے اور خود اسلام کی توہین ہے۔

مرزبان :۔ میں نے نادانی سے ایسا کیا نادم و شرمسار ہوں۔

عبدالرحمٰن :۔ اگر تم صلح کی عاجزانہ درخواست پیش نہ کرتے تو میں ہرگز مصالحت نہ کرتا۔ اچھا بتاؤ تم کس خراج پر مصالحت کرتے ہو۔

مرزبان :۔ جو آپ مقرر کریں۔

عبدالرحمٰن :۔ تم بتاؤ کہ آسانی کے ساتھ کس قدر خراج ادا کر سکو گے۔

مرزبان :۔ دو لاکھ درہم سالانہ ادا کر سکوں گا۔ ایک سال کا خراج آپ کو ابھی ادا کر دوں گا۔

عبدالرحمٰن :۔ ہمیں منظور ہے۔ لیکن تمہیں یہ اقرار کرنا ہوگا کہ ہمارے دشمنوں سے کوئی سازباز نہ کرو گے۔ ہمارے مقابلہ میں انہیں کوئی مدد نہ دو گے۔ نہ کسی دشمن کو پناہ دو گے۔

مرزبان :۔ میں ان باتوں کا اقرار کرتا ہوں۔

عبدالرحمٰن :۔ اگر تم ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرو گے تو صلح فسخ ہو جائیگی۔

مرزبان :۔ ایسی صورت میں ہمیں آپ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔

غرض دو لاکھ درہم پر صلح ہو گئی اور شہر ارزنج بھی اسلامی قلمرو میں شمار ہونے لگا۔

تیسواں باب

وادی ارزنج آغوش اسلام میں

شہر ارزنج کے فتح ہونے کا کش تک کے علاقہ پر اثر پڑا۔ وہاں کے آتش پرست بھی گھبرا گئے۔ کچھ تو ان میں سے بھاگ نکلے۔ کچھ اپنی اپنی بستیوں میں آباد رہے انہوں نے طے کر لیا کہ جب مسلمان ان کے پاس آویں گے تو وہ ان کی اطاعت کریں گے۔

چنانچہ جب مسلمان کش کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بستی والوں نے ان کی اطاعت کر لی اور ان سے تجارت شروع کر دی۔

مسلمان ہر چیز کی اچھی قیمت دیتے تھے۔ ان سے تجارت میں بڑا فائدہ ہوتا تھا۔ اس لئے ہر قوم ان سے تجارت کرنے کی آرزو کرتی تھی۔

غیر مسلم لوگ اسلامی لشکر میں دوکانیں کھول لیتے تھے۔ چونکہ مسلمان بڑے مہذب اور ایماندار تھے اس لئے کسی دوکاندار سے کوئی چیز زبردستی یا مفت نہ لیتے تھے بلکہ وہ جو چیز

لیتے تھے اس کی قیمت خاطر خواہ دیتے تھے جو دوکاندار جس چیز کی قیمت جو مانگتا وہی دیتے۔ اس سے تاجروں کو بڑا فائدہ ہوتا تھا اور وہ لشکر کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

مسلمان ان کی ان کے مال کی حفاظت بھی کرتے اور انہیں سواریاں بھی دیتے مسلمانوں کو یہ فائدہ تھا کہ انہیں لشکر ہی میں ضروریات کی چیزیں مل جاتی تھیں۔

اسلامی لشکر کے آنے اور شہر ارزنج اور کش کے علاقہ کو فتح کر لینے کی خبر ارزنج تک پہنچ گئی۔ عبداللہ ارزنج ہی میں تھے۔ انہیں بڑی خوشی ہوئی اور جب انہوں نے سنا کہ اسلامی لشکر قریب آ گیا ہے تو ایک روز اس نے اپنے آقا یعنی حکمران سے کہا "مسلمانوں کا لشکر قریب آ گیا ہے۔ ہمارے شہر اور علاقہ کے لوگ پریشان اور خوفزدہ ہو رہے ہیں۔"

حکمران :۔ مجھے معلوم ہے لیکن کیا کیا جائے۔ ان کی پریشانی کیسے دور ہو۔

عبدالرحمٰن :۔ پہلے یہ طے کیجئے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے یا صلح کر لی جائے۔

حکمران :۔ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان کی بہادری اور استقلال کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ دیکھوں کہاں تک ٹھیک ہیں۔

عبداللہ :۔ کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ بہت تھوڑے مسلمانوں نے ایران جیسی زبردست سلطنت پر چڑھائی کی۔ شاہ ایران نے ان کے مقابلہ میں زبردست فوجیں بڑے بڑے بہادر اور افسروں کی سرکردگی میں بھیجیں۔ ساری فوجیں تباہ ہو گئیں اور سب افسر یا تو مارے گئے یا گرفتار ہو گئے۔ یہاں تک کہ شاہ ایران کو بھاگنا پڑا اور سارے ایران پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔

حکمران :۔ میں نے یہ سب باتیں سنی ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ چاہتا ہوں کہ آخر وہ کیا بات ہے جس سے وہ اپنے حریف پر غالب آ جاتے ہیں۔

عبداللہ :۔ مجھ سے سن لیجئے۔ وہ نہ آگ کو پوجتے ہیں۔ نہ بتوں کو۔ نہ اور کسی چیز کو۔ صرف خدا کی پرستش کرتے ہیں خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ کامیاب ہوتے ہیں۔

حکمران :۔ میں اس بات کو نہیں مانتا۔ ہم بھگوان بدھ کو مانتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے۔

عبداللہ :۔ مسلمان کہتے ہیں کہ انسان خدا نہیں ہوگا۔ نہ اور کوئی چیز خدا ہے۔ خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ وہ دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا ہے۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ انسانی آنکھ اس کے جلوے کی متحمل

نہیں ہو سکتی۔ وہی پیدا کرتا ہے۔ وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہ پکارنے والوں کی پکار سنتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے سزا دیتا ہے۔

عمران :۔ آج تم نے عجیب باتیں بیان کیں۔ اگر کوئی خدا ہے تو واقعی ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن آخر ہم اور ہمارے باپ دادا جس مذہب پر پابند ہیں وہ کیا ہے۔

عبداللہ :۔ مسلمان کہتے ہیں کہ جو خدا کی صورتیں بنائے بیٹھے ہیں۔ وہ بت پرست ہیں۔ جب خدا کو کسی نے دیکھا ہی نہیں تو اس کی تصویر یا مجسمے کیسے بنالئے گیا یا تو وہ خیالی تصویریں ہیں یا مذہبی بزرگوں کی ہیں۔ ان کی پوجا کرنا گناہ ہے۔ خدا ایسے لوگوں سے ناخوش ہوتا ہے جو بتوں کو پوجتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس کی مثال بالکل ایسی ہے۔ جیسے کوئی بادشاہ ہو اس کی رعایا اس کے وزیروں اور امیروں کی تو اطاعت کرے اور بادشاہ کی اطاعت نہ کرے۔

عمران :۔ بات تو ٹھیک کہتے ہیں۔ کہیں ہم جہالت اور گمراہی میں تو پڑے نہیں رہے۔

عبداللہ :۔ میں نے ان سوداگروں سے گفتگو کی تھی جو یہاں آئے تھے انہوں نے ایسی باتیں بیان کی تھیں کہ میرا عقیدہ ہی بدل گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بت خدا نہیں خدا وہ ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور جسے کسی نے نہیں دیکھا۔

عمران :۔ میں عرصہ سے مسلمانوں کے متعلق تو سن رہا تھا لیکن ان کے مذہب کے متعلق کچھ نہیں سنا تھا۔ ورنہ ان سے گفتگو کرتا۔

عبداللہ :۔ مجھے ان کے مذہب کی اکثر باتیں معلوم ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ اس کے بندے اس سے منحرف ہو کر بتوں کو پوجنے لگے تو اس نے ایک اوتار یعنی رسول بھیجا۔ اس کے ذریعہ سے ایک کتاب نازل کی۔ اس کتاب کا نام قرآن شریف ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اس کتاب میں سب کچھ ہے۔ نصیحتیں ہیں۔ خدا کی تعریف ہے۔ بتوں کی مذمت ہے احکام خداوندی ہیں گناہ اور ثواب کی تشریح ہے برے اعمال کی سزا اور اچھے اعمال کی جزا کا ذکر ہے۔ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے۔ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونها ثم استوی علی العرش و سخر الشمس والقمر۔ کل یجری لاجل مسمی۔ یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ وهو الذی مد الارض و جعل فیها رواسی وانهارا۔ ومن کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین یغشی اللیل النهار۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون۔ یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ تم اسے دیکھتے ہو۔ پھر

آسمان کو بنا کر عرش پر قرار پکڑا اور مسخر کیا سورج اور چاند کو ہر ایک وعدہ مقررہ پر چلتا ہے۔ کام کی تدبیر کرتا ہے۔ نشانیاں تفصیل سے بیان کرتا ہے تاکہ تم ساتھ ملاقات رب اپنے کے یقین کرو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھے اور نہریں بنائیں اور ہر میوے کے جوڑے پیدا کئے دو قسم کے۔ دن رات کو ڈھانک دیتا ہے۔ تحقیق ان میں ان کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو فکر کرتے ہیں۔

عمران نہایت توجہ سے اس کا کلام کو سن رہا تھا۔ جب عبداللہ نے دونوں آیتیں پڑھ کر ان کا ترجمہ اور تفسیر بیان کی تو اس نے بے ساختہ کہا "واہ واہ کیسا اچھا کلام ہے۔ مجھے تو بہت پسند آیا۔ میں اسی اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔"

عبداللہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا "اگر آپ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں تو مسلمان ہو جائیے"

عمران :۔ مسلمان آئیں تو میں مسلمان ہو جاؤں۔

عبداللہ :۔ آج میں ایک بات آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ جب مسلمان سوداگر یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھے اپنے مذہب کی باتیں بتائی تھیں تو میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس بات کو میں نے آج تک چھپایا۔ لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اس مذہب کی طرف راغب کر دیا تو میں نے ظاہر کر دیا۔

عمران :۔ تم اچھے رہے۔ اب جب مسلمان یہاں آ جائیں گے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔

عبداللہ :۔ اگر آپ مسلمان ہونا چاہیں تو میں کر سکتا ہوں۔

عمران :۔ بخوشی میں تیار ہوں۔

عبداللہ :۔ پڑھئے کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله یعنی گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

عمران کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا "یہ وہی محمد ہیں جو عرب میں ہوئے تھے۔"

عبداللہ :۔ ہاں۔ وہی محمد ہیں۔ اللہ نے اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا کہ محمد اس کے رسول ہیں۔ تم انہیں ہرگز خدا کے برابر نہ سمجھ لینا۔

عمران :۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب میں محمد کا نام سنتا تھا تو میرے دل میں ان کی محبت

پیدا ہو جاتی تھی۔

عبداللہ :۔ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ضرور مسلمان ہو جاتا ہے۔ اب اگر آپ حکم دیں تو میں مسلمانوں کو آپ کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع دیدوں۔

عکراں :۔ میں اور تم ایسا ہی کیوں نہ کریں کہ ان کے پاس چلیں۔

عبداللہ :۔ یہ تو اور اچھی بات ہے۔ چلئے۔

عکراں :۔ اچھا کل چلیں گے۔

عبداللہ وہاں سے چل آئے۔

اکیسواں باب

امان کی چٹھی

دوسرے روز عکراں اور عبداللہ معہ پچاس سواروں کے روانہ ہوئے عبداللہ نے ایک قاصد اپنی اور عکراں کی آمد کی اطلاع کرنے کے لئے آگے روانہ کر دیا۔ قاصد کو سمجھا دیا کہ وہ یہ بھی اطلاع دیدے کہ عکراں مسلمان ہو گئے ہیں۔

قاصد نے عبدالرحمن کی خدمت میں پہنچ کر تمام حالات بیان کر دیئے۔ عبدالرحمن کو بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے ملیحی سے سن لیا تھا کہ الیاس کی گفتگو سے متاثر ہو کر عبداللہ مسلمان ہوئے ہیں۔ انہوں نے ملیحی اور الیاس کے ہمراہ پانچ سو مسلمانوں کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ چار پانچ میل تک بڑھتے چلے گئے۔ وہاں انہیں عبداللہ اور عکراں وغیرہ آتے ہوئے ملے ان لوگوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر ان کا استقبال کیا۔

ایک دفعہ تو عکراں اتنے مسلمانوں کو دیکھ کر رکے اور ان کا خون خشک ہو گیا لیکن عبداللہ نے ان کا اطمینان کرایا اور بتایا کہ یہ لوگ یقیناً ہمارا استقبال کرنے کے لئے آئے ہیں۔ عکراں کو اطمینان ہو گیا۔

جب یہ لوگ قریب آئے تو ہر مسلمان نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور راستہ پر دو رویہ کھڑے ہو گئے۔ ملیحی اور الیاس نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور انہیں سلام کیا ان الفاظ سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی تم پر سلامتی ہو۔ اللہ کی رحمت ہو اور برکت ہو۔ عبداللہ نے جواب دیا "علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور

اللہ کی رحمت ہو اور برکت ہو۔

ملیحی نے کہا "خوش آمدید۔ ہمارے امیر کو اور تمام مسلمانوں کو آپ کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

عبداللہ نے کہا "ہم تمام مسلمانوں کے اور امیر کے شکرگزار ہیں۔"

ملیحی :۔ میں والی اور جج کے مسلمان ہونے پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

عکراں :۔ مبارکباد انہیں دو۔ جن کا نام تم نے عبداللہ رکھا ہے انہوں نے میری رہبری کی ہے۔ مجھے تاریکی سے روشنی میں نکالا ہے۔ بخدا مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ اب تک میں کیوں اندھا رہا۔ اب تک کیوں اس بت کو پوجتا رہا جو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ میں نے اپنی اتنی عمر کفر و شرک میں گذاری۔

ملیحی :۔ چونکہ تم نے توبہ کر لی ہے مسلمان ہو گئے ہو اس لئے اللہ تعالٰی تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ مسلمان ہونے کے بعد انسان کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ وہ بالکل ایسا ہو جاتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے۔

عکراں :۔ یہ اللہ کا احسان ہے۔

اب یہ سب لشکر اسلام کی طرف آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے جب وہ لشکر کے قریب پہنچے تو ایک ہزار مجاہدین نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ ان استقبال کرنے والوں میں کئی بڑے بڑے افسر بھی تھے۔

حاکم بہت خوش تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ہر مسلمان ان کے سامنے جھکا جا رہا ہے اور ہر مسلمان ان کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہے۔ جب وہ کیمپ کے کنارے پر پہنچے تو عبدالرحمن نے معہ تمام لشکر کے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

ملیحی نے حاکم کو اشارہ سے عبدالرحمن کو بتایا کہ یہ ہمارے سپہ سالار ہیں۔ حاکم نے انہیں دیکھا اور تعجب کرتے ہوئے کہا "آپ سپہ سالار ہیں۔ آپ تو نوجوان ہیں۔"

عبدالرحمن :۔ میری عمر تو کچھ ہے بھی لیکن ہمارے والی جنہیں ہم امیر کہتے ہیں اور جو کئی صوبوں کے گورنر ہیں وہ تو مجھ سے بھی کم عمر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان کم سنی ہی میں فنون جنگ سیکھ لیتے ہیں اور نو عمری ہی میں لڑائیوں میں شریک ہو کر تجربات حاصل کر لیتے ہیں جنگجو اور تجربہ کار ہونے پر وغیرہ مقرر کرائے جاتے ہیں۔ لیکن جنگجوئی اور تجربہ کاری کے ساتھ ساتھ پرہیزگاری اور عبادت گذاری بھی ضروری ہے۔ جو شخص جتنا پرہیزگار اور عبادت گذار ہوگا۔ مسلمانوں میں اتنی ہی اس کی عزت و عظمت ہوگی اور وہ بڑے سے

بڑے عہدہ کا حقدار ہو جائے گا ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام اسامہ بن زید کو سترہ سال ہی کی عمر میں سپہ سالار بنا دیا تھا۔

حاکم: تم سب ایک لباس میں رہتے ہو۔ کسی افسر کے پاس نہ کوئی امتیازی نشان ہے۔ نہ امتیازی لباس ہے۔

عبداللہ: ہم سب اپنا قومی لباس پہنتے ہیں۔ شان اور نمود کے لئے اچھا لباس نہیں پہن سکتے جو لباس ایک عام مجاہد کا ہو گا وہی افسروں کا ہو گا۔ سپہ سالار کا ہو گا حتیٰ کہ ہمارے بادشاہ کا بھی وہی لباس ہے ہماری شان اچھے لباس سے نہیں ہے بلکہ نور ایمان سے ہے۔ تقویٰ اور پرہیز سے ہے۔ خدا پرستی اور خدا ترسی سے ہے اسلام جھوٹی نمائش کی اجازت نہیں دیتا۔ نمود و نمائش چاہنے والوں کو شیطان آسانی سے بہکا لیتا ہے۔

حاکم: تم سچ کہتے ہو۔ مجھے اس کا تجربہ ہے میں شان و نمود چاہتا رہا اپنی رعایا کو اپنے سے کمتر اور خود کو ان سے برتر سمجھتا رہا کئی مرتبہ شیطان نے مجھے ورغلایا کہ میں حاکم نہیں اپنی رعایا کا خدا ہوں۔ لوگ بدھ کی نہیں میری پوجا کریں۔

عبدالرحمٰن: یہ انسانی طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جس شخص کی لوگ جس قدر عزت و عظمت کرتے ہیں اتنا ہی وہ مغرور ہو کر چاہتا ہے کہ اور زیادہ عزت و احترام کریں ہماری قوم میں یہ بات نہیں ہے۔ ہماری قوم میں سب برابر ہیں۔ غریب امیر بادشاہ فقیر سب ایک ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ ایک غریب امیر ہی کو نہیں' بلکہ بادشاہ کو بھی اس کی غلط روی پر ٹوک سکتا ہے۔ ہمارے بادشاہ کی یہ مجال نہیں کہ وہ خود سری سے کوئی کام کر سکے۔ وہ اپنے افعال و اعمال کا تمام مسلمانوں کے سامنے جواب دہ ہے۔ اگر وہ غلطی کرے تو ہم اسے معزول کر سکتے ہیں۔ میں سپہ سالار ہوں لیکن اگر میں غلطی کروں تو سپاہی مجھے میرے عہدہ سے الگ کر سکتے ہیں۔ ہم میں ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں اس وجہ سے ہم میں کوئی شخص فخر و غرور نہیں کر سکتا۔

اب یہ لوگ کیمپ میں داخل ہوئے۔ حاکم نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ مسلمانوں کے تمام خیموں میں ایک ہی قسم کے کمبلوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کے خیمہ میں بھی ویسا ہی فرش تھا۔

کیمپ میں پہنچ کر تمام مجاہدین اپنے اپنے خیموں پر پہنچ گئے۔ صرف چند افسر۔ علی اور الیاس رہ گئے عبدالرحمٰن نے صدر میں حاکم کو بٹھایا اور ان کے سامنے سب بیٹھ گئے۔ حاکم نے کہا "آج مجھ پر مسلمانوں کی مساوات کا بڑا اثر ہوا ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ

مسلمانوں کی ترقی کا راز ہی مساوات میں ہے۔

عبدالرحمٰن: مسلمانوں کی ترقی کا راز خدا پرستی' عبادت' تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمان خدا سے ڈرتا۔ اس کی عبادت کرتا اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ آپ نے یہ دیکھ لیا کہ مسلمانوں سے دو عظیم الشان سلطنتیں ٹکرائیں ایک عیسائیوں کی رومی سلطنت اور دوسری ایران کی مجوسی حکومت۔ دونوں نے مسلمانوں کو کچل ڈالنا اور دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہا لیکن خدا نے مسلمانوں کی مدد کی اور مٹھی بھر مسلمانوں نے دونوں سلطنتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

حاکم: دنیا مسلمانوں کے ان کارناموں کو دیکھ کر حیران رہ گئی ہے۔ اور ان کی بہادری شجاعت اور استقلال کا لوہا مان گئی ہے۔

عبدالرحمٰن: ہماری بہادری کا راز شوق شہادت میں مضمر ہے۔ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ شہیدوں کو مردہ مت سمجھو وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں رزق دیتا ہے۔ قیامت تک وہ آرام و راحت سے رہیں گے اور قیامت کے بعد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کے لئے دو چیزیں بنائی ہیں۔ ایک جنت دوسری دوزخ۔ اچھے عمل کرنے والے جنت میں جائیں گے اور برے عمل کرنے والے دوزخ میں داخل ہوں گے۔ دوزخ آتش زار ہے جس کا ایندھن گنہگار انسان جن اور پتھر ہیں۔ وہ آگ کے شعلوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں دردناک عذاب ہوتا رہے گا۔ جنت میں آرام ہی آرام ہے۔ نہ وہاں فکر ہو گا نہ پریشانی' زرنگار مسندوں پر' سونے چاندی کے تختوں پر تکیے لگائے آرام کرتے ہوں گے۔ جنت میں کئی درجے ہیں۔ جس کے جتنے اچھے اعمال ہوں گے وہ اتنے ہی اچھے درجہ میں ہو گا۔ سب سے بلند درجہ شہیدوں کو ملے گا۔ ان کی خدمت کے لئے ایسی حسین و ماہرو حوریں ہوں گی جن کے چہروں سے حسن و جمال کی شعاعیں پھوٹتی ہوں گی۔ اگر ان میں سے کوئی حور دنیا میں آ جائے تو ساری دنیا اسے دیکھ کر دیوانی ہو جائے۔

حاکم: ان باتوں کو سن کر میرا ایمان اور پختہ ہو گیا۔

عبداللہ: ان کا اسلامی نام تجویز کر دیجئے۔

عبدالرحمٰن: ان کا نام عبدالرب رکھ گیا۔

عبدالرب: میں آپ لوگوں کو اپنے ساتھ لے چلنے کے لئے اس لئے آیا ہوں کہ قلعہ

آپ کے حوالہ کر دوں۔

عبدالرحمن :- آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔ آپ کا قلعہ اور آپ کی حکومت آپ کو مبارک رہے۔ اب کوئی مسلمان آپ کے قلعہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا۔

عبدالرب :- تب آپ میرے مہمان بن کر چلئے۔

عبدالرحمن :- بڑے شوق سے۔

انہوں نے کوچ کا اعلان کرا دیا۔ مسلمان تیاری کرنے لگے۔

بتیسواں باب

دین اللہ میں داخلہ

جس عرصہ میں لشکر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ اس عرصہ میں عبدالرحمن نے عبدالرب اور ان کے ساتھیوں کی تواضع کی۔ ان کے سامنے کھجوریں پیش کیں۔ اور ستو گھول کر رکھا۔

عبدالرب ان کا سادہ کھانا دیکھ کر بھی متعجب ہوئے۔ انہوں نے کہا "تمہاری غذا یہی ہے۔"

عبدالرحمن :- یوں تو کھانے کو ہم سب کچھ کھاتے ہیں پرندوں کا گوشت' اونٹ کا گوشت' بکروں کا گوشت' روٹی لیکن ہمیں رغبت کھجوروں سے ہے۔ ستو بھی بڑے شوق سے کھاتے ہیں انہیں ہی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

عبدالرب نے کھجوروں اور ستو کو کچھ زیادہ پسند نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک کی معاشرت الگ ہے۔ آب و ہوا الگ ہے۔ غذا الگ ہے جس ملک کا جو پھل ہوتا ہے اسی ملک والوں کو زیادہ پسند آتا ہے۔ دوسرے ملک والے کم پسند کرتے ہیں۔

اتنے میں عبدالرب نے کھجوریں کھائیں اور ستو پیا اتنے میں لشکر تیار ہو گیا۔ سب کے بعد عبدالرحمن کا خیمہ لادا گیا۔ اور یہ سب لوگ ارزنج کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالرب نے اپنے چند سوار عبداللہ کے ساتھ آگے دوڑائے اور انہیں سمجھا دیا کہ مسلمانوں کا شاندار استقبال کریں چنانچہ جب مسلمان قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ کی فصیل کے اوپر سے اگنی بان آسمان کی طرف اڑائے گئے۔ اور فوراً ہی تمام لشکر دروازہ سے نکل کر

سامنے والے میدان میں پھیل گیا۔ انہوں نے بڑی شان سے مسلمانوں کا استقبال کیا۔

عبدالرحمن نے میدان ہی میں کیمپ ڈال دیا۔ عبدالرب اور عبداللہ قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اس روز عبدالرب نے تمام لشکر کی دعوت کی اور راشن بھیج دیا۔ دوسرے روز وہ عبدالرحمن اور تمام افسروں کو لے کر قلعہ کے اندر گئے قلعہ خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ اس نواح کے لوگوں نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا تھا وہ انہیں دیکھنے کے لئے امنڈ آئے۔ مرد عورت اور بچے جوق در جوق آ کر راستوں کے کناروں پر بازار کے سروں پر دوکانوں پر دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہو گئے۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی انسانوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

مسلمان گھوڑوں پر سوار بڑی شان سے چلے جا رہے تھے۔ ارزنج والوں کو یہ شناخت کرنا مشکل ہو گیا کہ مسلمانوں میں افسر کون ہے اور سپہ سالار کون ہے۔ سب ایک ہی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ اگر کچھ فرق تھا تو یہ تھا کہ عبدالرحمن کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔

الیاس بھی ان کے ساتھ تھے۔ سب سے کم عمر وہ تھے۔ گندمی رنگ کے خوشنما اعضا اور دلفریب خدوخال کے تھے۔ جو ایک دفعہ انہیں دیکھتا تھا دوبارہ دیکھنا ضرور چاہتا تھا۔

عورتیں اور لڑکیاں انہیں گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ ایک عورت نے دوسری نے کہا "تم نے اس لونڈے کو دیکھا۔ یہ بھی لڑنے گیا ہے؟"

دوسری نے کہا "اسے اس کی ماں نے کیسے آنے دیا۔"

پہلی :- سنا ہے مائیں خود چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی جنگ میں بھیج دیتی ہیں۔

دوسری :- بڑا دل گردہ ہے ان کا یا انہیں اپنے بچوں سے محبت نہیں ہوتی۔

پہلی :- بھلا ماں کو محبت کیوں نہ ہوا ہو گی۔ سنا یہ ہے کہ بچوں کے لڑ کر مرنے کو بڑا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ ماں کو بھی ثواب ملتا ہے۔

اس عرصہ میں مسلمان دور نکل گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ عبدالرب کے محل پر پہنچے۔ وہاں انہیں مسندوں پر بٹھانا چاہا۔ عبدالرحمن نے کہا "آپ ان تزک و احتشام اور نمود و نمائش کی باتوں کو چھوڑ دو۔ خدا کا سب سے اچھا فرش زمین ہے۔ اس مسند کو اٹھا دو۔ زمین پر بیٹھیں گے۔

اسی وقت مسندیں اٹھا دی گئیں۔ اور سادہ فرش بچھا دیا گیا۔ سب اس پر بیٹھ گئے۔

عبدالرب نے اول ان کے سامنے میوے رکھے جن میں کشمش اور بادام وغیرہ تھے۔ ان

لوگوں نے لاکھا" کہا۔ مگر انھیں کچھ اچھے نہیں معلوم ہوئے۔

اس کے بعد عبدالرب نے کہا میری رانی اور راجکماری مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔

عبدالرحمٰن :۔ انھیں پردہ کرا کر بٹھا دیجئے۔

عبدالرب :۔ ہمارے یہاں پردہ نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن :۔ اسلام میں پردہ ہے۔

عبدالرب :۔ گھونگھٹ نکال لیں گی۔

عبدالرحمٰن :۔ فی الحال یہی سہی۔

عبدالرب اپنی بیوی اور بیٹی دونوں کو لے آئے۔ رانی نے تو گھونگھٹ نکال رکھا تھا۔ لیکن راجکماری بے نقاب تھی۔ وہ جوان بھی تھی اور خوبصورت بھی۔ اچھے لباس اور عمدہ زیورات نے اسے اور بھی حسین بنا دیا تھا۔ مسلمانوں نے اسے دیکھتے ہی اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ عبدالرحمٰن نے ان دونوں کو مسلمان کر لیا۔ عبدالرب انھیں لے گئے۔ ان کے بعد تقریباً" دو سو معزز لوگ اور مسلمان ہوئے۔

جب وہ سب چلے گئے۔ تب الیاس نے عبداللہ سے دریافت کیا کہنے وہ عورت اپنے ہواس میں آئی؟"

عبدالرب :۔ ہاں اب وہ اپنے حواس میں ہے۔

الیاس :۔ کچھ اور واقعات معلوم ہوئے۔

عبداللہ :۔ اس نے اب بھی وہی بیان کیا ہے جو مدہوشی کے عالم میں بیان کیا تھا۔ یعنی یہ کہ رابعہ ہی راجکماری ہے۔

عبدالرب بھی اس وقت بیٹھے تھے۔ انھوں نے دریافت کیا۔ کون رابعہ اور کیسی راجکماری؟"

عبداللہ نے تمام حالات ان سے بیان کئے۔ راجہ نے کہا "اس کا کچھ حال مجھے بھی معلوم ہے۔ میں نے سنا تھا کہ کابل کے راجہ نے کوئی لڑکی گود لی ہے۔ مجھے اور سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مہاراجہ لاولد ہیں۔ میں نے معلوم کیا کہ انھوں نے کس کی لڑکی گود لی ہے۔ پہلے تو پتہ چلا کہ ہند کے کسی راجہ کی بیٹی ہے۔ دیکھنے والوں نے بتایا کہ نہایت خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی نے مجھے بتایا کہ وہ لڑکی کسی عرب کی ہے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ مہاراجہ نے ایک غیر قوم اور غیر ملک کی لڑکی کو گود

لیے اور کیوں لیا۔ اس کے شاید دو سال بعد میں کابل گیا تھا۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھا تھا واقعی پرکالۂ آتش تھی۔ ایسی حسین اور ایسی بھولی کہ میں نے اپنی عمر میں ایسی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے اسے قریب سے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اتفاق سے مہاراجہ نے مجھے رنواس میں بلایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مہاراجہ کسی کام میں مصروف تھے۔ میں باغیچے میں ٹہلنے لگا۔ اتفاق سے راجکماری اک روش پر اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ مصروف خرام تھی۔ میں اسے قریب سے دیکھنے کا مشتاق تھا ہی۔ لپک کر اس کے پاس پہنچا اس نے دلفریب نگاہیں اٹھا کر حسین نظروں سے مجھی دیکھا۔ اس کی نگاہ قلب سے جگر تک اتر گئی۔ اگرچہ وہ بہت ہی کمسن تھی لیکن آنکھوں میں غضب کی دلکشی تھی۔ صورت سے نور کی بارش ہو رہی تھی۔ ایسا دلکش چہرہ میں نے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس سے کہا "راجکماری! میں تمہیں دیکھنے کا بڑا مشتاق تھا۔"

"مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ نے مجھے دیوانہ بنا دیا۔ اس کے ہموار دانتوں کی سفید لڑیاں سچے موتیوں کی مات کر رہی تھیں۔ اس نے نہایت ہی شیریں لہجہ میں کہا" شکریہ۔"

میں نے دریافت کیا "تم کہاں کی رہنے والی ہو؟"

وہ :۔ بہت دور کی۔ مہاراجہ سے پوچھنا۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ مہارانی آ گئیں۔ میں نے انھیں سلام کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ میں نے یہ دیکھ لیا کہ وہ لڑکی نہ کابل کی ہے نہ ہند کی۔ بلکہ کسی اور ہی ملک کی ہے۔

عبداللہ :۔ وہ لڑکی عرب کی ہے۔ جو عورت اسے اغوا کر کے لائی تھی خود اس نے بتایا تھا۔

عبدالرب :۔ ضرور ہو گی۔

الیاس :۔ کیا میں اس عورت سے مل سکتا ہوں۔

عبداللہ :۔ وہ عورت خود تم سے ملنا چاہتی تھی۔

الیاس :۔ یہ اور بھی اچھی بات ہے۔

عبدالرحمٰن :۔ کیا وہ عورت الیاس کو جانتی ہے؟

عبداللہ :۔ نہیں۔ جب میں نے اسے بتایا کہ ایک عرب لڑکا اس لڑکی کو تلاش کرنے آیا تھا تو وہ کچھ سوچنے لگی۔ بڑی دیر کے بعد اس نے کہا "وہ لڑکا آیا تھا۔ وہ وہی ہو گا۔ ضرور

وہی ہو گا۔

میں نے دریافت کیا "کیا تم اس لڑکے کو جانتی ہو؟"

اس نے کہا "مجھے یاد آگیا۔ میں پہچان گئی۔ اب تو وہ جوان ہو گیا ہو گا۔"

میں :۔ ابھی جوان تو نہیں البتہ نوجوان ہے۔

وہ :۔ بڑا وجیہ اور شکیل ہو گا۔

میں :۔ ہاں بڑا شاندار اور خوب رو ہے۔ وہ کون ہے؟

وہ :۔ وہ اس لڑکی کا بھتیجا ہے۔ میں نے برا کیا کہ اس بچہ کا دل دکھایا۔ مجھ پر اس کی ماں کی بددعا کی وجہ سے مصیبتیں نازل ہو گئیں۔

الیاس :۔ کب مجھے اس کے پاس لے چلئے گا۔

عبداللہ :۔ آج تو وقت نہیں رہا۔ کل انشاء اللہ یا تو تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا یا اسے تمہارے پاس بلا لاؤں گا۔

الیاس :۔ اچھا تو یہ ہے کہ وہ والدہ کے پاس چلے۔

عبداللہ :۔ وہ ان کے سامنے جانے کی جرات نہ کرے گی۔

اس وقت اذان ہوئی اور یہ لوگ نماز پڑھنے چلے گئے۔

تینتیسواں باب

آپ بیتی

دوسرے روز عبداللہ نے الیاس کے پاس آکر کہا "چلئے وہ عورت آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

الیاس ان کے ساتھ چلے۔ وہ ایک باغ میں ایک جھونپڑی کے اندر رہتی تھی ان کی آہٹ پا کر باہر نکل آئی۔ الیاس نے اسے دیکھا۔ اگرچہ اس کی جوانی رخصت ہو چکی تھی۔ مگر حسن رفتہ کے دلکش آثار اب بھی اس کے چہرے سے ظاہر تھے۔ اس کی صحت اچھی تھی۔ اچھی صحت نے چہرے کی دلکشی کو اور بڑھا دیا تھا۔ آنکھوں میں اب بھی تیز چمک تھی۔ اس نے الیاس کو دیکھا بغیر ارادہ کے الیاس نے سلام کیا۔ اس نے انہیں دعا دی اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

جھونپڑی کے باہر رسی کی چٹائی بچھی ہوئی تھی وہ الیاس کا ہاتھ پکڑ کر اس چٹائی پر جا

بیٹھی الیاس اس کے سامنے اور عبداللہ ایک طرف بیٹھ گئے۔ عورت نے کہا "بیٹا! پہلے تو میں اس بات کی معافی مانگتی ہوں کہ میں نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے دل کو دکھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ دل دکھانے کا صلہ میں نے پالیا۔ میرے دل کو جو تکلیف پہنچی ہے اسے میں ہی خوب جانتی ہوں۔ کیا تم مجھے معاف کر دو گے۔"

الیاس :۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بھی معاف کرے۔ رہا والدہ صاحبہ کا وہ خود معاف کر سکتی ہیں میں ان کی طرف سے کیسے معافی دے سکتا ہوں۔

وہ :۔ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تم کوشش کرو تو وہ بھی معاف کر دیں گی۔

الیاس :۔ میں یہی کوشش کروں گا۔ لیکن پورے پندرہ سال انہیں دیکھتے ہوئے گزر گئے ہیں۔

وہ :۔ اس کا مجھے افسوس بھی ہے اور رنج بھی۔ لیکن اس کمبخت دل نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ اس بچی سے مجھے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ میں اندھی ہو گئی۔ کسی بات کا خیال نہ رہا۔ میں اسے بہکا پھسلا کر لے آئی۔ چاہتی تھی کہ کلیجے سے لگا کر رکھوں گی۔ لیکن بد طینت لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا اور میں نے اس در بے بہا کو فروخت کر ڈالا سمجھی تھی کہ اس کے پاس رہوں گی۔ بیٹی سمجھ کر پرورش کروں گی۔ لیکن زبردستی اس سے جدا کر دی گئی۔ تڑپی۔ تلملائی۔ مگر ایک کمزور عورت تھی کچھ کر نہ سکی اسی طرح تڑپی جس طرح تمہاری امی تڑپی ہوں گی۔

وہ چپ ہو گئی۔ الیاس اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا "رابعہ کو بھی اپنے عزیزوں کے چھٹنے کا بڑا رنج ہوا ہو گا۔"

وہ :۔ بہت زیادہ رنج ہوا تھا۔ مہینوں روتی رہی تھی۔ مجھے خوف ہو گیا تھا کہیں اس کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ لیکن زمانہ نے اس کے غم کا اندمال کر دیا۔ وہ مجھے اپنی ماں سمجھنے لگی۔ اگرچہ اب وہ مجھے پہچانتی بھی نہیں۔

الیاس :۔ وہ تمہیں اور کسی کو کیا خود اپنے آپ کو بھی نہیں پہچانتی۔

وہ :۔ یہی بات ہے۔ مجھے اگر کچھ تسلی ہو جاتی ہے تو اس بات سے کہ وہ راحت آرام سے ہے اور جوانی نے اسے ایسا نکھار دیا ہے جیسے غنچہ شگفتہ ہو کر خوشنما پھول بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ سارے کابل میں اور کابل ہی میں نہیں تمام ہند میں بلکہ میں تو یہ کہوں گی کہ ساری دنیا میں آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ شباب نے اس کے حسن و رعنائی کو ہزار درجہ

بوسہ دیا ہے۔ ایسا دلکش حسن ایسا دلفریب اور بھولا چہرہ۔ ایسے ناز انداز پریوں میں بھی نہیں ہوں گے۔ جو اسے ایک نظر دیکھتا اس کا بندۂ بے دام بن جاتا ہے۔

الیاس:۔ میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے۔ اس کی خوبصورتی اس کے حسن اور اس کی رعنائی کے متعلق خوب جانتا ہوں۔ میں اس کے تمام حالات سننا چاہتا ہوں۔ کس طرح تم لائیں۔ کہاں رکھا۔ کس کے ہاتھ فروخت کیا۔

وہ:۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ اس داستان کی جزئیات تک بیان کر دوں۔ لیکن وقت زیادہ لگے گا نہ میں سارے حالات بیان کر سکوں گی' نہ تم سن سکو گے۔ اس لئے مختصر بیان کرتی ہوں۔ مجھے رابعہ سے محبت ہو گئی تھی۔ بے پناہ محبت۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن نہ میں وہاں رہ سکتی تھی اور نہ اس کا باپ اور نہ تمہاری امی اسے میرے ساتھ آنے کی اجازت دے سکتی تھیں اس لئے میں نے یہ طے کر لیا کہ خفیہ طور پر اسے لے جاؤں۔ میں جانتی تھی کہ اس کے والد مجھے چاہنے لگے ہیں۔ انہوں نے اشارہ میں مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو وہ مجھے اپنی رفیقہ حیات بنا لیں۔ میں دل میں ہنسی۔ لیکن ان سے چکنی چپڑی باتیں کرتی رہی۔ اتفاق سے مجھے بخار آ گیا۔ وہ مجھے دیکھنے آتے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ میں نے ان سے رابعہ کو لانے کے لئے کہا۔ وہ لے آئے۔ میں نے رات کو اسے روکنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ میری ہر بات کو حکم سمجھتے تھے۔ چھوڑ کر چلے گئے۔ میرا دل بے ایمان ہو گیا۔ میں آدھی رات کو اسے لے کر وہاں سے چل پڑی اور دوسرے غیر معروف راستوں سے رات دن چل کر اول رزنج میں پہنچی۔ وہاں سے یہاں آ گئی۔ رابعہ سارے راستہ روتی اور واپس جانے کی ضد کرتی رہی۔ میں اسے سمجھاتی اور زیادہ سے زیادہ اس کی تسلی کرتی رہی۔ میرے ساتھ جو آدمی تھے وہ نہایت مکار اور بڑے لالچی تھے۔ انہوں نے مجھے ترغیب دینی شروع کی کہ میں اس لڑکی کو مہاراجہ کابل کے ہاتھ فروخت کر دوں۔ میں انکار کرتی رہی۔ ہم کابل میں جا پہنچے۔ ان بدبختوں نے ساز باز کر کے راجہ کو وہ لڑکی دکھا دی۔ مہاراج نے اسے بہت پسند کیا۔ مہارانی نے دیکھا تو وہ اس پر لٹو ہو گئیں۔ کابل کے وزیر اعظم نے مجھ پر ڈورے ڈالنے شروع کئے۔ مجھے بہکایا کہ لڑکی مہاراجہ کے ہاتھ بیچ دوں۔ دام اچھے اور منہ مانگے مل جائیں گے اور میں بھی رنواس میں اس کے پاس رہوں گی۔ میں اس کے دم میں آ گئی۔ اگرچہ میں اسے بیچنا نہ چاہتی تھی لیکن ادھر تو میرے ساتھیوں نے مجھے مجبور کیا۔ ادھر وزیر نے پھسلایا۔ میں تیار ہو گئی۔ دو لاکھ میرے ساتھی لے گئے اور ایک لاکھ میرے پاس رہ گئے۔

لڑکی مجھ سے لے لی گئی۔ اس کے بعد مذہب میں داخل کرنے کی رسم بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی۔ کئی روز تک جشن ہوتے رہے۔ لڑکی کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ اس کا نام شکنتلا رکھا گیا۔ کچھ دن تو مجھے رنواس میں رہنے دیا گیا۔ شاید اس وجہ سے کہ لڑکی نئے ماحول سے رانی اور راجہ سے۔ کنیزوں اور رنواس والیوں سے مانوس ہو جائے۔ کیونکہ جب شکنتلا نے نئی زندگی شروع کی اور وہاں اس کا دل لگ گیا۔ وہ رانی سے اس درجہ مانوس ہو گئی کہ اسے اپنی والدہ سمجھنے لگی تو نہ معلوم کیوں مجھے مہاراجہ نے کشمیر جانے کا حکم دیدیا۔ انکار سے کوئی فائدہ نہ سمجھ کر مجھے جانا پڑا۔ روپیہ میرے ساتھ تھا۔ میں کئی برس تک وہاں رہی یا رکھی گئی۔ امیروں کی سی شان سے۔ رفتہ رفتہ روپیہ خرچ ہو گیا۔ جب میں کابل واپس آئی تو رنواس میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ میں دلور گئی۔ وہاں سے پھر کابل آ گئی۔

مجھے کابل آ کر معلوم ہوا کہ بنارس سے کچھ پنڈت آئے ہیں۔ میں ان سے ملی۔ انہوں نے بنارس۔ متھرا۔ الہ آباد اور ہردوار کے دلکش مناظر اور ہند کی دلچسپیوں کے حالات کچھ ایسے انداز سے بیان کئے کہ مجھے وہاں جانے کا شوق پیدا ہو گیا۔ میں نہ سمجھی کہ پنڈت مجھے ابھار کر وہاں لے جا رہے ہیں۔

غرض میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ وہاں سے پشاور۔ پشاور سے لاہور پہنچی۔ پنجاب کو دیکھا۔ اس ملک میں پانچ دریا بہتے ہیں۔ اچھا سرسبز ملک ہے وہاں سے ہردوار گئی۔ ہرکی پیڑیوں کو دیکھا۔ اس مقدس دریا میں غسل کیا جسے اہل ہند سب سے متبرک سمجھتے ہیں۔ اس کا نام گنگا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں وہاں پہنچی تھی۔ دریائے گنگا کا پانی مجھے بہت اچھا معلوم ہوا۔ وہاں سے بنارس گئی۔ یہ مقام بھی نہایت اچھا ہے۔ دریائے گنگا کے کنارہ پر ہے۔ یہاں وہ پنڈت رہتے تھے جو میرے ساتھ آئے تھے یا مجھے اپنے ساتھ لائے تھے۔

بنارس پہنچ کر ان پنڈتوں کی نیت معلوم ہوئی۔ وہ مجھے اپنی ہوس کا شکار اور بدکار بنانا چاہتے تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ مجھ پر بری طرح فریفتہ ہیں۔ میں گھبرا گئی۔ انہیں جل دے کر ان کے پاس سے بھاگی۔ اس ملک میں تھی جسے میں بالکل نہ جانتی تھی۔ وہاں سے نکل کر اور مصیبتوں میں پھنس گئی۔ اس ملک میں جو آدمی بھی مجھے ملا گمراہ اور بدکار ہی ملا۔ میری آبرو ریزی کی ہر شخص نے کوشش کی مجھے افسوس ہوا کہ اس ملک کے لوگ کس قدر مکار اور گنہگار ہیں۔ میں نے بوڑھوں کے پاس پناہ لی۔ وہ جوانوں سے بھی زیادہ شیطان نکلے۔ غرض میں بارہ برس تک اس ملک میں ماری ماری پھری۔ زندگی تھی بچ گئی اور پھر کابل میں آ گئی۔

مجھے رابعہ یا سنگترا سے جدا ہوئے چودہ برس سے زیادہ گزر چکے تھے۔ میں اسے دیکھنے کے لئے بے قرار ہو گئی۔ لیکن شاہی محل میں مجھے جانے کی اجازت نہ تھی۔ ہرچند کوشش کی رسائی نہ ہوئی۔ میں رابعہ سے ملنے کی کوشش کر رہی تھی اور ایک پنڈت میری آبرو لینے کی فکر کر رہا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا اس نے میری ایک سہیلی کے ذریعہ سے مجھے کوئی ایسی دوا کھلوا دی جس نے میرا دماغ خراب کر دیا اور میں پاگل ہو گئی۔ میری یہ داستان ہے بیٹا! اب میں تھک گئی ہوں۔ میری درخواست ہے کل پھر میرے پاس آنا۔ میں بقیہ حالات تمہیں سناؤں گی۔

الیاس اسے سلام کر کے اٹھے اور عبداللہ کے ساتھ چلے آئے۔

چوتیسواں باب

بقیہ داستان

الیاس وہاں سے سیدھے اپنی والدہ کے پاس پہنچے انہوں نے ان سے وہ تمام حالات بیان کر دئیے جو عورت سے سنے تھے۔ ان کی والدہ نے کہا۔ "وہ کم بخت بھی مصیبتیں ہی جھیلتی رہی۔ میں نے اس کے لئے بددعا نہیں کی خدا نے خود اسے سزا دی۔ لیکن خیر یہ تو معلوم ہو گیا کہ میری رابعہ سنگترا بنی ہوئی ہے۔ آرام و راحت سے ہے۔ شاہزادی ہے۔ مگر یہ افسوس ہے کہ کافرہ ہے۔"

الیاس:۔ اس کا افسوس مجھے بھی ہے۔ لیکن وہ ایسے سن میں کافرہ بنائی گئی جب اسے کچھ شعور نہ تھا۔

امی:۔ اب نہ رابعہ کو میں پہچان سکتی ہوں نہ وہ مجھے پہچان سکتی ہے۔

الیاس:۔ امی جان! وہ مجھے اور تمہیں کیا خود کو بھی نہیں جانتی پہچانتی۔

امی:۔ اگر کسی طرح میں اس سے مل سکوں تو شاید وہ پہچان جائے۔

الیاس:۔ فی الحال تو یہ ممکن نہیں۔

امی:۔ میں جانتی ہوں۔ جب وہ عورت ہی اس سے نہیں مل سکتی جو اسے وہاں لائی تو میں کیسے مل سکتی ہوں۔ تم نے اس عورت سے راجہ کا کچھ حال نہیں پوچھا۔ شاید اسے معلوم ہو۔

الیاس:۔ وہ کمزور ہے واقعات بیان کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اس نے پھر بلایا ہے۔

کہتی تھی کچھ اور حالات سناؤں گی۔

امی:۔ پھر کب جاؤ گے تم۔

الیاس:۔ کل جانے کا ارادہ ہے۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ سلمیٰ نے آواز دی۔ وہ ان کے پاس آ گئے۔ سلمیٰ نے کہا "امیر نے داور کی طرف لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں تم اور میں ڈھائی سو سواروں کے ساتھ یہیں رہ جائیں عرب عورتیں بھی ہمارے ساتھ ہی رہیں۔"

الیاس:۔ مگر میں تو داور کیا کابل تک جانا چاہتا ہوں۔

سلمیٰ:۔ تب تم امیر کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہہ سن لو۔

الیاس:۔ تم بھی چلو۔

سلمیٰ:۔ چلو میں بھی چلتا ہوں۔

دونوں امیر کے پاس پہنچے۔ انہیں سلام کیا اور بیٹھ گئے امیر نے کہا "الیاس! ہم چاہتے ہیں کہ تم اور سلمیٰ عورتوں کے ساتھ یہیں رہو۔"

الیاس:۔ مجھے تعمیل حکم میں عذر نہیں۔ لیکن اس عورت سے کل اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ راجکماری سنگترا ہی رابعہ ہے۔ داور کے قریب ایک بستی ہے۔ اس میں ایک سنگترا کی کھلائی رہتی ہے۔ میں اس کے ذریعہ سے سنگترا کے پاس پیغام بھیجنا چاہتا ہوں۔

عبدالرحمٰن:۔ تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم ساتھ چلو؟

الیاس:۔ جی ہاں۔ بشرطیکہ آپ اجازت دیں۔

عبدالرحمٰن:۔ اجازت ہے۔ اچھا سلمیٰ! تم یہاں رہنا۔

سلمیٰ:۔ بہتر ہے۔

عبدالرحمٰن:۔ ہم نے لشکر کو تیاری کا حکم دیدیا ہے۔ الیاس! تم بھی تیار ہو جاؤ۔ پرسوں لشکر کوچ کرے گا۔

الیاس:۔ میں ہر وقت تیار ہوں۔

الیاس اور سلمیٰ دونوں وہاں سے اٹھ آئے۔ الیاس اگلے روز جھونپڑی پر پہنچے۔ عورت ان کی آہٹ سن کر باہر نکل کر آ گئی۔ وہ درخت کے سایہ میں فرش پر بیٹھ گئی۔ الیاس اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے چہرہ پر کل سے زیادہ رونق ہے۔ عورت نے کہا "میں آج صبح سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

الیاس:۔ میں بھی صبح ہی آنے والا تھا لیکن امیر نے بلا لیا وہاں چلا گیا ان کے پاس سے

سیدھا تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

عورت: الیاس! مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

الیاس: میں مشکور ہوں۔ میں تمہیں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔

عورت: بلاؤ نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔ اب وہ بھلائی کرنا چاہتی ہے اور یہاں تک تیار ہے کہ تمہارے لئے اپنی جان بھی دے سکتی ہے۔

الیاس سمجھ گئے کہ اس عورت کا نام بلاؤ ہے۔ انہوں نے کہا "تمہاری جان قیمتی ہے۔ خدا اسے سلامت رکھے۔"

بلاؤ نے انہیں دیکھا اور مسکرا کر کہا "ہر شخص کی جان قیمتی ہے۔ لیکن رات میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تمہاری اور شگفتہ کی بھلائی کی کوشش میں اگر میری جان بھی جاتی رہے تو پرواہ نہ کروں گی۔"

الیاس: شگفتہ انہیں رابعہ کہو۔

بلاؤ: جب وہ پھر مسلمان ہو جائے گی تب رابعہ کہوں گی۔

الیاس: اچھا تو یہ ہے کہ پہلے تم مسلمان ہو جاؤ۔

بلاؤ: شاید اس کا بھی وقت آ جائے۔ لیکن تم اقرار کرو۔

الیاس: کیا؟

بلاؤ: مجھ سے جدا نہ ہو گے۔

الیاس: میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم میرے پاس رہو گی تو میں اپنی والدہ کی طرح تمہاری عزت اور خدمت کروں گا۔

بلاؤ: زمانہ کی ٹھوکریں اٹھا کر میں نے سبق حاصل کیا ہے۔ بدقسمتی سے میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اپنا بیٹا سمجھ لیا ہے۔

الیاس: یہ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہے۔

بلاؤ: اب سنو، مہاراجہ کابل نے شگفتہ کی شادی طے کر دی ہے پشاور کے راجہ کا ایک لے پالک ہے، اس کے ساتھ ہونے والی ہے۔ مگر ابھی شادی کی تاریخ کا خط جانے والا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسی مہینہ میں یہ خط بھیجا جائے گا۔ میں چاہتی یہ ہوں کہ یہ خط نہ جائے۔ یا اگر چلا جائے تو شادی نہ ہو۔

یہ خبر سن کر الیاس کے دل پر نشتر سا لگا۔ لیکن وہ ضبط کر گئے۔ انہوں نے کہا "خط یا شادی روکنے کی کیا تدابیر ہو سکتی ہے؟"

بلاؤ: مہاراجہ کسی کی ماننے والے نہیں ہیں۔ صرف ایک ہی تدبیر ہو سکتی ہے۔

الیاس: کیا؟

بلاؤ: مسلمان کابل پر جلد سے جلد چڑھائی کر دیں۔

الیاس: کل لشکر داور کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اگر خدا نے چاہا اور داور جلد فتح ہو گیا تو پھر کابل پر چڑھائی کر دی جائے گی۔

بلاؤ: داور پہنچ کر مہاراجہ کابل کے پاس ایلچی بھیجنا شاید مہاراجہ یہ سمجھ کر کہ لڑائی کابل کے دروازہ پر آ گئی ہے۔ شادی ملتوی کر دے۔

الیاس: میں امیر سے کہہ کر قاصد روانہ کراؤں گا۔ ایک بات دریافت کرتا ہوں۔

بلاؤ: کیا؟

الیاس: تمہیں میرے چچا رافع کا بھی کچھ حال معلوم ہے۔

بلاؤ: بہت عرصہ ہوا جب میں نے انہیں داور کے قریب دیکھا تھا۔ اس وقت وہ ایک بھکشو سے ژنگ پڑھا کرتے تھے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے معلوم ہے وہ مجھ سے محبت کیا کرتے تھے۔ عورت محبت کی نظروں کو بہت جلد سمجھ لیتی ہے لیکن جب تک میں ان کی بچی کو لائی ہوں اس وقت تک مجھے ان کی محبت تو کیا میرے دل میں ان کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ مگر جب میں نے انہیں یہاں دیکھا تو ان پر بڑا ترس آیا اور ان کی محبت کا شعلہ میرے دل میں بھڑک اٹھا۔ جی چاہا ان سے معافی مانگ لوں ان کے قدموں پر گر پڑوں خود بھی روؤں اور انہیں بھی رلاؤں۔ لیکن ہمت نہ پڑی۔ یہ خوف ہوا کہیں وہ اپنی بچی کا انتقام نہ لیں۔ صبر کا پتھر دل پر رکھ کر جدا ہو گئی۔ اس کے بعد اب تک میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

الیاس: نہ کوئی خبر سنی۔

بلاؤ: نہیں حالانکہ جب میں ہوش میں آئی ہوں تو سب سے پہلے مجھے ان کا ہی خیال آیا تھا۔ میں انہیں تلاش کرتی پھری۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر وہ مل گئے تو ان کے سامنے وہ جاؤں گی اگر وہ سزا دیں گے تو پرواہ نہ کروں گی مارنا چاہیں گے تو اف نہ کروں گی۔ منتیں کروں گی۔ انہیں مناؤں گی۔ ان کی بن جاؤں گی یا انہیں اپنا بناؤں گی لیکن وائے قسمت وہ نہیں ملے۔ نہ ان کی کوئی خبر ملی۔

الیاس: تم سے والدہ ملنا چاہتی ہیں۔

بلاؤ: کیا وہ مجھے معاف کر دیں گی؟

الیاس: یقیناً معاف کر دیں گی۔ وہ نہایت نیک خاتون ہیں۔

بیلا: میں خود ان سے ملنا اور معافی مانگنا چاہتی ہوں۔

الیاس: تو چلو!

بیلا: کیا ابھی چلوں؟

الیاس: جب چلنا ہی ہے تو اب اور جب کیا۔

بیلا: پھر چلو

اس وقت اس نے بسنتی رنگ کی ساڑی باندھ رکھی تھی۔ اس کے سفید رنگ میں بسنتی رنگ خوب پھب رہا تھا۔ وہ الیاس کے ساتھ چل کر ان کی والدہ کے پاس آئی اور بڑھ کر ان کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی اور کہا "اس گنہگار کا سر جھکا ہوا ہے۔ قلم کر ڈالئے۔"

الیاس کی امی کا دل بھر آیا۔ انہوں نے اس کی خوبصورت تھوڑی ہاتھ میں لے کر سر اونچا کرتے ہوئے کہا "میں نے معاف کر دیا تم رابعہ کو اس کی محبت سے مجبور ہو کر لائیں۔ یہ خیال نہ کیا کہ ہمیں بھی اس سے محبت ہے۔ اس کی جدائی میں ہمارا کیا حال ہو گا۔ تم نے ہمیں تڑپایا۔ خدا نے تمہیں تڑپایا اور اب شکایت کیسی اور گلہ کیسا۔"

بیلا کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اس نے کہا "ہو گیا اس کی سزا پائی۔ تم نے معاف کر دیا بڑی مہربانی کی۔ جب تک زندہ رہوں گی تمہاری خدمت کروں گی۔"

امی: ہم دونوں کی ایک ہی جلن ہے۔ ایک ہی تڑپ ہے۔ کیوں نہ دونوں ایک ہی جگہ رہنے لگیں۔

بیلا: اب میں تمہاری ہی خدمت میں رہوں گی۔

اس روز سے بیلا الیاس کی والدہ ہی کے پاس رہنے لگی۔

پینتیسواں باب

غمزدہ نازنین

الیاس کی والدہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عرب عورتیں وہیں رہیں گی تو انہیں بڑا فکر ہوا۔ وہ کابل تک جانا چاہتی تھیں۔ بیلا ان کی ہم خیال تھی۔ دونوں نے الیاس سے کہا "اگر ہم دونوں یہیں رہیں تو ہمیں بڑی تکلیف ہو گی۔ تم امیر سے کہہ کر ہمیں ساتھ لے چلنے کی اجازت لے لو۔"

الیاس نے کہا "یہ بہت مشکل ہے۔ وہ مجھے یہاں رکھنا چاہتے تھے۔ کہنے سننے سے مجھے ساتھ چلنے کی اجازت دی ہے۔"

بیلا: تم کہو تو۔ شائد اجازت دیدیں۔ اور اگر تم نہ کہہ سکو تو مجھے ساتھ لے چلو۔ میں اجازت لے دوں گی۔"

الیاس نے مسکرا کر کہا "ہمارے امیر عورتوں کی بات نہیں مانتے۔"

بیلا: تو تم جرأت کرو۔

الیاس: ہاں میں جاؤں گا۔

بیلا: ابھی چلے جاؤ صبح لشکر کوچ کرے گا۔ وہ انتظام میں مصروف ہوں گے شاید نہ مل سکیں یا ملیں تو بات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

الیاس: اچھا ابھی جاتا ہوں۔

وہ وہاں سے چلے اور امیر کی خدمت میں پہنچے۔ امیر عبدالرحمن نے کہا "آپ کس لئے آئے ہو تم؟"

الیاس: ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔

عبدالرحمن: کہو

الیاس: آپ کو معلوم ہے کہ میری والدہ نے اتنے لمبے سفر کی زحمت صرف کے عالم میں رابعہ کو تلاش کرنے کے لئے اٹھائی ہے۔ وہ عورت جو رابعہ کو اغوا کر کے لائی تھی مل گئی ہے۔ اس سے یہ بات تصدیق ہو گئی ہے کہ گمشدہ رابعہ ہے۔ اس عورت نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی شادی پشاور کے راجکمار سے ہونے والی ہے۔ اس سے والدہ کی پریشانی اور فکر اور بڑھ گئے ہیں۔ ان کی اور اس عورت کی جس کا نام بیلا ہے یہ درخواست ہے کہ انہیں بھی لشکر کے ساتھ چلنے کی اجازت دی جائے۔

عبدالرحمن: اس سے کیا فائدہ ہو گا۔

الیاس: بیلا اور اس کے نواح سے وہاں کے مردوں اور عورتوں سے خوب واقف ہے۔ وہ اس بات کی کوشش کرے گی کہ گمشدہ کو کسی حیلہ سے اپنے پاس بلا لے اور ہمیں اطلاع کر دے۔ شاید خدا کرے اور ہم اس تک پہنچ جائیں۔

عبدالرحمن: بات ٹھیک ہے لیکن لشکر کے ساتھ ان دو عورتوں کے انتظام میں بڑی دقت ہو گی۔

الیاس :- یہ میں جانتا ہوں لیکن اگر انہیں یہاں رہنے پر مجبور کیا گیا تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے اور انہیں بڑا صدمہ ہو گا۔

کچھ دیر غور کرنے کے بعد امیر نے کہا "اچھا کتنی بھی دقت ہو ہم ان کے لئے انتظام کریں گے۔ ان سے کہہ دو۔"

الیاس :- بہت بہت شکریہ۔

الیاس سلام کر کے اٹھے اور خوش خوش اپنی والدہ کے پاس آئے۔ ان کی والدہ نے کہا "بیٹا! تم خوش ہوتے آ رہے ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے کیا امیر نے ہمارے چلنے کی اجازت دیدی ہے؟"

الیاس :- ہاں امی جان! امیر نے اجازت دیدی۔ تیاری کر لیجئے۔

ان کی والدہ اور بیلا دونوں خوش ہو گئیں۔ ان کی والدہ نے کہا "خدا کا شکر ہے بیٹا! مجھے تیاری ہی کیا کرنی ہے۔ مسافرت میں ہوں ہر وقت تیار رہتی ہوں۔"

دوسرے روز لشکر داور کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ پہاڑی علاقہ تھا راستے نہایت دشوار گذار تھے اس لئے بڑی دقت سے سفر طے ہو رہا تھا جب یہ اس بستی کے قریب پہنچے جہاں کملا رہتی تھی۔ امیر نے بستی سے دو میل اس طرف قیام کر دیا۔ فوجی سپاہیوں نے خیمے کھڑے کرنے شروع کئے سب سے پہلے بیلا اور الیاس کی امی کا خیمہ کھڑا ہوا۔ یہ دونوں ایک ہی خیمہ میں رہتی تھیں۔ الیاس امی کے ٹھہرنے کا انتظام کر کے کملا سے ملنے چلے۔

انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی۔ آفتاب مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ اونچی اونچی چٹانوں کی وجہ سے دھوپ غائب ہونے لگی تھی۔ الیاس نے اس بات کا بھی خیال نہیں کیا کہ دن چھپنے والا ہے۔ وہ تیزی سے چلے۔ جب اس چٹان کے قریب پہنچے جس پر بیٹھ کر کملا نے انہیں رخصت کیا تھا اور ایک دردناک گیت گایا تھا تو انہیں کملا کے گانے کی آواز آئی۔ انہوں نے دور سے سنا۔ جو گیت وہ گا رہی تھی اس کا مضمون یہ تھا۔

"بھولنے والے! تو مجھے بھول گیا۔ مگر میں تجھے نہ بھول سکی تو یہاں کیوں آیا تھا۔ کیوں تو نے میری مسرت کی دنیا کو غم سے بدل دیا۔ کیا اب تو غم کو خوشی سے نہیں بدل سکتا۔ اے پردیسی! آج ایک کوا میری جھونپڑی پر بیٹھ کر بولنے لگا۔ وہ شاید تیرے آنے کی خبر لایا تھا مگر مجھے یقین نہ آیا میں نے اسے اڑا دیا اور کہہ دیا "جا اڑ جا! تو اسے ساتھ لے کر آ۔ جس کے آنے کی تو خوش خبری لایا ہے۔"

دل نے کہا "یہ تو نے کیا کیا۔" وہ خوش خبری لایا اور تو نے اسے اڑا دیا۔ اس سے پوچھتی وہ کہاں ہے۔ بدبخت اور اپنی بدبختی پر دل کھول کر رو۔"

یہ گاتے گاتے وہ رونے لگی۔ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ الیاس قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کا دل اس کا گیت سن کر اور اسے روتا دیکھ کر گداز ہو گیا تھا۔ آنکھیں پرنم ہو گئی تھیں۔ وہ آہستہ سے گھوڑے سے اترے۔ گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور چپکے چپکے اس کے پاس پہنچ کر پکارا "بہن!"

کملا نے سر جھکا رکھا تھا۔ اس نے جلدی سے موتی جیسی گردن اٹھائی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔ حسین چہرہ پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اس نے اشک آلود آنکھوں سے الیاس کو دیکھا۔ اس کا غم ایک دم خوشی میں بدل گیا۔ رنج کے آنسو خوشی کے آنسو بن گئے۔ اس نے ہلکے تبسم سے کہا "بھن.........بھیا!"

الیاس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہاں تمہارا بھیا اپنا وعدہ پورا کرنے آیا ہے۔"

کملا :- مجھے یقین نہیں آتا

الیاس :- کیا مجھے بھول گئیں؟

کملا :- بھیا! بھول جاتی تو تمہیں یاد کر کے رویا کیوں کرتی۔

وہ جلدی سے اٹھی اور الیاس کے شانہ سے لگ کر رونے لگی۔ الیاس نے کہا "یہ کیا؟ اب کس لئے روتی ہو۔"

کملا نے الگ ہو کر کہا "ہمارے دیس میں یہ دستور ہے کہ جب بہن بھائی سے جدا ہوتی ہے تب روتی ہے اور جب ملتی ہے تب روتی ہے۔ اچھے تو رہے بھیا؟"

الیاس :- خدا کے فضل سے اچھا رہا۔ بہن تم تو اچھی رہیں۔

کملا :- زندہ ہوں۔ میں نے اپنے پتا (باپ) کو اپنا اور تمہارا سب حال بتا دیا تھا جب میں تمہیں یاد کر کے روتی تھی تو وہ تسلی دیا کرتے تھے۔ آؤ ان کے پاس چلیں۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔

الیاس :- میں اسلامی لشکر کے ساتھ آیا ہوں۔ لشکر یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ میں تم سے ملنے چلا آیا تھا۔ دن چھپنے والا ہے۔ میری امی بھی لشکر کے ساتھ ہیں۔ وہ میرا انتظار کریں گی۔ اب اجازت دو کل انشاء اللہ آؤں گا۔

کملا:۔ واہ واہ۔ اچھے آئے اجازت مانگنے والے۔ پہلے چاچی کے پاس چلو۔ ان سے مل کر جانا۔ چاندنی رات ہے۔ چلے جانا آنا۔ میرے ساتھ چلو۔

الیاس:۔ چلو۔ میں گھوڑا لے لوں۔

کملا:۔ گھوڑا کہاں ہے۔

الیاس:۔ دیکھو وہ سامنے کھڑا ہے۔ ابھی لایا۔

الیاس گھوڑا لائے اور کملا کے ساتھ چلے۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ دن چھپ گیا۔ انہوں نے مغرب کی نماز ایک پتھر پر پڑھی۔ اور پھر وہاں سے چلے جب وہ اس کی جھونپڑی پر پہنچے تو کملا کے والد ملے۔ وہ انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا "مسافر! تم آ گئے؟"

الیاس نے سلام کر کے کہا "میں نے اپنی بہن کملا سے آنے کا وعدہ کیا تھا آ گیا۔"

بوڑھے نے کہا "مجھے تمہارے آنے کا یقین نہ تھا لیکن کملا کو یقین تھا۔ اب تو نہ جاؤ گے تم۔"

الیاس:۔ اب میں اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤں گا۔

بوڑھا:۔ اور یہ بوڑھی ہڈیاں؟

الیاس:۔ تمہیں بھی ساتھ لے چلوں گا۔

بوڑھا:۔ ارے بھئی کملا! اپنے مہمان کی خاطر تو کر۔

کملا جلدی سے کچھ دودھ اور جو کچھ اس نے پکا رکھا تھا لے آئی۔ الیاس نے کھایا اور بوڑھے سے کہا "اب میں اجازت چاہتا ہوں"

بوڑھا حیران رہ گیا۔ کملا نے کہا "یہ لشکر کے ساتھ آئے ہیں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر مقیم ہے۔"

بوڑھا:۔ چلو بیٹا میں پہنچا آؤں۔

الیاس:۔ میں چلا جاؤں گا۔ تم تکلیف نہ کرو۔

کملا:۔ میں چلی جاؤں ان کے ساتھ بابا جی۔ صبح آ جاؤں گی۔

بوڑھا:۔ چلی جا۔

الیاس:۔ نہیں کملا، تم تکلیف نہ کرو۔ میں چلا جاؤں گا۔

کملا:۔ میں اپنے بھائی کو اکیلا نہ جانے دوں گی۔

بوڑھا:۔ ہاں تو چلی جا کملا۔

غرض کملا الیاس کے ساتھ چلی انہوں نے اسے گھوڑے پر سوار کر لیا اور خود اس کے جلو میں چلے۔

چھتیسواں باب

بملا آغوش اسلام میں

یہ دونوں عشاء کے وقت لشکر میں پہنچے، اس وقت اذان ہو رہی تھی بملا نے کہا "کہاں چلے گئے تھے بھیا؟"

الیاس:۔ میں اپنی بہن کے پاس گیا تھا۔

بملا:۔ او ہو۔ بہن کو ساتھ ہی لائے ہو۔ دیکھوں تو۔

اس نے بڑھ کر کملا کو دیکھا۔ شاید اسے پہچان لیا۔ بولی "اچھا یہ کملا ہیں۔ تم نے تو مجھے نہ پہچانا ہو گا۔"

کملا:۔ میں نے تمہیں دیکھا ضرور ہے۔

بملا:۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تمہارے پتا تو اچھی طرح ہیں۔

کملا:۔ اچھی طرح ہیں۔

اس وقت الیاس کی والدہ آ گئیں۔ کملا نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے دعا دے کر کہا "الیاس شاید تمہارے پاس گئے تھے۔"

کملا:۔ جی ہاں۔

امی:۔ آؤ بیٹی بیٹھو۔

الیاس:۔ امی! میں نماز پڑھ آؤں۔

امی:۔ پڑھ آؤ بیٹا۔ میں بھی پڑھ لوں۔

الیاس نماز پڑھنے چلے گئے۔ سب مسلمانوں نے ایک جگہ جمع ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہزاروں آدمیوں کا چاندنی میں ایک ساتھ رکوع اور سجدہ کرنا نہایت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ خدا کے بندوں نے خدا کو سجدہ کر کے اس کی ہستی کو ثابت کر دیا تھا، وہ کہ ساروں میں ریگ زاروں میں، دریاؤں میں سمندروں میں جہاں جاتے تھے خدا کی وحدانیت کی منادی کرتے تھے۔ موذن ہی جب پکارتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر یعنی خدا بزرگ ہے۔ خدا بڑا ہے تو غیر اللہ کی پرستش کرنے والے کانپ جاتے تھے۔

جب الیاس نماز پڑھ کر آئے تو دیکھا کہ کملا کو ان کی امی کھجوریں کھلا رہی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد یہ سب سو گئے۔ صبح اذان سنتے ہی اٹھے۔ ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی۔ بیلا نے کہا "قسم ہے اس کی جس نے ہمیں تمہیں اور سب کو پیدا کیا ہے۔ کہ تمہارے عبادت کرنے کا طریقہ بڑا پیارا ہے تم مل کر رہتے ہو مل کر کام کرتے ہو یہاں تک کہ مل کر کھانا کھاتے ہو اور مل کر عبادت کرتے ہو۔ تمہاری ہر بات اچھی ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ میرے دل میں آئی کہ میں بھی تمہارے ساتھ مل کر عبادت کروں۔ مگر رک گئی۔

امی :۔ یک جہتی اتفاق اور مل کر عبادت کرتے دیکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ پہلے اسلام کی تعلیم سے واقفیت حاصل کرو۔ اسلام کہتا ہے "خدا ایک ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ نہ کبھی سوتا ہے۔ نہ تھکتا ہے۔ وہی جلاتا۔ زندگی دیتا۔ پیدا کرتا اور مارتا ہے۔ بڑی قدرت والا ہے۔ اس کے حکم بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ جس کو جتنا چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ عظمت دیتا ہے۔ ثروت دیتا ہے۔ دولت دیتا ہے۔ حکومت دیتا ہے اور سلطنت دیتا ہے۔ جس سے جب چاہتا ہے عزت۔ دولت اور حکومت سب چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ زمین سے آسمان تک اس کی حکومت ہے سجدہ اسی کو سزاوار ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ لیکن بے شعور اور بد عقل انسان اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے ان بتوں کو پوجنے لگتا ہے جو اپنے بدن پر بیٹھی ہوئی مکھی تک کو نہیں اڑا سکتے آگ کی پرستش کرنے لگتا ہے جسے خود اپنے ہاتھ سے جلاتا ہے۔ اور بھی بہت سی ایسی چیزوں کو پوجنے لگتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ یا جس کی بہت زیادہ عزت و عظمت کرنے لگتا ہے حقیقت یہ ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ بعض مرد اور عورتیں ایسی خوبصورت ہوتی ہیں کہ انہیں دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی۔ خدا کو دیکھنے کی کیسے تاب ہو سکتی خدا اپنے بندوں کا بڑے سے بڑا گناہ معاف کر دیتا ہے لیکن شرک کا گناہ معاف نہیں کرتا۔ مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا۔ غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ دوزخ بہت بری جگہ ہے۔ وہ ایسی آگ ہے جو عذاب تو دیتی ہے لیکن زندگی کا خاتمہ نہیں کرتی۔ انسان اس میں جلتا ہی رہے گا اور جو صرف خدا ہی کو پوجے گا۔ وہ جنت میں جائے گا۔ جنت ایسے آرام و راحت کی جگہ ہے جہاں نہ فکر ہے۔ نہ غم آرام ہی آرام ہے۔ بہتر سے بہتر چیزیں کھانے کو اور اچھے سے اچھا لباس پہننے کو ملتا ہے۔ یہی نجات ہے۔ دنیا نجات ہی کی متلاشی ہے۔ اور چونکہ خدا کی عبادت کا طریقہ بھی ہونا چاہئے اور یہ طریقہ اسلام نے بتایا ہے۔ اس لئے نجات اسے ہی

ملے گی جو اسلام اختیار کرے گا۔

بیلا نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا "کس خوبی سے تم نے تقریر کی ہے اور کس اچھے طریقہ سے سمجھایا ہے۔ بھی میرے دل پر بڑا اثر ہوا ہے۔ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔"

الیاس اور ان کی امی خوش ہو گئے۔ ان کی امی نے کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ یعنی میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔" پڑھا کر مسلمان کر لیا۔

کملا دیکھتی رہی۔ اگرچہ اس نے بھی الیاس کی والدہ کی تقریر سنی تھی لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ الیاس نے کہا "جب سے میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ میری تمنا تھی کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ لیکن کہہ نہ سکتا تھا۔ خدا نے خود بخود میری آرزو پوری کر دی۔"

بیلا :۔ میں اپنے مذہب سے پوری واقفیت رکھتی ہوں۔ میں اکثر سوچا کرتی تھی کہ اس مذہب کا مدار نروان پر ہے۔ نروان اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنی جان کو پاکیزہ بنا کر اپنے نفس سے دنیا کی لذتوں اور عیش و راحت کی خواہشوں کو بھی مٹا دے اگر نروان حاصل ہو جائے تو انسان بار بار پیدا ہونے اور مرنے کے جنجال سے چھوٹ جاتا ہے لیکن جب تک نروان حاصل نہ ہو برابر آواگون (تناسخ) کے چکر میں پھنسا رہتا ہے۔

لیکن بدھ مذہب میں خدا کے متعلق صاف رائے ظاہر نہیں کی گئی ہے خود مہاتما بدھ نے خدا کے متعلق صاف صاف بیان نہیں کیا بلکہ وہ اس بحث ہی کو فضول سمجھتے تھے۔ اسی سے لوگوں نے یہ دھوکا کھایا کہ وہ خود بھگوان یعنی خدا تھے۔ اور ان کے بت بنا کر انہیں ہی پوجنے لگے۔ میں بدھ مذہب میں تھی میں نے اس مذہب کی تبلیغ بھی کی لیکن آج کہتی ہوں کہ مجھے اطمینان نہیں تھا میری روح سچائی کی تلاش میں تھی۔ اور میں نے آج اسے پا لیا ہے۔"

کملا پر اب بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ الیاس نے کہا "اب لشکر کوچ کرنے والا ہے۔ چلو کملا' میں تمہیں پہنچا دوں۔ جب لشکر تمہاری بستی کے قریب پہنچے گا میں اس میں شامل ہو جاؤں گا۔

کملا :۔ چلو۔

بیلا :۔ میں تم سے ایک درخواست کرتی ہوں کملا۔

کملا :۔ درخواست نہیں مجھے حکم دو۔

بیلا :۔ ابھی تم میرے مسلمان ہونے کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔

کملا :۔ میں کسی سے نہ کہوں گی۔

بلاؤ :۔ ایک میں یہ چاہتی ہوں کہ تم کابل میں چلی جاؤ اور سنگ حرا سے ملنے کی کوشش کرو۔ اگر اس تک رسائی ہو جائے تو یہ دیکھو کہ جس کے ساتھ اس کی شادی قرار دی گئی ہے وہ اس سے رضامند ہے یا نہیں۔ اگر رضامند ہے تو تم الیاس کا ذکر اس سے کر دو۔ کہہ دو کہ جسے تم نے جیل خانہ سے رہا کرایا تھا وہ تمہارے ملک میں آ گیا ہے اور تمہارے لئے بے قرار ہے۔ ضرور اس پر اثر ہو گا اور اگر وہ رضامند نہیں ہے تب بھی تم الیاس کا ذکر اس سے کر کے کہہ دو کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے اور کسی حیلہ سے اسے کابل سے باہر نکال لاؤ۔ میں قلعہ سے باہر اس غار کے قریب تمہیں ملوں گی جس کے اندر وہ چشمہ ہے جسے کابل کے لوگ مقدس اور متبرک سمجھتے ہیں۔

کملا :۔ یہ بات تو مجھے معلوم ہے کہ سنگ حرا اس شادی پر رضامند نہیں اسے مہاراجہ اور مہارانی مجبور کر رہے ہیں۔

بلاؤ :۔ جب تو یقیناً وہ تمہارے ساتھ چلی آئے گی پھر میں سب کچھ کر لوں گی بولو تم کابل جاؤ گی۔

کملا :۔ ضرور جاؤں گی۔ میں اپنے بھیا کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کر سکتی ہوں۔

بلاؤ :۔ شاباش تم سے یہی امید ہے۔

ان سب نے مل کر ناشتہ کیا۔ الیاس کی والدہ نے بلاؤ سے کہا "تمہارا اسلامی نام ہونا ضروری ہے۔ میں تمہارا نام فاطمہ رکھتی ہوں۔"

بلاؤ کا نام فاطمہ رکھا گیا۔ ادھر یہ ناشتہ سے فارغ ہوئے ادھر خیمے اکھاڑے اور اونٹوں اور خچروں پر لادے جانے لگے۔ الیاس کملا کو ساتھ لے کر پہلے چل پڑے ان کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد لشکر بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔

سینتیسواں باب

صلح کا پیغام

داور والوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس ملک پر مسلمانوں نے لشکر کشی کر دی ہے اور اورغ تک کا علاقہ فتح کر لیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی سن لیا کہ اورغ کا حکمران مہارانی اور راجکماری کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہے۔ انہیں اس کے مسلمان ہونے کا بڑا تعجب ہوا

تھا کیونکہ اس نواح میں یہ مشہور تھا کہ اورغ کا حکمران اپنے مذہب میں بڑا پکا اور بہت متعصب ہے۔

ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی سنا کہ اسلامی لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے انہوں نے جنگی تیاریاں پہلے سے کر رکھی تھیں۔ وہ خود مسلمانوں پر چڑھائی کا قصد کر رہے تھے کہ مسلمان ہی وہاں آ پہنچے۔ ان کی لشکر کشی سے ان پر ان کی ہیبت طاری ہو گئی۔

داور کا راجہ بڑا بہادر اور جنگجو تھا۔ اس نے قلعہ پر فوجیں چڑھا دیں۔ جگہ جگہ پتھروں اور تیروں کے ڈھیر لگا دیئے۔ فلاخن اور کمانیں رکھا دیں۔ غرض مدافعت کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ اور اپنے جاسوس بھیج کر مسلمانوں کا حال معلوم کرنے لگا چونکہ داور میں بڑا دھار تھا اور اس دھار میں بڑے زور کا بت تھا اس بت کی اس علاقہ کے تمام لوگ بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ اس لئے جب مسلمانوں کی حملہ آوری کی خبر مشہور ہوئی تو داور کی حفاظت کے لئے گرد و نواح سے بہادروں کے گروہ آنے لگے۔ اول تو داور ہی میں لشکر کافی تھا اور ان کے آنے سے جمعیت بڑھ گئی۔ ادھر داور کے والی نے مہاراجہ کابل سے مدد طلب کی اور جو خط انہیں لکھا اس میں تحریر کیا کہ :۔

"آپ مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔ خود مسلمانوں نے ہی حملہ کر دیا۔ اورغ تک کا علاقہ فتح کر چکے ہیں۔ داور ان کے سامنے ہے جس جوش و خروش سے وہ آ رہے ہیں اس سے خوف ہے کہیں داور بھی ان کے قبضہ میں نہ چلا جائے جلد مدد بھیجیے۔"

یہ تحریر بھیج کر وہ مدد کا انتظار کرنے لگے۔ ابھی نہ مدد آئی تھی نہ کوئی قاصد آیا تھا کہ ایک روز کئی جاسوس بھاگے ہوئے آئے۔ سخت پریشان اور بدحواس تھے۔ انہوں نے آ کر بیان کیا کہ اسلامی لشکر قریب آ گیا ہے اگرچہ لشکر کی تعداد تو کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس لشکر کا ہر سپاہی بڑا جانباز اور بہادر ہے ہم نے ان کے سامنے سے شیروں کو بدحواس ہو کر بھاگتے دیکھا ہے یا تو وہ جادوگر ہیں اور ان کے جادو کے زور سے جنگل کا بادشاہ ان کے سامنے نہیں ٹھہرتا بھاگ جاتا ہے یا ان کا رعب اس کے اوپر ایسا پڑتا ہے۔ کہ وہ ان کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔"

ان جاسوسوں نے کچھ ایسے مبالغہ آمیز واقعات بیان کئے جس سے اہل داور کے دلوں پر بھی رعب و خوف طاری ہو گیا آخری مرتبہ جاسوس خبر لائے کہ اسلامی لشکر بہت

قریب آگیا ہے۔ صرف ایک منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے کل وہ ضرور قلعہ کے سامنے آجائے گا۔

دوسرے روز دادر کا والی صبح ہی سے دروازہ کے قریب والے برج میں چڑھ گیا اور مسلمانوں کے آنے کا انتظار کرنے لگا جب دوپہر ڈھل گیا تب اس نے دور فاصلہ پر اسلامی علم لہراتا ہوا دیکھا۔ وہ اور اس کے فوجی افسر غور سے دیکھنے لگے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی مجاہدین گھوڑوں پر سوار بڑی شان سے آتے نظر آئے۔

انہوں نے قلعہ کے پاس آکر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا اس نعرہ کی آواز کو سن کو والی اچھل پڑا۔ اور لوگ بھی گھبرا گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان میدان میں پھیلنے لگے جو دستہ آتا تھا وہ نعرہ تکبیر لگاتا اور پھیل جاتا۔ انہوں نے آتے ہی بڑی پھرتی سے خیمے نصب کرنے شروع کئے دم کے دم میں خیموں کا شہر قلعہ کے سامنے آباد ہو گیا۔

اسلامی لشکر تھوڑا تھوڑا آرہا تھا شام تک آتا رہا۔ دن چھپتے ہی اسلامی کیمپ میں آگ کے الاؤ روشن ہو گئے۔ تمام قلعہ میں مشعلیں اور شمعیں روشن کر دی گئیں لیکن اسلامی کیمپ میں اس قسم کی روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ بلکہ جگہ جگہ جو الاؤ روشن تھے ان سے روشنی پھیل رہی تھی۔ یہ روشنی بہت کافی تھی۔ اس روشنی میں کیمپ کے اندر مجاہدین چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ جو بڑی بے خوفی اور بڑے اطمینان سے چل پھر رہے تھے۔

دادر کے والی کو خوف ہوا کہ کہیں مسلمان رات ہی کو قلعہ پر دھاوا نہ بول دیں۔ اس لئے اس نے فصیل پر چاروں طرف پہرہ بٹھا دیا۔ اور محافظوں کو ہدایت کر دی کہ ذرا سا کھٹکا ہونے پر سارے لشکر کو بیدار و ہوشیار کر دیں۔

رات اہل دادر نے بڑے اضطراب اور پریشانی کی حالت میں گزاری۔ صبح مسلمانوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور منتشر ہو گئے۔ فصیل کے اوپر کھڑے محافظ ان کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے جب کچھ دن چڑھا تو تین مسلمان قلعہ کے قریب آئے ان میں الیاس بھی تھے انہوں نے پکار کر کہا "اے اہل دادر! ہم قاصد ہیں تمہارے والی کے پاس آئے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد والی برج میں نمودار ہوا اس نے کہا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس اسلامی سفارت کے میر وفد حماد انصاری تھے۔ انہوں نے کہا "اتنے فاصلے سے کیا بات چیت ہو سکتی ہے یا تو تم نیچے اتر کر ہمارے پاس آؤ یا ہمیں اوپر اپنے پاس بلاؤ۔"

وہ چلا گیا اور اس نے اپنا دربار بڑی شان سے آراستہ کیا۔ تمام درباریوں کو بلا لیا۔ جب سب آ آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تب اس نے قاصدوں کو طلب کیا۔ مسلمان اول قلعہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ راستوں پر دو رویہ دادر کی فوج مسلح کھڑی ہے۔ دراصل دادر کے والی نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنی تمام فوج راستوں پر کھڑی کر دی تھی۔ اور راستوں کے ادھر ادھر جو تھوڑے بہت میدان تھے ان میں بھی سوار کھڑے کر دیئے تھے تاکہ مسلمان اس کثیر لشکر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں۔

قاصد انہیں دیکھتے ہوئے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دربار میں داخل ہوئے اور سیدھے چل کر والی یا راجہ کے تخت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ وہاں کے وزیر نے کہا "تم لوگ بڑے ہی وحشی ہو۔ نہیں جانتے کہ راجہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر آنا چاہئے۔"

حماد نے کہا "وحشی ہم ہیں یا تم۔ راجہ یا والی لوگوں کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور محافظ عوام کا خادم کہلاتا ہے۔ ایک خادم کے لئے یہ کب روا ہے کہ وہ تخت پر خدا بن کر بیٹھے اور جن لوگوں کا وہ خادم ہے وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر آئیں۔"

راجہ:۔ ان باتوں کو رہنے دو۔ بتاؤ تم کیا پیغام لائے ہو؟

حماد:۔ ہم امن و صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں تم ہم پر لشکر کشی کی تیاری کر رہے تھے شاید اس وجہ سے کہ تم نے ہمیں کمزور سمجھا ہے یہ خیال کیا تھا کہ ایرانی اور رومی دو زبردست سلطنتوں سے مقابلہ کر کے ہماری طاقت جاتی رہی ہے اور تم آسانی سے ہم پر فتح حاصل کر لو گے۔ ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ ہم کمزور نہیں ہیں۔ تمہیں تمہارے گھروں ہی میں روک سکتے ہیں۔ اور یہ کہنے آئے ہیں کہ لڑائی سے کوئی فائدہ نہیں ہے صلح لڑائی سے بہتر ہے۔"

راجہ:۔ ہم بھی لڑائی کو اچھا نہیں سمجھتے۔

حماد:۔ بس تو معاملہ بہت جلد طے ہو سکتا ہے۔ ہماری تین شرطیں ہیں ان میں سے چاہے جس شرط کو قبول کر لو۔

راجہ:۔ اپنی شرطیں بیان کرو۔

حماد:۔ پہلی شرط یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ہمارے بھائی بن جاؤ گے ہم تمہارے دکھ درد میں شریک ہوں گے۔ تم ہمارے دکھ درد میں شریک ہونا ہمارا یہ پیغام اس لئے ہے کہ تم خدا کے بندے ہو۔ خدا سے بغاوت کر رہے ہو۔ بتوں کو پوجتے ہو۔ انہیں چھوڑ دو۔

خدا کی عبادت کرو۔

راجہ :۔ یہ بات منظور نہیں کی جا سکتی۔

حماد :۔ تب تم ہماری اطاعت قبول کر لو اور ہمیں جزیہ دو۔

راجہ :۔ یہ بھی ناممکن ہے۔

بس تو تیسری بات جنگ کی رہ جاتی ہے اور تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی۔

راجہ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا "تمہیں اپنی بہادری پر بڑا ناز ہے۔ لیکن جس قوم سے تمہارا مقابلہ ہے جب اس کی بہادری دیکھو گے تو تمہارا ناز و غرور خاک میں مل جائے گا میں تم پر یہ مہربانی کر سکتا ہوں کہ اگر تم واپس جانا چاہو تو تم سے کوئی تعرض نہ کروں۔ اگر تم لڑو گے تو یاد رکھو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ جانے دوں گا۔

حماد :۔ ہمارا ناز اپنی بہادری پر نہیں۔ خدا کی مدد پر ہے ہم تمہاری مہربانی نہیں چاہتے۔ اگر تم لڑائی پر آمادہ ہو تو ہم بھی تیار ہیں۔

راجہ :۔ بس یا تمہیں اور کچھ کہنا ہے

حماد :۔ ہم نے پیغام پہنچا دیا۔ اور کچھ کہنا نہیں ہے۔

راجہ :۔ جب تو لڑائی پر ہی فیصلہ ٹھہرا۔

حماد :۔ ہم اس بات کو پہلے جانتے تھے۔ لیکن یاد رکھو یہ قلعہ تمہیں پناہ نہ دے سکے گا۔

راجہ :۔ یا تمہیں کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔

حماد اور ان کے ساتھی وہاں سے چلے آئے۔

اڑتیسواں باب

پرجوش حملہ

جب وہ دربار سے باہر نکل کر تھوڑی دور چلے تو انہوں نے پیشوا کی سواری آتی دیکھی۔ اس پیشوا کی جس نے الیاس کو قید کر دیا تھا۔ اس کی سواری کے آگے سواروں کا ایک دستہ تھا۔ دستہ کے پیچھے دھار کے پجاری تھے۔ ان کے پیچھے پیشوا تھا۔ پیشوا کے پیچھے سوار تھے۔

حماد الیاس اور ان کے ساتھی سڑک کے کنارہ پر کھڑے ہو گئے جب سواری ان کے سامنے آئی تو پیشوا نے غور سے الیاس کو دیکھا اس نے سواری رکوائی اور الیاس کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ پیشوا نے کہا:۔

"نوجوان! تمہارا کیا نام ہے؟"

"الیاس۔" انہوں نے جواب دیا۔

پیشوا چونکا۔ اس نے کہا "تمہارا وطن کہاں ہے؟

الیاس :۔ وطن عرب ہے"

پیشوا :۔ عرب تو تمام عربوں کا وطن ہے۔ تم رہتے کہاں ہو۔"

الیاس :۔ بصرہ۔

پیشوا :۔ تم دھار میں آئے تھے؟

الیاس سمجھ گئے کہ اس نے انہیں پہچان لیا۔ انہوں نے کہا "ہاں! میں آیا تھا۔"

پیشوا :۔ اس وقت تم جاسوس تھے؟

الیاس :۔ ہاں اور اب میں سفارت پر آیا ہوں۔

پیشوا :۔ راجہ نے مصالحت کا کیا جواب دیا۔

الیاس :۔ وہ مصالحت پر تیار نہیں۔

پیشوا :۔ میں سمجھتا تھا۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟

الیاس :۔ میرا کیا ارادہ ہو سکتا ہے۔ امیر اس کے متعلق طے کریں گے۔

پیشوا :۔ ٹھیک ہے۔

اس نے اشارہ کیا اور اس کی سواری بڑھی۔ یہ لوگ بھی چلے اور قلعہ سے نکل کر اپنے لشکر میں آئے۔ امیر سے راجہ کی تمام گفتگو بیان کی۔ امیر نے کہا "اس کا ارادہ لڑائی کا معلوم ہوتا ہے۔ آج انتظار کرو۔ دیکھو وہ میدان میں آتا ہے یا نہیں۔ اگر آج وہ میدان میں نہ نکلا تو انشاء اللہ کل قلعہ پر حملہ کیا جائے گا۔"

چنانچہ تمام لشکر میں اعلان کر دیا گیا کہ ہوشیار رہو اور دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھو۔ مسلمان دیکھ رہے تھے کہ داور کے سپاہی فصیلوں پر گھوم رہے ہیں۔ سب سے اونچے دروازہ پر لال جھنڈا لہرا رہا ہے یہی ان کا قومی علم تھا۔

وقت گذرتا رہا۔ دوپہر ہوا۔ دن ڈھلا آخر شام ہو گئی لیکن اہل داور نے کوئی نقل و حرکت نہیں کی۔ وہ بدستور قلعہ بند رہے دور دور فصیل کے اوپر سے جھانک کر مسلمانوں کو

دیکھتے رہے۔ دن چھپتے ہی تمام فصیل پر مشعلیں روشن ہو گئیں۔ اس روشنی میں سپاہی چلتے پھرتے نظر آنے لگے۔ اسلامی کیمپ میں بھی آگ کے الاؤ جگہ جگہ جلا دیئے گئے۔ سردی کا زمانہ تھا۔ سردی کافی ہوتی تھی مسلمان آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھ کر تاپنے لگے۔ لیکن مسلمانوں کا قاعدہ تھا کہ بے کار نہ بیٹھتے تھے یا تو کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا اس کی تشریح اور تفسیر بیان کرتا۔ یا حدیث شریف پڑھتا یا قومی بہادروں کے قصے اور تاریخی واقعات بیان ہوتے۔

صبح کی نماز پڑھ کر امیر عبداللہ نے حملے کا اعلان کر دیا۔ مسلمان خوش ہو گئے۔ وہ جہاد کرنے آئے تھے۔ جہاد سے بڑھ کر وہ کوئی کام نہ سمجھتے تھے۔ انہیں سرفروشی میں لطف آتا تھا۔ سب اپنے اپنے خیموں پر جا کر مسلح ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کے میدان میں نکلے۔

امیر عبدالرحمن بھی پہنچ گئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ ہراول میں کسے افسر مقرر کریں۔ الیاس ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہراول کا علم انہیں عطا کیا جائے امیر نے کہا "تم کمسن مجاہد ہو میں کسی تجربہ کار شخص کو ہراول پر افسر مقرر کرنا چاہتا ہوں۔"

الیاس:۔ تجربہ لڑنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ امیر میری لڑائی زریخ میں دیکھ چکے ہیں۔

امیر نے کچھ دیر سوچا اور علم الیاس کو دیکر کہا "جو شخص کسی کام کی پہل کرتا ہے وہ اس کا مستحق ہے لو تم علم لو اور خدا کا نام لے کر بڑھو۔ لیکن یہ احتیاط کرنا کہ جوش میں آکر مسلمانوں کو یا خود کو خطرہ میں نہ ڈال دینا۔"

الیاس:۔ میں بے جا جوش کا قائل نہیں۔

وہ علم لے کر پانچ سو سواروں کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے۔ وادر کے سپاہیوں نے فصیل کے اوپر سے دیکھا۔ انہوں نے طبل جنگ بجا کر جنگ کا اعلان کر دیا۔ قلعہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ لڑائی شروع ہو گئی وہ مضطرب اور پریشان ہو گئے راجہ بھی برج میں آکر بیٹھ گیا اس نے حکم دیا کہ جس وقت مسلمان تیروں کی زد پر آجائیں ان پر تیروں کی باڑھ ماریں۔

مسلمان آہستہ آہستہ بڑھے چلے آرہے تھے۔ جب قلعہ کے قریب پہنچ گئے تو الیاس نے انہیں روک دیا اور اگلی صف کو پیادہ ہو کر ڈھالوں کے سایہ میں بڑھنے کا حکم دیا۔ اور ان کے پیچھے سواروں کا دستہ لے کر بڑھے۔ مسلمانوں کی اگلی صف نے ڈھالیں اس طرح

بلند کرلیں جس سے خود بھی محفوظ رہیں اور پچھلے سواروں کے گھوڑوں کی بھی حفاظت کرتے رہیں۔

جب یہ ایک تیر کے فاصلہ پر پہنچے تو کافروں نے شور کر کے تیروں کی بارش شروع کی یہ تیر مسلمانوں کی ڈھالوں پر پڑے۔ کچھ تیر پچھلے سواروں پر بھی گئے انہوں نے بھی ڈھال پر روک لئے۔

اب قلعہ سے برابر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ مسلمان مضبوطی سے ڈھالیں پکڑے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ خاموش تھے کفار بڑی بے فکری اور اطمینان سے تیر برسا رہے تھے۔ کچھ دور چل کر الیاس نے دفعتہً تیر باری کا حکم دیا۔ پیادہ صف نے ڈھالیں اس قدر اونچی کرلیں جس سے سوار محفوظ ہو گئے اور سواروں نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ کمانیں شانوں سے اتار کر ہاتھوں میں لیں۔ ترکشوں میں سے تیر نکالے اور تاک کر سب نے اس طرح ایک ساتھ تیر چھوڑے جیسے وہ ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔ یہ تیر سنسناتے ہوئے تیزی سے لپکے کچھ تو کفار کے تیروں سے ٹکرا کر راستہ ہی میں گر پڑے۔ کچھ فصیل کے کنگوروں سے جا ٹکرائے لیکن زیادہ تر فصیل کے اوپر جا کر غافل سپاہیوں کے لگے۔ کئی سپاہیوں کی پیشانیوں میں تیر ترازو ہو گئے۔ وہ ہولناک چیخیں مار کر اوندھے منہ گرے۔ جو فصیل سے لگے کھڑے تھے ان میں سے کئی فصیل سے نیچے گر پڑے اور ان کی ہڈیوں کا چورا ہو گیا۔

کئی تیر سپاہیوں کے سینوں میں لگے وہ بھی لوٹ گئے چونکہ کفار غافل تھے اور اس وقت تک ان پر تیر باری نہیں ہوتی تھی مسلمانوں نے اچانک تیروں کی باڑھ ماری اس سے کافروں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ ابھی کافر سنبھلیں اتنے مسلمانوں نے دوسری اور پھر تیسری باڑھ ماری۔ ان تیروں سے بھی قلعہ والوں کو کافی نقصان پہنچا اور وہ ڈر کر بیٹھ گئے۔ فصیل کی دیوار پردہ بن گئی۔

جب مسلمان قلعہ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ان کے تیر بے کار ہو گئے اور جب تیر باری بند ہو گئی تو فصیل والوں کو موقع مل گیا انہوں نے بھاری پتھر فلاخنوں کے ذریعہ سے پھینکنے شروع کیے ان پتھروں سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا کئی پتھر ڈھالوں پر آکر جب پڑے تو مسلمانوں کے ہاتھ جھک گئے اور پتھروں نے انہیں مضروب کر دیا۔ زخمی فوراً وہاں سے ہٹا دیئے گئے۔ اب مسلمانوں نے ایسا کیا کہ جس شخص نے داہنے ہاتھ سے ڈھال پکڑ رکھی تھی اس کے پاس والے مسلمان نے داہنے ہاتھ میں اپنی ڈھال لی اور بائیں

ہاتھ سے برابر والے مسلمان کی ڈھال پکڑ لی۔ اس طرح ہر ڈھال دو دو آدمیوں نے سنبھال لی۔ اب جو پتھر ڈھالوں پر آکر لگے انہیں مسلمانوں نے روک لیا۔ وہ ڈھالوں سے ٹکرا کر نیچے گرنے لگے۔

فصیل کے اوپر سے کفار دیکھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی یہ جرأت و جسارت دیکھ کر ہول گئے۔ انہیں ایسا معلوم ہوا جیسے لوہے کی دیوار اٹھی چلی آ رہی ہے ڈھالیں لوہے کی تھیں اور مسلمانوں نے انہیں ایک دوسرے سے ملا لیا تھا۔

فصیل کے سپاہی انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اسلامی سوار جو بڑھے چلے آ رہے تھے اور جنہوں نے تیراندازی بند کر دی تھی۔ انہوں نے پھر ترکشوں میں سے نکال نکال کر کمانوں میں رکھ رکھ کر چلے کھینچے اور جو لوگ فصیل کے اوپر سے جھانک رہے تھے تاک کر ان پر نشانے لگائے۔ یہ تیر نشانے پر بیٹھے اور بہت سے کافر چیختے ہوئے فصیل سے نیچے آ پڑے۔ دوسرے سپاہیوں نے بڑی تیزی اور تندہی سے پتھر برسانے شروع کئے۔ اس کثرت اور اس پھرتی سے برسائے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنا ناممکن ہو گیا۔

پھر بھی مسلمان گھبرائے نہیں۔ پتھروں کی بارش میں کھڑے رہے کئی مسلمان زخمی بھی ہوئے لیکن پھر بھی نہیں ڈرے۔ الیاس نے سمجھ لیا کہ مسلمان آگے بڑھ کر فصیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں نے مصلحت دیکھ کر اپنے دستہ کو واپسی کا حکم دیدیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ کافر خوفزدہ ہو گئے لیکن جب انہوں نے انہیں پیچھے پھرتے دیکھا تو خوش ہو کر طرح طرح کے نعرے لگانے لگے۔

انتالیسواں باب

انکشاف راز

مسلمان عصر کے وقت لوٹ کر اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے عصر کی نماز پڑھی اور کچھ دیر آرام کیا۔ مغرب کی اذان ہونے پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور الاؤ جلا کر کھانے کا انتظام کرنے لگے۔

اس اسلامی لشکر کے ساتھ کچھ غلام بھی تھے۔ وہ لکڑیاں کاٹ لائے جو رات بھر جلائی جاتیں۔ شروع رات سے جو الاؤ روشن ہوتے تو صبح تک روشن رہتے۔

کھانا کھا کر مسلمانوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو رہے۔ ایک دستہ دو سو سواروں کا حماد کی سرکردگی میں لشکر کی حفاظت پر متعین ہوا جس نے گشت شروع کر دیا۔ چونکہ یہ

خوف تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے اس لئے پہرہ کا زیادہ انتظام قلعہ کی طرف تھا۔

جب ایک تہائی رات گذر گئی تو حماد نے دیکھا کہ قلعہ کی طرف سے ایک سایہ لشکر کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔ وہ ٹھٹک گئے اور انہوں نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ کئی الاؤ کی روشنی اس پر پڑ رہی تھی لیکن وہ سایہ اتنی دور تھا کہ ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ کیا ہے۔ سایہ بھی رک گیا۔ حماد خود اندھیرے میں گھوڑے سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ وہ لوگ بڑھتے چلے گئے۔

حماد نے سایہ کی طرف ٹکٹکی لگا دی۔ انہوں نے دیکھا کہ سایہ نے پھر حرکت کی اور قدم قدم آگے بڑھنا شروع کیا۔ جب وہ زیادہ قریب آگیا تو انہوں نے پہچان لیا وہ آدمی تھا جو آہٹ سے بھڑکتا چونکتا آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا۔ انہوں نے اس کی پوشش سے پہچان لیا کہ وہ قلعہ والوں میں سے ہے۔ حماد اور اندھیرے میں ہو گئے تاکہ اس کی نظر نہ پڑے۔ اور وہ نگاہوں سے اوجھل بھی نہ ہو۔

آنے والا کیمپ کے کنارہ پر آ کھڑا ہوا۔ وہ ان سے کئی قدم کے فاصلہ پر تھا۔ اس کی نظریں کیمپ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ غالباً یہ دیکھ رہا تھا کہ لوگ سوتے ہیں یا جاگ رہے ہیں۔ بعض جگہ ابھی تک الاؤ روشن تھے لیکن بعض الاؤ کے شعلے بجھ گئے تھے البتہ انگارے پڑے دہک رہے تھے۔ مسلمان خیموں کے اندر گھسے آرام و اطمینان سے سو رہے تھے۔

وہ شخص اپنا کچھ اطمینان کر کے کیمپ کے اندر داخل ہوا۔ حماد نے یہ سمجھا کہ وہ سراغ لگانے نہیں آیا کیونکہ اگر یہ دیکھنے آتا کہ مسلمان جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں تو واپس چلا جاتا۔ ان کا خیال ہوا کہ وہ شاید امیر کو قتل کرنے کی فکر میں آیا ہے وہ اس کے پیچھے لگ گئے۔

مسلمانوں کے خیمے قطار در قطار تھے جب وہ دو سطر عبور کر گیا تو حماد نے دبے قدموں جا کر اس کی گردن جا دبوچی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ چیخ اٹھے گا اور گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کرے گا لیکن نہ وہ چیخا نہ گھبرایا نہ بھاگنے پر آمادہ ہوا بلکہ نہایت نرمی سے حماد کا ہاتھ اپنی گردن کے اوپر سے ہٹانے لگا حماد کی گرفت سخت تر ہو گئی۔ انہوں نے کہا "تم کون ہو؟"

اس شخص نے آہستہ سے کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔ میری گردن پر سے ہاتھ اٹھا لو میں کہیں بھاگ نہ جاؤں گا۔"

حماد:۔ مگر دشمن کا کیا اعتبار۔

وہی شخص:۔ میں سمجھتا تھا کہ مسلمان بہادر ہوتے ہیں مگر تجربہ کچھ اور بتا رہا ہے اول تو میں کہہ چکا کہ میں دشمن نہیں ہوں۔ دوست ہوں اور اگر تم دشمن بھی کہتے ہو تو اس وقت میں نہتا ہوں۔ مجھ سے ڈرنا کیا۔

اس کی اس گفتگو سے حماد کو ندامت ہوئی۔ انھوں نے اس کی گردن چھوڑ دی اور کہا "مسلمان ڈر اور خوف کے نام سے بھی آشنا نہیں ہوتے۔ میں نے تمہاری گردن اس لئے نہیں پکڑی تھی کہ تم مجھ پر حملہ کرو گے بلکہ مصلحت اور دوراندیشی اس کی مقتضی تھی۔ اچھا بتاؤ تم کون ہو۔

وہی شخص:۔ میرا خیال ہے کہ اگر تم مجھے روشنی میں دیکھو گے تو پہچان لو گے۔

حماد:۔ آؤ روشنی میں چلو۔

وہ اسے روشنی میں لے گئے جب انھوں نے اسے دیکھا تو حیران ہو گئے۔ وہ پیشوا تھا ۔ حماد نے کہا "تم ...."

پیشوا نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "خاموش رہو۔"

حماد:۔ تم کس لئے آئے ہو؟

پیشوا:۔ الیاس سے ملنے۔ وقت باتوں میں ضائع نہ کرو۔ مجھے فوراً اس کے خیمہ میں لے چلو۔

حماد:۔ جب تم الیاس سے باتیں کر رہے تھے میں تمہاری نظریں دیکھ رہا تھا میں سمجھ گیا تھا کہ تم ان سے ملنے ضرور آؤ گے۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔

وہ انھیں لے کر الیاس کے خیمہ پر پہنچے۔ انھوں نے باہر ہی سے الیاس کو آواز دی کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ ان کے خیمہ میں ان کی والدہ بھی موجود ہیں۔ الیاس نے جواب دیا۔ "ابھی آ رہا ہوں"

پیشوا نے حماد سے کہا "میں الیاس سے باتیں کر لوں گا تمہیں بتاتا ہوں کہ راجہ شب خون مارنے کے لئے آ رہا ہے۔ آدھی رات کا وقت شب خون کے لئے طے ہوا تھا۔ تم اپنے لشکر کو ہوشیار کر کے ایسی تدبیر کرو کہ دشمن نرغہ میں آ جائے۔

حماد کو بڑی حیرت ہوئی کہ پیشوا قلعہ سے نکل کر الیاس سے ملنے اور مسلمانوں کو دشمن کے شب خون سے آگاہ کرنے آیا ہے۔ انھیں خوف ہوا کہ کہیں وہ الیاس کو قتل کرنے نہ آیا ہو اور اس کے پاس کوئی ہتھیار چھپا ہوا نہ ہو۔ انھوں نے کہا "میں تمہیں

تنہائی میں الیاس سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

پیشوا:۔ وقت کو ضائع نہ کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ الیاس کو ضرر پہنچانے نہیں آیا۔

اس عرصہ میں الیاس بھی باہر آ گئے ان کے خیمہ کے سامنے ابھی تک الاؤ روشن تھا اور ایک غلام الاؤ کے پاس پڑا سو رہا تھا۔ الیاس نے آگ کی روشنی میں اول حماد کو پھر پیشوا کو دیکھا۔ وہ پیشوا کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انھوں نے کہا "تم ...... اور اس وقت یہاں۔"

پیشوا:۔ تم اس وقت جس قدر تعجب کر رہے ہو اس سے زیادہ اس وقت کرو گے جب میں تم پر ایک راز ظاہر کروں گا۔

حماد سے مخاطب ہو کر اس نے کہا "تم جاؤ اور لشکر کو ہوشیار کر دو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔

حماد نے الیاس سے کہا "یہ کہتے ہیں دشمن شب خون مارنے کے ارادے سے آ رہا ہے۔ میں لشکر کو ہوشیار کر دوں۔"

الیاس نے جلدی سے کہا "تو خدا کے لئے جائیے۔ جلدی کیجئے اگر دشمن سر پر آ گیا تو کیا ہو گا۔ امیر کو بھی اطلاع دیجئے۔ میں بھی ان سے باتیں کر کے آ رہا ہوں۔"

حماد وہاں سے چلے گئے۔ الیاس نے کہا "اب راز ظاہر کیجئے۔"

پیشوا:۔ بیٹا میں نے تمہیں اسی وقت پہچان لیا تھا جب تم پہلی مرتبہ دھار میں ملے تھے۔ میں نے سب کے سامنے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا مجھے وہی کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بعد میں میں نے تمہارا امتحان لیا سنگ مترا کو اس لئے تمہارے پاس بھیجا کہ تمہیں آزماؤں۔ آج دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو اس کا کہنا نہ مانے۔ بڑے بڑے مہاراجہ اور راجکمار اس کے ادنیٰ اشارے پر جانیں تک دینے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن تم اس امتحان میں پورے اترے میرے اشارہ پر تمہیں جیل خانہ سے نکال دیا گیا میں نے جب معلوم کر لیا کہ تم صحیح سلامت نکل گئے تو مجھے اطمینان ہوا۔ میرا خیال تھا تم پھر واپس نہ آؤ گے مگر تم آئے اور لشکر کے ساتھ آئے جب تم دن میں قلعہ میں گئے تھے میں تمہیں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

الیاس:۔ لیکن تم نے ابھی تک راز ظاہر نہیں کیا۔

پیشوا:۔ میں اس راز ہی پر آ رہا ہوں۔ بیٹا! میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ تمہارا چچا ہوں۔

الیاس سخت متعجب ہوئے اسی وقت خیمہ کے اندر سے آواز آئی

"بیٹا رافع"

رافع:۔ کیا امی جان۔

امی جان خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ رافع نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور کہا "بیٹا! اگرچہ تمہیں جدا ہوئے پندرہ سال ہو چکے ہیں لیکن تمہاری آواز میں نے پہچان لی تھی۔ خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے تم سے ملنے کی بڑی آرزو تھی پوری ہو گئی۔ رابعہ سے ملنے کی آرزو اور رہ گئی ہے۔

رافع:۔ انشاء اللہ وہ بھی پوری ہو گی۔

الیاس ابھی تک حیران و ششدر کھڑے تھے جب ان کی حیرت کچھ کم ہوئی تو وہ رافع سے لپٹ گئے۔

انہوں نے کہا "بھئی چچا جان! تم نے پہلے ہی مجھے کیوں آگاہ نہ کر دیا تھا۔"

رافع:۔ وہ موقعہ مناسب نہیں تھا۔

امی:۔ رافع! کیا یہ سچ ہے کہ رابعہ ہی کا نام سنگ خارا ہے۔

رافع:۔ یہ بالکل سچ ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے اس کا کھوج نکالا ہے اسے یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش میں اتنا زمانہ گزر گیا۔ مہاراجہ کابل اس کی بڑی حفاظت کرتے ہیں اس لئے ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔

امی نے الیاس سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے سنا بیٹا کیا تم سے میں نے یہی بات کہی تھی؟؟"

الیاس:۔ ہاں تم نے یہی کہا تھا۔

امی:۔ میں تم سے اور اپنی رابعہ سے ملنے کے لئے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر یہاں تک آئی ہوں۔

قبل اس کے کہ رافع جواب دیں۔ شور بلند ہوا۔ رافع نے کہا "شاید مقابلہ شروع ہو گیا۔"

الیاس:۔ چچا جان' تم امی جان کے پاس ٹھہرو میں جہاد میں شریک ہونے کے لئے جاتا ہوں۔

رافع:۔ جاؤ خدا تمہاری مدد کرے۔

الیاس جلدی جلدی مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ ہلاتے ہوئے چلے۔

چالیسواں باب

داور کی فتح

حماد رافع جسے وہ پیشوا سمجھ رہے تھے اور الیاس کے کہنے سے چلے۔ انہوں نے اپنے دستہ کو بلایا اور انہیں یہ سمجھا کر کہ دشمن شب خون مارنے والا ہے مسلمانوں کو ہوشیار کر دو۔ انہیں تمام سمتوں پر بھیج دیا۔ اور خود امیر کے خیمہ کی طرف چلے۔

ان محافظ دستوں نے سمتوں میں جاتے ہی الجہاد خیر من النوم یعنی نیند سے بیدار ہو کر جہاد کے لئے آؤ کے نعرے لگائے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان کلبلانے لگے ہیں تو ہوشیار کے نعرے اتنی اونچی آواز سے لگائے جو کیمپ سے باہر نہ جا سکے۔

مسلمان جلدی جلدی اٹھ اٹھ کر مسلح ہونے اور مسلح ہو ہو کر باہر نکلنے لگے جب انہیں بتایا جاتا کہ دشمن شب خون مارنے والا ہے تو وہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاتے۔ حماد نے امیر کو اٹھایا اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ بھی جلدی سے مسلح ہو کر باہر نکل آئے۔ اور حماد سے مزید واقعات پوچھے۔ حماد نے پیشوا کے آنے اور خبردار کرنے کا حال سنایا۔ انہوں نے کہا "دیکھو تم ایسا کرو کہ آدھا لشکر لے کر کیمپ سے باہر شمال کی طرف ذرا فاصلہ پر چلے جاؤ اور میں آدھا لشکر لے کر جنوب کی طرف جاتا ہوں جب دشمن کیمپ کی طرف چلے تو تم اسے پیچھے سے گھیر لو میں بھی آ جاؤں گا اسے ہر حال صورت میں نرغہ میں لینا چاہئے۔"

حماد:۔ کچھ میں عرض کروں۔

عبدالرحمن:۔ کہو۔

حماد:۔ لشکر کے تین حصے کر لیجئے۔ ایک حصہ خیمہ کی پچھلی قطار کے پیچھے چھپا دیجئے۔ ایک حصہ میرے ساتھ دیجئے۔ اور ایک حصہ اپنے ساتھ رکھئے۔ ہم دونوں شمالی جنوبی کناروں پر چھپ کر بیٹھ جائیں۔ جب دشمن آگے بڑھ آئے تو ہم اس کے برابر اور پیچھے سے گھیرا ڈال لیں اور اچانک حملہ کر کے لڑائی شروع کر دیں۔ اس طرح ہم انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔

عبدالرحمن:۔ نہایت مناسب تدبیر ہے تمہاری۔ اچھا جلدی کرو۔

حماد نے لشکر کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ عبدالرحمن کو دیا اور دوسرا اپنے تحت میں رکھا اور تیسرا عبداللہ ایک افسر کے سپرد کیا۔ عبداللہ نے اپنا دستہ خیموں کے پیچھے

چھپا دیا اور حماد اور عبدالرحمٰن اپنے دستے لے کر ایک شمال کی طرف اور دوسری جنوب کی طرف کیمپ سے فاصلے پر جا کر اندھیرے میں چھپ گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں حماد نے دیکھا کہ قلعہ کا دروازہ کھلا ۔ کئی مشعلیں نمودار ہوئیں اور ان مشعلوں کی روشنی میں ٹڈی دل لشکر قلعہ سے باہر نکل کر اسلامی کیمپ کی طرف بڑھا۔ وہ سب لوگ پیدل تھے۔ شاید اس وجہ سے گھوڑوں پر سوار ہو کر نہیں آئے تھے کہ کہیں ٹاپوں کی آواز سے مسلمان خبردار نہ ہو جائیں وہ نہایت تیزی مگر پوری احتیاط سے آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ چند افسر گھوڑوں پر بھی سوار تھے۔

بڑھتے بڑھتے جب وہ اس میدان کو طے کرنے لگے جس کے دونوں کناروں پر مسلمان چھپے ہوئے تھے تو مسلمانوں نے سانس تک روک لئے۔ دشمن بڑھ کر جب اسلامی کیمپ کے قریب پہنچ گیا تو ایک طرف سے امیر عبدالرحمٰن اور دوسری طرف سے حماد اپنے اپنے سپاہیوں کو لے کر اس طرح اٹھے کہ کوئی کھٹکا نہ ہوا۔ انہوں نے میان سنبھال لئے اور کچھ لوگ آہستہ آہستہ قلعہ کی طرف بڑھ کر ہلالی صورت میں کافروں کے پیچھے آ گئے۔

قلعہ والے کے پاس آنے والے غلط و بے خبر بڑھے چلے آ رہے تھے جب وہ بالکل کیمپ کے کنارہ پر پہنچ گئے تو عبید اللہ اور ان کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس نعرہ کو سن کر دادو والے گھبرا گئے اور جب ان پر حملہ ہوا تو اور بھی خوفزدہ ہو گئے لیکن اب ان کے لئے سوائے لڑنے کے کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ انہوں نے ڈھالوں پر مسلمانوں کی تلواریں روکیں اور خود بھی اپنی تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور شور کر کے مسلمانوں سے بھڑ گئے۔

یہی وہ شور تھا جو الیاس نے سنا تھا اور وہ نیزہ ہلاتے ہوئے بڑھے تھے۔ وہ بھی ہنگامہ کی جگہ پر پہنچ گئے اور انہوں نے نیزے سے حملہ کر کے کئی کافروں کو چھید ڈالا۔ انہیں فوراً ہی خیال ہوا کہ نیزہ سے اس موقع پر تلوار زیادہ کام دے گی ۔ لہٰذا انہوں نے نیزہ ڈال دیا اور تلوار نکال کر نہایت جوش سے حملہ کیا۔ ہر مسلمان اپنی طاقت سے زیادہ زور سے لڑ رہا تھا اور اس پھرتی سے حملے کر رہا تھا جیسے وہی سارے دشمنوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

کفار بھی ڈٹ گئے اور بڑی بہادری سے لڑنے لگے وہ بھی مسلمانوں کو قتل و زخمی کر رہے تھے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ تمام مسلمان سامنے ہیں اس لئے دل جمعی سے جنگ میں مصروف تھے البتہ اس بات سے حیران تھے کہ مسلمانوں کو شب خون مارنے کی اطلاع کس طرح ہو گئی۔

جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور اس کے شعلے انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ اندھیرے میں تلواریں اٹھ اٹھ کر سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں مار دھاڑ ہو رہی تھی اور سر اچھل اچھل کر گر رہے تھے چونکہ اندھیرا ہو رہا تھا اس لئے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون فریق زیادہ مر رہا ہے اور خون کس قدر بہ رہا ہے۔

لڑائی کیمپ کے کنارہ پر ہو رہی تھی نہ تو ابھی کافر کیمپ میں داخل ہوئے تھے اور نہ مسلمان انہیں پیچھے دھکیل سکے تھے ایک ہی جگہ لڑائی ہو رہی تھی لیکن لڑائی کا محاذ لمبائی میں کیمپ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا تھا۔

دشمن شاید اس ڈر سے خاموش تھا کسی قسم کے نعرے وغیرہ نہ لگا رہا تھا کہ وہ سمجھتا تھا سارے مسلمان اس کے مقابلہ میں نہیں آئے ہیں لڑنے والے محافظ ہیں کہیں شور کرنے سے سب مسلمان بیدار اور ہوشیار ہو کر مقابلہ میں نہ آ جائیں۔ مسلمان بھی خاموش تھے اور خاموشی سے تلواریں چلا رہے تھے۔

رات اندھیری تھی ۔ آسمان سے زمین تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا سیاہ آسمان میں ستارے جگمگا رہے تھے۔ قدرت نے آسمان کو ان روشن قندیلوں سے اس قدر آراستہ کیا تھا کہ کہیں جگہ باقی نہ رہی تھی۔ کیمپ میں بعض جگہ اب بھی الاؤ روشن تھے اور اس روشنی کے مدھم عکس میں لڑنے والے ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اور پہچان پہچان کر حملے کر رہے تھے۔

جنگ تلواریں کاٹ کر رہی تھیں اور سرفروش قتل ہو ہو کر گر رہے تھے۔ ایک فریق دوسرے کو پسپا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ اس وقت اچانک دشمنوں کے پیچھے اور دونوں پہلوؤں سے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی آوازیں آئیں اور ساتھ ہی ان تینوں طرف سے بھی ان پر حملہ ہو گیا۔

مسلمانوں نے تلواریں سونت کر اس طرح دشمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جس طرح کاشت کار کھیتی کاٹا کرتے ہیں۔ ان کی خون آشام تلواروں نے بے تکلفی سے کاٹ شروع کر دی۔

اس حملہ سے کافر گھبرا گئے ۔ اب انہوں نے سمجھا کہ جس جال میں وہ مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے آئے تھے اس میں خود ہی پھنس کر رہ گئے ہیں۔ مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے نرغہ میں لے لیا ہے۔ اب ان کے لئے واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ وہ موت کی لڑائی لڑنے لگے اور اس فکر میں لگ گئے کہ آگے والے مسلمانوں کو کاٹ کر

کیمپ میں داخل ہو جائیں چنانچہ انہوں نے بڑے زور سے حملہ کیا۔ مسلمانوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔

لیکن مسلمان بھی پتھر کی چٹان کی طرح جم گئے انہوں نے ان کے حملے روک کر خود بھی جوش اور تیزی سے حملے شروع کئے اور ہر حملہ میں دشمنوں کی کافی تعداد ذبح کر کے ڈال دی۔

ادھر مسلمانوں نے دشمنوں کے پیچھے اور دونوں پہلوؤں سے حملے کر کے بیدریغ انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے صفوں کی صفیں بچھا دیں اور لاشوں پر لاشیں ڈال دیں۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ زمین پر پھسلن ہو گئی بے شمار کافر مارے گئے۔

مسلمانوں کے نعرے لگانے کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ سوائے تلواروں کی کھٹاکھٹ اور کھچا کھچ کے یا زخمی اور قتل ہونے والوں کی آہ و بکا کے اور کوئی آواز نہ آ رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں زیادہ تعداد میں کافر مارے گئے جو باقی بچے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا جب سب گرفتار کر لئے گئے تو امیر عبدالرحمن نے کہا "موقعہ ہے اسی وقت قلعہ پر بھی دھاوا کر دو۔"

مسلمان بڑی خوشی سے تیار ہو گئے چنانچہ دو ہزار جانباز عبدالرحمن اور الیاس کی سرکردگی میں تیزی سے قلعہ کی طرف بڑھے۔ مشعل بردار ابھی تک مشعلیں لئے دروازہ پر کھڑے تھے شاید وہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی قوم نے مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا ہے اور فتح و ظفر کے بعد واپس آ رہی ہے۔

لیکن جب مسلمان دروازہ کے قریب پہنچے اور مشعل برداروں نے انہیں دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو کر مشعلیں پھینک پھینک کر "مسلمان آ گئے" "مسلمان آ گئے" کے نعرے لگاتے قلعہ کے اندر بھاگ گئے۔ ان کے پیچھے ہی مسلمان بھی پہنچے اور انہوں نے قلعہ کے اندر جا کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ قلعہ والے اس ہیبت ناک نعرہ کی آواز سن کر کانپ گئے۔ الیاس نے زینہ پر چڑھ کر برج میں جا کر کافروں کا جھنڈا اتار کر اسلامی علم نصب کر دیا۔ اس طرح ایک خون ریز جنگ کے بعد مگر پھر بھی بہت آسانی سے مسلمانوں کا وادر پر قبضہ ہو گیا۔

اکتالیسواں باب

بدھ ندور کا حشر

جب مسلمانوں کا وادر پر قبضہ پورے طور پر ہو گیا تو صبح صادق ہو گئی۔ کئی مسلمانوں نے مل کر اذان دی۔ یہ پہلی صدائے توحید تھی جو وادر کے قلعہ میں بلند ہوئی مسلمانوں نے وضو کئے اور کھلے میدان میں نماز کی تیاری کرنے لگے۔ انہیں مطلق بھی یہ خوف نہ ہوا کہ وہ کافروں کے قلعہ میں ہیں۔ چند ہی گھنٹے ہوئے کہ انہوں نے قلعہ فتح کیا ہے۔ کہیں کفار نماز کی حالت میں ان پر حملہ نہ کر دیں۔ انہوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ کافروں کو اپنے گھروں سے نکلنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر شہر اور قلعہ پر تسلط کرنے کے لئے چلے۔

اس وقت آفتاب نکل آیا تھا اور دھوپ درختوں کی چوٹیوں اور اونچی دیواروں پر پھیل گئی تھی۔ وادر کے لوگ خوف و دہشت سے سہمے ہوئے گھروں میں چھپے بیٹھے تھے۔

امیر عبدالرحمن نے پانچ سو سوار الیاس کو دیکر حکم دیا کہ راجہ کے محل کا محاصرہ کر کے اگر کوئی ان کی مزاحمت کرے تو اسے قتل کر ڈالیں اور راجہ کو گرفتار کر کے اس کا تمام خزانہ اور سارا ساز و سامان ضبط کر لیں۔ ایک جتھہ ایک اور افسر کو دے کر حکم دیا کہ وہ شہر کے رئیسوں کے گھروں پر تسلط کریں اور خود ایک دستہ لے کر دھار کی طرف چلے۔

الیاس جب راجہ کے محل کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ راجہ محل کی فصیل پر اپنے رسالہ کے سپاہیوں کو لئے کھڑا ہے۔ راجہ کا محل ایک چھوٹی سے گڑھی تھی اس گڑھی کی دیواریں بھی پتھر کی نہایت مضبوط تھیں۔ الیاس علم ہاتھ سے لے کر اپنے دستہ کو وہیں ٹھہرا کر بڑھے اور بلند آواز سے کہا "میں راجہ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

راجہ آگے آیا۔ اس نے کہا "تم کیا کہتے ہو؟"

الیاس:۔ ہم صلح کا پیغام لے کر آئے لیکن تم نے نہ مانا جس لشکر پر تمہیں ناز تھا وہ پارہ پارہ ہو گیا جس قلعہ پر تمہیں زعم تھا وہ فتح ہو چکا۔ اب تم کس بھروسے پر ہمارا مقابلہ کرنے کو تیار ہو۔

راجہ:۔ ہم ہند والوں کو تم نہیں جانتے ہم آخری دم تک لڑا کرتے ہیں۔

الیاس:۔ غلطی نہ کرو۔ اگر تم ہتھیار ڈال دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا۔

راجہ:۔ بہادر ہتھیار نہیں ڈالا کرتے۔ تم اس بات پر گھمنڈ نہ کرو کہ تم نے دھوکے سے قلعہ فتح کر لیا ہے۔ اس محل کو فتح نہ کر سکو گے۔ تمہارے لئے اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو تم سے تعارض نہ کروں گا۔

الیاس:۔ جب قلعہ تمہیں پناہ نہ دے سکا تو یہ گڑھی کیا پناہ دے گی۔

یہ کہہ کر وہ لوٹ آئے اور انہوں نے دستہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جوں ہی مسلمان بڑھے راجہ نے اپنے سپاہیوں کو تیر باری کا حکم دیا۔ اوپر سے مسلمانوں پر تیر برسنے لگے۔ مسلمانوں نے ڈھالوں پر روکے پھر بھی کچھ تیر مسلمانوں کے لگے اور وہ زخمی ہو گئے۔

الیاس نے مسلمانوں کو پیدل ہو جانے کا حکم دیا۔ وہ جلدی جلدی گھوڑوں سے کودنے لگے اور ڈھالوں کی آڑ لے کر اس تیزی سے جھپٹے کہ راجہ اور اس کے سپاہی انہیں روک نہ سکے۔ وہ گڑھی کے دروازہ پر پہنچ گئے اور دروازہ توڑنے لگے۔

سپاہیوں نے اوپر سے پتھر برسانے شروع کئے۔ مسلمانوں نے وہ بھی ڈھالوں پر روکے۔ آخر تھوڑی دیر میں دروازہ توڑ ڈالا گیا اور تلواریں سونت کر اندر گھسے۔ اس محل کے دو حصے تھے۔ ایک مردانہ اور دوسرا زنانہ۔ مردانہ حصہ میں سپاہی اوپر سے اتر کر آگئے اور مقابلہ کرنے لگے۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ان پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی لاشیں گرا کر صحن بھر دیا جس سپاہی پر جو مسلمان حملہ کرتا تھا اس کا سر اڑا دیتا تھا۔ سپاہی بھی راجہ کے ترغیب دینے سے بڑے جوش میں آ کر حملہ کرتے تھے لیکن ان کی تلواریں گویا کند ہو گئی تھیں۔ کاٹ نہ کرتی تھیں اور مسلمانوں کی تلواریں برابر کاٹ کر رہی تھیں۔ الیاس بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے وہ جس سپاہی پر حملہ کرتے تھے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔ اگر کوئی اجل رسیدہ ان پر حملہ کرتا تھا تو وہ اسے بھی ہلاک کر ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مارتے کاٹتے راجہ کے قریب پہنچ گئے۔

راجہ تڑپ کر ان کے مقابلہ میں آگیا اور نہایت شدت سے ان پر حملہ کرنے لگا۔ وہ صبر و استقلال سے اس کے حملے روکتے رہے جب دیر ہو گئی تو انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر تلوار ماری۔ راجہ نے اپنی تلوار پر ان کی تلوار روک لی۔ راجہ کی تلوار کٹ کر دور جا پڑی اگر الیاس چاہتے تو دوسرا حملہ کر کے اس کا بھنڈارا کھول دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کہا "تمہیں تمہاری فوج' قلعہ' گڑھی' رسالہ خاص اور تمہارا معبود کوئی بھی پناہ نہ دے سکا" انہوں نے ایک مسلمان کو اشارہ کیا۔ اس نے راجہ کو گرفتار کر لیا۔

راجہ کے گرفتار ہوتے ہی اس کے سپاہیوں کے جی چھوٹ گئے وہ بھاگے انہوں نے

غلطی کی بھاگنے کا راستہ بند تھا۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے ان سب کو قتل کر ڈالا۔

اب الیاس کچھ سپاہی لے کر رواس یعنی زنانہ محل میں گھس گئے انہیں دیکھتے ہی باندیوں نے چلانا شروع کر دیا۔ رانی اور راجہ کی بیٹی چیخ پڑیں۔ الیاس نے انہیں تسلی دے کر کہا "گھبراؤ نہیں تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔"

الیاس نے محل کی تمام عورتوں کو حراست میں لے لیا اور محل کا سب ساز و سامان سونے چاندی کے زیورات اور برتن سونے اور جواہرات کے چھوٹے چھوٹے بت جن کی پوجا رانی راجکماری کرتی تھیں اور زر نقد جو کچھ تھا سب اپنے قبضہ میں کر لیا۔ انہوں نے پھر خزانہ پر دھاوا بولا اور خزانہ کا تالا توڑ کر وہاں سے سونے اور چاندی کے سکے' اینٹیں' جواہرات' لعل و یاقوت' اور کئی تخت چاندی کے اور کئی تاج سونے کے غرض سب کچھ لے لیا۔ اب وہ دھار کی طرف چلے۔ انہوں نے راستہ میں دیکھا کہ مسلمان رئیسوں اور مالداروں کے گھروں میں گھس گھس کر زر نقد' زیور' اور قیمتی ساز و سامان پر قبضہ کر رہے ہیں۔

جب الیاس دھار پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دھار کا دروازہ بند ہے اور ہزاروں آدمی اوپر سے پتھر اور تیر برسا رہے ہیں۔ امیر عبدالرحمٰن کو جوش آگیا۔ وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بڑھے۔ تمام مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اس پر ہول نعرہ کی آواز سے کفار گھبرا گئے۔ کئی آدمی اوپر سے اچھل کر نیچے آ گرے۔ وہ شاید یہ سمجھے کہ مسلمانوں نے دروازہ توڑ ڈالا اور اندر دھار کے صحن میں اترنے کا مسلمانوں کو موقع مل گیا انہوں نے جھپٹ کر دروازہ توڑ ڈالا اور تلواریں سونت کر صحن میں گھس گئے۔ وہاں جاتے ہی انہوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ دم کے دم میں ہزاروں آدمیوں کو مار ڈالا جو باقی رہے انہوں نے امان مانگی۔ ان سے ہتھیار لے لئے گئے اور انہیں گرفتار کر لیا۔

الیاس بھی راجہ اور اس کی عورتوں کو لے کر دھار میں داخل ہوئے انہوں نے انہیں امیر عبدالرحمٰن کے سامنے پیش کر کے کہا "یہ راجہ اور ان کی عورتیں ہیں۔"

عبدالرحمٰن:۔ انہیں بت کے پاس لے چلو۔ اور جو لوگ گرفتار ہیں انہیں بھی لاؤ۔

اس کمرہ میں جس میں بت تھا سینکڑوں عورتیں اور لڑکیاں موجود تھیں۔ سب نہایت خوفزدہ اور سہمی ہوئی تھیں۔ بعض زار زار رو رہی تھیں۔ راجہ رانی اور راجکماری کو حراست میں آتا دیکھ کر قریب قریب سب ہی رونے لگیں۔ عبدالرحمٰن نے کڑک کر کہا "

خاموش ہو جاؤ"

سب دم بخود ہو گئیں۔ امیر نے ایک طرف عورتوں کو کھڑا کر دیا اور دوسری طرف مردوں کو۔ ان کے پیچھے مسلمان کھڑے ہو گئے۔ عبدالرحمن الیاس کو ساتھ لے کر بت کے پاس گئے۔ انہوں نے وہار والوں سے مخاطب ہو کر کہا "اے اہل شرک! تم آج تک اس بت کی پوجا کرتے رہے ہو اگر یہ تمہارا خدا کوئی قوت و طاقت رکھتا ہے تو اس سے کہو کہ یہ ہم مسلمانوں کو مٹا دے۔"

سب چپ رہے۔ کسی کو کچھ کہنے کی جرات نہیں ہوئی۔ عبدالرحمن نے کہا "تم چپ ہو۔ اپنے خدا سے کچھ نہیں کہتے۔ اچھا میں تمہارے خدا کو دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے تلوار کے دو ہاتھ مارے۔ جس سے بت کے دونوں ہاتھ کٹ گئے یہ بت خالص سونے کا تھا۔ عبدالرحمن نے کہا "تو میں نے تمہارے خدا کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اس پر بھی وہ مجھے سزا نہیں دے سکا۔"

اس کے بعد انہوں نے اس کی آنکھوں میں سے دونوں یاقوت نکال لئے اور راجہ سے مخاطب ہو کر کہا "تم پر افسوس ہے۔ تم آج تک اس بت کی پوجا کرتے رہے جو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بے کار محض ہے۔ برا بھلا کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔"

اب بھی سب لوگ چپ تھے۔ اس وہار میں سونے چاندی کا بہت کچھ سامان اور زیورات تھے۔ نقدی بھی بہت تھی۔ مسلمانوں نے وہ سب نکال لیا۔ تمام مال غنیمت ایک جگہ جمع کیا گیا۔ بے شمار دولت ہاتھ آئی۔ پانچواں حصہ دربار خلافت کے لئے نکال کر باقی تمام لشکر پر تقسیم کر دیا گیا۔ ایک ایک سوار کے حصہ میں چار چار ہزار درہم آئے۔ افسروں کو اس سے دگنا ملا۔

بیالیسواں باب

رافع کی داستان

الیاس ظہر کی نماز پڑھ کر کیمپ میں واپس آئے۔ ان کی امی اور رافع بھی نماز پڑھ چکے تھے۔ الیاس نے اپنے چچا سے کہا "معاف کرنا" میں لڑائی کا شور سن کر ضبط نہ کر سکا۔ چلا گیا۔ سوئے ادبی ہو گئی۔"

رافع :۔ میرے بھولے مگر بہادر بھتیجے' یہ سوئے ادبی نہیں جوش اسلام اور شوق شہادت تمہیں کھینچ کر لے گیا۔ اگر تم نہ جاتے یا ہچکچاتے تو میں تمہیں بزدل سمجھتا۔ تم کھینچے چلے گئے مجھے بڑی خوشی ہوئی جس مسلمان کے دل میں جوش جہاد اور شوق شہادت نہیں اس کا ایمان مکمل نہیں۔ جہاد میں دنیوی فائدہ بھی اور دینی بھی۔ دنیوی فائدہ تو شہرت اور مال غنیمت ہے اور دینی فائدہ یہ ہے کہ اسلام کا جھنڈا بلند ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ آخرت سدھر جاتی ہے۔ مجاہد کے بڑے سے بڑے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ مر گئے تو شہید ہوئے۔ زندہ رہے تو غازی کہلائے۔ دونوں صورتوں میں جنت کے مستحق ہو گئے۔

امی :۔ میرا بیٹا زبردست مجاہد ہے۔

رافع :۔ ہر مسلمان بڑا مجاہد ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو مرنے سے ڈرتا ہو اور جہاد سے جی چراتا ہو۔ عرب عورتیں تو گہوارہ ہی میں اپنے بچے کو جہاد کا ثواب اور اس کی خوبیاں ذہن نشین کرا دیتی ہیں۔ جب وہ ہوش سنبھالتے ہیں تو انہیں ان کے بزرگوں کے کارنامے سناتی ہیں۔ جہاد اور غزوہ کے واقعات بیان کرتی ہیں۔ انہیں بہادر بننے کی ترغیب دیتی ہیں۔ ڈر اور خوف ان کے دلوں سے نکال دیتی ہیں۔ اور جب وہ ذرا بڑے ہو جاتے ہیں تو فنون حرب سکھاتی ہیں۔ گھوڑے کی سواری کی مشق کراتی ہیں۔ اور جب وہ لڑکپن چھوڑ کر جوانی میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں جہاد پر بھیجتی ہیں۔

امی :۔ ہر ماں یہی کرتی ہے بیٹا۔

رافع :۔ میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ جس کے ایک بیٹا ہوتا ہے وہ بھی اپنے بیٹے کو بچاتی نہیں بلکہ اسلام کی آغوش میں جہاد کے میدان میں دھکیل دیتی ہے۔ اور اس کی سلامتی کی دعا نہیں مانگتی بلکہ یہ دعا کرتی ہے کہ اللہ العالمین جو اس کے لئے بہتر ہو وہ کر۔ اسے سرخرو کر اور اس کی وجہ سے مجھے سرخرو کر۔

الیاس ایک طرف بیٹھ گئے۔ امی نے پوچھا "تم نے کھانا کھا لیا بیٹا؟"

الیاس :۔ ابھی نہیں کھایا۔
امی ہم دونوں نے بھی نہیں کھایا۔ چلو پہلے کھانا کھا لیں۔
الیاس :۔ چلئے۔

تینوں اٹھ کر خیمے کے دوسری طرف گئے۔ وہاں دو کنیزوں کا پہرہ ہو رہا تھا انہی کھانا اتار کر لائیں اور تینوں نے بیٹھ کر کھایا۔ کھانے کے دوران میں الیاس نے کہا "چچا جان! میں آپ کے حالات سننے کا بڑا مشتاق ہوں۔"

رافع :۔ امی جان کو تو میں سنا چکا ہوں۔ کھانا کھا کر تمہیں بھی سنا دوں گا۔

جب تینوں کھانے سے فارغ ہو چکے تو رافع نے کہا "عزیز از جان تمہیں امی نے شروع کے حالات سنا ہی دیئے ہیں۔ اب میں وہاں سے بیان کرتا ہوں جہاں سے میں رابعہ اور بلا کو تلاش کرنے چلا۔ جب میں نے سفر کی تیاری شروع کی تو کسی سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ خفیہ خفیہ تیاری کرنے لگا میرے ایک دوست عباد اللہ تھے۔ اتفاق سے انہیں معلوم ہو گیا۔ وہ بھی میرے ساتھ چلنے پر بضد ہوئے میں انکار نہ کر سکا۔ انہیں ساتھ لے چلنے پر تیار ہو گیا۔ انہوں نے بھی تیاری کر لی اور ہم دونوں اس ملک کی طرف روانہ ہوئے جس کے متعلق کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

اتفاق سے بلا کے ملک کی زبان بہت کچھ سیکھ گیا تھا۔ بول بھی لیتا تھا اور لکھ پڑھ بھی لیتا تھا۔ بلا سے میں نے باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہم عراق سے ایران آ گئے اور وہاں سے قدیج کے علاقہ میں پہنچے خاص شہر قدیج میں جا کر معلوم ہوا کہ بلا وہاں ٹھہری تھی اور رابعہ اس کے ساتھ تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس کا ارادہ کابل جانے کا تھا۔

قدیج میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز میں تھا وحشت کے زیر اثر جنگل میں چلا گیا۔ دوپہر تک گھومتا رہا جب طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو واپس لوٹا تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ شیر کی گرج سنی۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید شیر نے مجھے دیکھ لیا ہے اور غرا رہا ہے میں ہوشیار ہو گیا اور میں نے کمان میں تیر جوڑ لیا اسی وقت ایک چیخ کی آواز آئی میں سمجھ گیا کہ شیر نے کسی آدمی پر حملہ کر دیا۔ میں جھپٹا چند ہی قدم چلا تھا کہ ایک میدان میں جو جنگل کے بیچ میں تھا شیر کو ایک آدمی پر جھپٹتے دیکھا۔ میں نے فوراً تیر مارا میری طرف شیر کی پشت تھی تیر اس کے چوتڑ پر پڑا۔ وہ غضبناک ہو کر پلٹا۔ میں نے جلدی سے دوسرا تیر کمان میں رکھ کر کھینچا اور اس کی آنکھ کو نشانہ بنا کر چھوڑا تیر نشانہ پر لگا شیر کی آنکھ میں گھس گیا وہ تلملا کر بھاگا۔ میں نے تیسرا تیر مارا۔ وہ اس کے جگر میں پیوست ہو گیا۔ شیر اوندھے منہ زمین پر جا

پڑا۔

اب میں اس شخص کو دیکھنے دوڑا جسے شیر نے گرا دیا تھا۔ اس عرصہ میں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا۔ کوئی کیسی ضرب تو نہیں آئی؟

وہ شخص کسی قدر سن رسیدہ تھا فاخرہ لباس پہنے تھا۔ معزز طبقہ سے معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا یزداں نے تمہیں میری مدد کے لئے بھیج دیا۔ میں بال بال بچ گیا۔ تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔

وہ آتش پرست تھا اٹھ کر میرے ساتھ ہو لیا۔ میں نے دریافت کیا تم یہاں کیسے آئے تھے۔"

وہ بولا "شامت کا مارا سیر کرنے چلا آیا تھا۔ گھوڑا باندھ کر میدان میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ یہ کمبخت شیر کہیں سے آ نکلا۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے اصرار کرنے لگا لیکن جب میں نہ مانا تو اس کی باگ پکڑ کر وہ بھی میرے ساتھ ہو لیا۔

جب ہم شہر میں آئے اور میں اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نے کہا تم مسافر ہو اور عرب ہو۔ جب تک یہاں رہو میرے مکان پر ٹھہرو۔"

میں نے کہا۔ میرا ایک ساتھی اور بھی ہے۔ اس نے کہا اسے بھی لے آنا پہلے تم مکان دیکھ لو۔

میں اس کے ساتھ مکان پر پہنچا۔ اس کا مکان نہایت عالی شان تھا۔ میرا خیال صحیح نکلا۔ وہ امیر کبیر تھا اس کی بیوی اور نوجوان بیٹی نے میرا استقبال کیا۔ جب انہیں بوڑھے نے اپنی داستان سنائی اور انہیں معلوم ہوا کہ میں نے شیر کو مار کر اسے بچایا ہے تو وہ دونوں مجھے شکر گزار آنکھوں سے دیکھنے لگیں اور انہوں نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے میری بڑی تواضع کی۔ جان بچانے کے صلہ میں بوڑھا مجھے پانچ ہزار درم دینے لگا میں نے انکار کر دیا۔ وہ اور اس کی بیوی اور بیٹی میرے اور بھی مشکور ہوئے۔

بوڑھے نے مجھ سے وہاں آنے کی وجہ پوچھی۔ میں نے اس سے اپنی تمام رام کہانی سنائی۔ بوڑھا بولا "اوہ میں سمجھ گیا۔ وہ عورت تو میرے باغ میں آ کر ٹھہری تھی۔ بڑی حسین تھی۔ ضرور تم اس کے دام فریب میں آ گئے۔ وہ لڑکی بھی اس کے ساتھ تھی۔ میں نے اسے اس کی بیٹی سمجھا تھا۔ وہ بھی بڑی خوبصورت تھی۔ بدھ مت کو ماننے والی تھی۔ وہ شاید کابل گئی ہے۔

میں نے کہا "میں بھی کابل جاؤں گا۔"

اس نے کہا "اگر تم اسی لباس اور اسی وضع میں جاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ پہلے ان کی زبان حاصل کرو اور ان کی مذہبی کتابیں پڑھو اور پھر ان کا قومی لباس پہن کر ان کے ملک میں جاؤ۔ وہ تمہیں فریب دے کر آئی ہے۔ تم اسے جل دینا۔"

میری سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ میں نے کہا "آپ کا مشورہ مناسب ہے لیکن یہاں مجھے کون بدھ مت کی کتابیں پڑھائے گا۔"

اس نے کہا "اس کا میں انتظام کر دوں گا۔"

اس نے اپنا آدمی میرے ساتھ میری قیام گاہ پر بھیجا اور میں اور عباد اللہ دونوں اس کے یہاں اٹھ گئے۔ عباد اللہ مجھ سے کچھ چھوٹے تھے ہم دونوں وہاں رہنے لگے۔ ایک آدمی مجھے ترپٹک پڑھانے آنے لگا ایک مہینہ تک ہم وہاں رہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس بوڑھے کی جوان بیٹی عباد اللہ کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے۔ عباد اللہ اس سے بچتے تھے۔ ایک روز اس لڑکی نے عباد اللہ سے تنہائی میں کہہ ہی دیا کہ وہ ان سے محبت کرتی ہے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ مذہب کی خلیج درمیان میں حائل ہے۔ عباد اللہ نے یہ باتیں مجھ سے بیان کر کے مجھے وہاں سے چلنے کی ترغیب دی۔ میں نے بڑی مشکل سے بوڑھے سے اجازت حاصل کی۔

جب میں چلنے لگا تو بوڑھے نے کہا "میں تمہارا اس درجہ مشکور ہوں کہ اگر تم پسند کرو تو میں اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کر دوں۔ میرے بعد میری تمام دولت تمہاری ہو گی۔"

میں نے اس سے کہا "پہلے مجھے اپنی بیٹی تلاش کرنی چاہئے" اس نے مجھ سے یہ اقرار لیا کہ "جب میں واپس آؤں تو اس کے یہاں ٹھہروں" میں نے اقرار کر لیا۔ اس نے ہم دونوں کے لئے کئی جوڑے کپڑے کابلیوں جیسے بنا کر دئے اور بہت کچھ نقدی بھی دی۔ ہم وہاں سے آگے چل پڑے۔ اس وقت عصر کی اذان ہوئی اور یہ دونوں نماز کے لئے اٹھ گئے۔

تینتالیسواں باب

بقیہ حیرت ناک حال

عصر کی نماز کے بعد الیاس اور رافع دونوں پھر ایک جگہ جمع ہوئے امی بھی آ بیٹھیں۔ رافع نے بقیہ حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

"آتش پرست بوڑھے نے کابلیوں کی زبان اور ان کی مذہبی کتابیں پڑھنے کا جو مشورہ دیا تھا۔ وہ نہایت ہی اچھا رہا۔ اس سے بڑا فائدہ پہنچا۔ اگر ہم ان کی زبان اور ان کی کتابوں سے واقف نہ ہوتے تو وحشی کابلی ہمیں ضرور قتل کر ڈالتے۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے کابل والوں کا سا لباس پہن لیا۔ دراصل جاسوسی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس قوم اور ملک میں جائیں اس کی معاشرت تمدن' زبان اور مذہب سے پوری پوری واقفیت ہو تاکہ ضرورت کے وقت ان کے سے بن سکیں۔

زرنج سے جب ہم آگے بڑھے تو بدھ مذہب والوں کا علاقہ شروع ہو گیا ہم دونوں کے پاس عمدہ عربی گھوڑے تھے۔ اگر ہم چاہتے تو ایک ایک دن میں کافی سفر کر سکتے تھے مگر ہمیں ہر بستی ہر گاؤں ہر قصبہ اور ہر شہر میں ایک ایک دو دو روز ٹھہر کر بیلا اور رابعہ کا پتہ لگانا پڑتا تھا اس لئے ہم تیزی سے سفر نہیں کر سکتے تھے۔

ہم نے ازرنج میں قیام کیا۔ کئی روز ٹھہرنے اور جستجو کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ بیلا یہاں آئی تھی۔ اس کے ساتھ رابعہ بھی تھی۔ رابعہ کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ اس نے کئی دن وہاں رہ کر اس کا علاج کیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ازرنج کے راجہ نے بیلا سے رابعہ کو لینا چاہا لیکن وہ تیار نہ ہوئی۔ اور وہاں سے جلد ہی روانہ ہو گئی اس کے وہاں سے جلد چلے جانے کی یہ وجہ بھی ہوئی کہ راجہ ازرنج بیلا پر مائل ہو گیا تھا۔ وہ اسے اپنے محل میں ڈالنا چاہتا تھا۔ بیلا خوب جانتی تھی کہ راجہ کلی کلی کا رس چوسنے والے بھنورے کی طرح نفس کے بندے اور ہوس کے غلام ہوتے ہیں۔ آج جس پر مائل ہوئے اسے محل میں ڈالا رانی بنایا اور جب کل دوسری پر فدا ہوئے تو پہلی کو لونڈی بنایا اور دوسری کو رانی بنایا۔ اس سے ان کی ہوس بڑھتی اور نفس زور کرتا رہتا ہے۔ وہ وہاں سے رات کو کھسک گئی۔

ہم دونوں ازرنج سے داور کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کا زمانہ شروع ہو گیا۔ ہمیں سردی زیادہ تکلیف دینے لگی۔ جو نقدی زرنج کے بوڑھے نے دی تھی وہ کام آئی۔ ہم

دونوں نے دو پوستین خریدے انہیں پہن کر سردی سے امان پائی۔

داور کے قریب والے علاقہ کو ہم نے اچھی طرح دیکھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ بیلا ہر گاؤں میں ٹھہری گئی تھی۔ اس کا پتہ اس لئے جلد چل جاتا تھا کہ وہ کم بخت اور پہاڑی لڑکیوں اور عورتوں سے بہت زیادہ حسین و ماہرو تھی۔ جہاں وہ جاتی لوگ اس پر مائل ہو جاتے۔

جب ہم داور میں آئے تو پتہ لگا کر بیلا یہاں بھی دو ہفتے ٹھہری تھی۔ وہاں سے بست چلی گئی تھی۔ ہم بست میں پہنچے۔ وہاں کچھ سراغ نہ چلا۔ ہمیں خیال ہوا شاید وہ یہاں تک نہیں آئی اور کسی غیر معروف بستی میں جا کر رہنے لگی ہے۔ ہم وہاں سے لوٹنے کا قصد کر رہے تھے کہ ایک روز ہمیں شہر کے باہر دو آدمی جھگڑتے ملے۔ وہ ہاتھا پائی پر تیار ہو گئے۔ ہم دونوں نے ان میں بیچ بچاؤ کرایا۔ ان سے جھگڑے کی وجہ پوچھی۔ ان میں سے ایک نے کہا ایک عورت بیلا تھی۔ میں اس پر اس وقت سے فریفتہ تھا جب وہ جوان ہوئی تھی۔ وہ کہیں غائب ہو گئی تھی۔ اتفاق سے یہاں ملاقات ہو گئی۔ اس کے ایک لڑکی ہوئی تھی وہ اس کے ساتھ تھی معلوم نہیں اس کا شوہر مر گیا تھا یا اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہ میرے پاس رہنے کو رضامند ہو گئی تھی لیکن یہ بدمعاش اسے اغوا کر کے لے گیا۔

دوسرے نے کہا "اس عورت نے مجھے دھوکہ دیا یہاں سے زابل لے گئی اور وہاں جا کر غائب ہو گئی۔"

میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ وہ عورت نہ معلوم کتنے آدمیوں کو دھوکہ دے چکی ہے۔ میں بھی اسی کا ستایا ہوا ہوں اور اس کی تلاش میں ہوں۔"

غرض مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ زابل چلی گئی ہے۔ ہم دونوں بھی ہی روانہ ہو گئے اور زابل جا پہنچے۔ وہاں ہم نے اسے ہر چند تلاش کرتے رہے۔ زابل میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مسافروں کے لئے سواری کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔ ہم نے ان سے یارانہ گانٹھا اور باتوں باتوں میں ان سے پتہ لگایا۔ ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے ہمیں بتایا کہ وہ اس عورت اور اس کے ساتھ جو لڑکی تھی ان دونوں کو کابل میں پہنچا آیا ہے۔ لیکن اس عورت نے منع کر دیا تھا کہ کسی کو اس کے یہاں آنے اور یہاں سے چلے جانے کا حال نہ بتائے۔

ہم دونوں کابل روانہ ہو گئے۔ جب کابل کے قلعہ کے سامنے پہنچے تو رات ہو چکی تھی قلعہ کا پھاٹک بند ہو گیا تھا۔ ہمیں باہر ٹھہرنا پڑا۔ فصیل کے نیچے ایک درخت کے سایہ میں جھٹوں کے ڈھیر کے پاس ہم پڑ گئے گھوڑے درخت کی جڑ سے باندھ دیئے۔

شاید ایک تہائی رات گئی تھی کہ دو سوار آئے۔ انہوں نے ہم سے فاصلہ پر گھوڑے باندھے اور فصیل کے نیچے گئے۔ چاندنی رات تھی۔ چاند آسمان میں تیر رہا تھا۔ دودھیا چاندنی چمک رہی تھی۔ ہم دونوں دیکھ رہے تھے۔ کسی نے فصیل کے اوپر سے کمند ڈالی۔ یہ دونوں چڑھ گئے۔ ہم سمجھ گئے کہ کوئی اہم معاملہ ہے۔ ہم نے ان کے گھوڑے وہاں سے دور لے جا کر باندھ دیئے۔

تھوڑی دیر میں.. دونوں فصیل سے اترے۔ ایک گٹھری سی ان کے پاس تھی۔ ان میں سے ایک گھوڑوں کو لینے گیا۔ جب وہاں نہ ملے جہاں وہ چھوڑ گئے تھے تو اس نے جا کر کہا "گھوڑے بھاگ گئے"

دوسرے نے کہا "بھاگ نہیں سکتے۔ تم تلاش کرو۔"

پہلا پھر گھوڑوں کو تلاش کرنے چل دیا۔ ہم نے ایک آواز سنی "ظالمو! کیوں مجھے تکلیف دے رہے ہو۔"

میں نے عباداللہ سے کہا "یہ کوئی عورت ہے۔"

عباداللہ نے ہاں چلو اس کی مدد کریں۔

ہم دونوں دبے قدموں چل کر اس آدمی کے پاس پہنچے ہمیں دیکھتے ہی وہ بھاگ نکلا۔ ہم نے گٹھری کھولی اس میں ایک سیم تن اٹھارہ سالہ لڑکی تھی۔ اس نے سہمی نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ میں نے اسے تسلی دی اور بتایا کہ ہم مسافر ہیں تمہیں یہاں لانے والے بھاگ گئے۔"

اس لڑکی نے بتایا کہ وہ وزیراعظم کابل کی بیٹی ہے۔ یہ دونوں ڈاکو تھے اسے چرا لائے۔ وہ ہماری بہت ممنون ہوئی۔

صبح کو ہم اسے لے کر قلعہ میں داخل ہوئے۔ وہ ہم سے راستہ ہی میں سے علیحدہ ہو کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ کابل میں مسافروں سے بڑی باز پرس ہوتی تھی۔ ہم سے بھی ہوئی لیکن کسی نے ہمیں وہاں سے نکالا نہیں۔

ایک روز ہم بازار میں جا رہے تھے کہ شور ہوا راجہ کی سواری آ رہی ہے ہم دونوں ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اول سوار گزرے پھر ایک سواری پر راجہ آیا اس کے ساتھ رابعہ تھی۔ میں اسے دیکھ کر بے چین ہو گیا اور پکارا "رابعہ رابعہ" خیریت ہوئی کہ میری آواز زیادہ بلند نہیں ہوئی۔ عباداللہ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ راجہ کی سواری چلی گئی۔ بھیڑ چھٹ گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ رابعہ کو راجہ نے لے لیا ہے اگر راجہ کو معلوم ہو

جا کر تم اس کے باپ ہو تو یقیناً وہ تمہیں جاسوس سمجھ کر مروا ڈالتا۔"

میری سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی۔ میں وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کئی مہینے گزر گئے لیکن پھر رابعہ کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکی یعنی رابعہ راجہ کی بیٹی ہے۔ میں سمجھا کہ میں نے دھوکا کھایا۔

لیکن یہ معمہ ایک روز حل ہو گیا۔ ہم دونوں کابل کے باہر اس غار کو دیکھنے گئے جو بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے وہاں وزیر زادی مل گئی۔ اس نے ہمیں پہچان لیا وہ اشارہ سے ہمیں ایک طرف لے گئی۔ اور ہمیں کچھ جواہرات دے کر کہا "اپنی زبان بند رکھنا۔"

میں نے کہا "ایک شرط سے۔ تم یہ بتاؤ کہ سنگھیرا کیا واقعی راجہ کی بیٹی ہے۔" اس نے بتایا راجہ لاولد ہے۔ ایک عورت بیلا اس لڑکی کو لائی تھی۔ راجہ نے اس سے خرید کر اسے بیٹی بنا لیا ہے۔ میں نے اس سے اپنا قصہ سنایا۔ اس نے کہا اب تم اپنی بیٹی کو صبر کرو۔ راجہ اسے نہیں دے گا اور اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔"

جب میں نے اصرار کر کے اس سے کہا کہ میں اس لڑکی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تب اس نے کہا کہ دادر کے وہار میں جو پیشوا ہے اس کے پاس چلے جاؤ۔ راجہ اس کا کہنا مانتے ہیں۔ اسے رضامند کر لو۔ وہ راجہ سے تمہاری بیٹی دلا سکتا ہے۔

ہم اگلے ہی دن وہاں سے چلے آئے۔ دادر میں پہنچے اور پیشوا سے ملے ہم پر اس کا ایسا رعب پڑا کہ اس سے کچھ کہہ نہ سکے۔ ہم اس کے شاگردوں میں داخل ہو گئے اور ترنگ پڑھنے لگے۔ عباد اللہ کا دل اچانک اچاٹ ہو گیا۔ وہ وہاں سے چلے آئے میں وہیں رہا۔ میری قدر و منزلت بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ میں پیشوا کے شاگردوں میں سب سے سبقت لے گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد پیشوا مر گیا۔ لوگوں نے مجھے پیشوا مقرر کر دیا۔ اگرچہ میں پیشوا ہو گیا تھا لیکن میں نے کبھی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ یہ ہے میری داستان۔

الیاس :۔ بڑی عجیب داستان ہے۔

رافع :۔ میں نے اختصار کے ساتھ واقعات بیان کئے ہیں۔ اگر تفصیل سے بیان کرتا تو کئی روز میں ختم ہوتے۔

اب دن چھپ گیا تھا۔ یہ لوگ مغرب کی نماز کی تیاری کرنے لگے۔

چوالیسواں باب

رافع کی روانگی

مغرب کی نماز پڑھ کر رافع، الیاس اور امی تینوں نے کھانا کھایا۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو رافع نے کہا "مہاراجہ کابل میرا بڑا پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ بدھ مت والوں کا بڑا لامہ تو تبت میں ہوتا ہے مگر میری قدر و منزلت بھی اسی کے برابر کی جاتی ہے۔ میں کئی دفعہ کابل جا کر رابعہ کو دیکھ چکا ہوں لیکن اس سے تنہائی میں ملنے کا موقع ایک مرتبہ بھی نہیں ملا ہے۔ حالانکہ بہت کچھ کوشش کر چکا ہوں اور ملاقات بھی ہوئی تو اس وقت جب وہ جوان ہو کر یہ بھول چکی تھی کہ وہ کون تھی اور کیسے کابل میں آئی۔ مہاراجہ اور مہارانی کی شفقتوں نے اسے پچھلی باتیں سب بھلا دیں۔

امی :۔ وہ تو جب اغوا کی گئی بچی تھی۔ ناسمجھ اور کم شعور بچی۔ اس نے اسلام کی آغوش میں بچپن گزارا اور کفر کی آغوش میں ہوش سنبھالا۔ وہ اگر سب کچھ بھول گئی تو تعجب کی بات نہیں۔ لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ بیلا تمہیں نہ پہچان سکی۔

رافع :۔ بیلا نے مجھے کہاں دیکھا؟

امی :۔ وہار میں ایک دفعہ نہیں کئی مرتبہ۔ وہ تمہاری معتقد تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہاں کے پیشوا بڑے بزرگ ہیں۔ میں کئی دفعہ انہیں دیکھ چکی ہوں۔ لیکن ان کے سامنے جانے کی جرات نہیں ہوئی۔ شاید اس وجہ سے کہ میری روح گنہگار تھی۔ اگر ان کے سامنے جاتی تو وہ میرے دل کا حال معلوم کر لیتے۔

رافع کو بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا "کیا بیلا تم سے ملی تھی؟"

"ہاں" امی نے کہا اور بیلا کے تمام حالات ان سے بیان کئے۔ رافع نے کہا "بدبخت عورت! اس نے ہمیں تو برباد کیا ہی لیکن خود بھی برباد ہی رہی۔ اب وہ کہاں ہے؟"

امی :۔ اس نے کملا کو اس لئے کابل بھیجا تھا کہ وہ سنگھیرا کو کسی طرح کابل سے باہر لے آئے۔ اس کے پیچھے خود بھی چل گئی۔ کہتی تھی کہ اگر کملا سنگھیرا کو باہر تک لے آئی تو وہ اسے اپنے ساتھ ہمارے پاس لے آئے گی۔

رافع :۔ یہ کملا کون ہے۔

امی :۔ دادر کے قریب کسی بستی کی رہنے والی ہے۔ اس نے الیاس کو بھیا بنا لیا ہے۔ وہی انہیں دادر کے وہار میں لے کر پہنچی تھی۔ جب تم نے الیاس کو قید کر دیا تو اس نے

بھی ان کی رہائی میں کوشش کی تھی۔ لیکن الیاس کو سنگھ مترا نے رہا کرایا۔ کملا ان کے ساتھ ہی قلعہ سے باہر نکل گئی اور الیاس کو سلیمی وغیرہ کے پاس پہنچا دیا۔ یہ واقعہ الیاس سے سنو۔ یہ اچھی طرح بیان کریں گے۔

رافع :۔ سناؤ بیٹا الیاس۔

الیاس نے کملا کے تمام واقعات ذرا تفصیل سے بیان کئے۔ رافع نے کہا میں کملا کو کچھ کچھ۔ واہ۔ بہت۔ دہلی اور کابل کی کوئی عورت اور لڑکی ایسی نہیں ہے جسے میں نہیں جانتا۔ ان شہروں کے علاوہ ان کے علاقوں کی تمام لڑکیوں اور عورتوں سے خوب واقف ہوں۔ مجھے یاد آ گیا۔ دھار کے روز وہ لڑکی تمہارے پاس کھڑی تھی بڑی بڑی آنکھوں والی جس کی لمبی پلکیں تھیں۔

الیاس :۔ آپ نے پہچان لیا۔ وہی لڑکی کملا ہے۔

رافع :۔ وہ لڑکی بھولی بھی ہے اور نیک بھی۔ وہ ضرور کابل جا کر کوشش کرے گی مگر اس کی رسائی سنگھ مترا تک نہ ہو سکے گی۔

الیاس :۔ کیا راجہ اسے نظر بند رکھتا ہے؟

رافع :۔ نہیں۔ بلکہ راجہ اور رانی کو اس سے بہت زیادہ محبت ہے۔ وہ دونوں اسے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے ہیں۔ جس مدت تک دھار میں رہا کوشش کرتا رہا کہ اسے دربار میں بلالوں۔ راجہ سے کہا اس نے وعدے بھی کئے لیکن رانی نے نہ بھیجا تھا۔ مگر بڑی مشکل سے اور تمام پیشواؤں کے کہنے سے دھار میں دعا میں شریک ہونے کو بھیجا تھا۔ مگر اس کی حفاظت کا اس قدر انتظام اور اہتمام کیا تھا کہ نہ کوئی اس کے پاس جا سکتا تھا۔ نہ وہ کسی کے پاس آ سکتی تھی۔

الیاس :۔ کہیں راجہ اور رانی کچھ مشکوک تو نہیں۔

رافع :۔ مشکوک کس سے ہوتے۔ سنگھ مترا کو تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب باتیں بھول گئی ہے۔ اگر انہیں کچھ خوف یا خیال ہو سکتا ہے تو بیلا کا۔

الیاس :۔ ممکن ہے اس کی وجہ سے اس کی حفاظت اور نگرانی زیادہ تر کی جاتی ہو۔

رافع :۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں رابعہ سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے اس کی حفاظت و نگرانی میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

الیاس :۔ بیلا بھی کملا کے پیچھے گئی ہے۔

رافع :۔ یہ برا ہوا۔ وہ کم بخت رابعہ سے اس قدر محبت کرتی ہے کہ گر وہ اس کے ہاتھ

لگ گئی تو خوف ہے کہیں وہ اسے اور کہیں نہ لے جائے۔

الیاس :۔ میں نے آپ کو شاید یہ نہیں بتایا کہ بیلا مسلمان ہو گئی ہے۔

رافع :۔ کیسے ہوئی۔ کس نے کیا؟ اسے تو میں نے بہت سمجھایا تھا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

الیاس :۔ بس خدا ہی نے اس کے دل میں کچھ بات ڈال دی۔

رافع :۔ کہیں وہ کوئی اور فریب دینے کے لئے تو مسلمان نہیں ہوئی۔

الیاس :۔ اس کے دل کی بات کون جان سکتا ہے۔

امی :۔ میرا خیال ہے وہ کسی لالچ سے یا کوئی فریب دینے کے لئے مسلمان نہیں ہوئی۔ سچے دل سے مسلمان ہوئی ہے۔ اس نے کملا کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ کسی سے اس کے مسلمان ہونے کا ذکر نہ کرے۔

رافع :۔ خدا کرے وہ سچے دل سے مسلمان ہوئی ہو۔

الیاس :۔ اور خدا کرے وہ رابعہ کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جائے۔

رافع :۔ آمین۔ اچھا راجہ گرفتار ہو گیا؟

الیاس :۔ راجہ بھی۔ اور رانی اور راجکماری بھی۔ دھار کے بت کے جس کا نام بدھ زور ہے امیر نے ہاتھ کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال لیں۔

رافع :۔ اس میں تھا ہی کیا کہ سونے کا بت تھا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ بدھ مت والے کس قدر سادہ لوح ہیں کہ اس بت کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

رافع :۔ اب امیر کا کیا ارادہ ہے؟

الیاس :۔ جب تک میں آیا ہوں انہوں نے کچھ طے نہیں کیا تھا۔ غالباً اس وقت طے کریں گے آپ بھی عشاء کی نماز پڑھنے چلیں۔ امیر سے ملاقات ہو جائے گی۔

رافع :۔ میں یہاں محض تم سے ملنے اور تم پر اپنے آپ کو ظاہر کرنے آیا تھا۔ خوش قسمتی سے امی جان سے بھی ملاقات ہو گئی۔ ابھی میں عام طور پر ظاہر ہونا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے میرا مقصد فوت ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ کابل پہنچ جاؤں اور سنگھ مترا سے ملوں اور اسے اپنے ساتھ لانے کی کوشش کروں۔

امی :۔ اسے سنگھ مترا مت کہو۔ اس کا نام رابعہ ہی بڑا پیارا ہے۔

رافع :۔ تم نے سچ کہا۔ آئندہ میں اسے رابعہ ہی کہا کروں گا۔

اس وقت عشاء کی اذان ہوئی۔ الیاس اٹھ کر نماز پڑھنے چلے۔ رافع نے وہیں وضو

کرنا شروع کر دیا۔ جب الیاس میدان میں پہنچے تو انہوں نے امیر عبدالرحمن کو وہاں دیکھا۔ اس روز سردی اور دنوں سے زیادہ تھی۔ عام طور پر مسلمان کمبل اوڑھ کر آئے تھے بعض اونی عبائیں پہنے تھے۔

چاندنی رات تھی لیکن قبلہ کی طرف کئی جگہ آگ کے الاؤ روشن تھے۔ ان کی روشنی میدان میں پھیلی ہوئی تھی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی گئی۔ جب سب نماز سے فارغ ہو گئے تو امیر عبدالرحمن نے کہا "مجاہدین اسلام! اس ملک میں سردی زیادہ ہے۔ سردی کا موسم قریب آتا جا رہا ہے۔ جبکہ اب اس درجہ سردی ہے تو سردی کے زمانہ میں کیا عالم ہو گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم جلد سے جلد کابل پہنچ جائیں۔ اور اگر خدا کی مدد شامل حال ہو تو اسے فتح کر لیں۔ ورنہ سردی زیادہ پریشان کرے گی۔ ہم گرم ملک والے اتنی سخت سردی کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ میں نے قلعہ داور کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے کل ہم بست کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ سب لوگ رات ہی میں تیاری کر لیں اور چاشت کے وقت تک ناشتہ سے فارغ ہو جائیں۔ عزیز الیاس! راجہ تو گرفتار ہو گیا لیکن پیشوا کا پتہ نہ چلا۔

الیاس کو خوف ہوا کہ کہیں عما بول نہ اٹھیں لیکن وہ وہاں نہ تھے قلعہ کی حفاظت ان کے سپرد کی گئی تھی۔ الیاس خاموش رہے۔ عبدالرحمن نے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے وہ پہلے ہی بھاگ گیا۔"

الیاس :۔ یا امیر! شب خون کی اطلاع پیشوا نے ہی دی تھی۔"

عبدالرحمن :۔ مجھے معلوم ہے وہ ہمارا محسن ہے میں سب لوگوں سے کہتا ہوں پیشوا سے کوئی کچھ تعرض نہ کرے۔

اس کے بعد سب لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔ الیاس بھی اپنے خیمہ پر چلے آئے۔ انہوں نے رافع کو روانگی پر تیار دیکھ کر کہا "کہیں جا رہے ہو چچا جان؟"

رافع :۔ ہاں بیٹا جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ کابل میں ملاقات ہو گی۔

الیاس :۔ امیر آپ کو پوچھتے تھے۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ شب خون کی اطلاع انہوں نے ہی دی تھی تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ کوئی شخص پیشوا سے تعرض نہ کرے۔

رافع :۔ انشاء اللہ ان سے کابل میں ملوں گا۔

وہ روانہ ہو گئے۔ الیاس بھی انہیں کیمپ کے باہر پہنچا آئے۔

پینتالیسواں باب

بست پر تسلط

داور کے فتح ہو جانے سے اس نواح کا تمام علاقہ کانپ اٹھا۔ لوگ بستیاں چھوڑ چھوڑ کر بست اور دابل کی طرف بھاگنے لگے۔ بست والوں کو بھی ان بھگوڑوں کی زبانی داور کی فتح اور مسلمانوں کی پیش قدمی کا حال معلوم ہو گیا۔

بست میں ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ وہاں کا قلعہ دار دابل کا ماتحت تھا۔ اس کے پاس کل پانچ ہزار فوج تھی اس نے دابل کے راجہ کو لکھا کہ مسلمان بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ فوراً زیادہ سے زیادہ مدد بھیجیں۔

ادھر اس نے یہ عقلمندی کی کہ جو لوگ دیہات سے بھاگ بھاگ کر آ رہے تھے ان میں جو جوان اور لڑنے کے قابل تھے انہیں فوج میں بھرتی کر لیا۔ اس سے اس کی جمعیت بڑھ گئی۔

لیکن یہ وہ لوگ جو مسلمانوں سے ڈر کر بھاگ آئے تھے۔ ان پر مسلمانوں کا رعب چھایا ہوا تھا۔ وہ پناہ لینے آئے تھے۔ یہاں فوج میں جبریہ بھرتی کر لیا۔ مجبوراً وہ ہتھیار باندھ کر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔

مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبریں اس زور و شور سے آ رہی تھیں کہ تمام بست والوں پر بدحواسی سی چھا گئی تھی۔ شہری لوگ وہاں سے دابل بھاگنے کی تیاری کرنے لگے۔ قلعہ کے حاکم نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے درخواست کی کہ ان کے اہل و عیال کو جانے کی اجازت دے دی جائے۔ حاکم کو خیال ہوا کہ اس سے بھی لوگوں میں بددلی پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا اس کی بھی اس نے اجازت نہ دی۔

پناہ گزینوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ لوگ بڑی ہی بے سر و سامانی کے ساتھ بیوی بچوں کو لئے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ اور ہر گروہ جو آتا تھا وہ مسلمانوں کے متعلق ہی ہی روایت بیان کرتا تھا۔ ان روایتوں کو سن سن کر بست والے اور خوف زدہ ہو رہے تھے۔ اگر وہ جرأت و ہمت سے کام لیتے تو مسلمانوں کا مقابلہ اچھی طرح کر سکتے تھے لیکن ان پر ایسی دہشت طاری ہوئی جیسے مسلمان انسان نہیں جن تھے۔

ایک روز ایک گروہ سخت بدحواسی کے عالم میں بھاگا ہوا آیا۔ اس نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی تعداد بے شمار ہے۔ ہم لوگوں نے چھپ کر انہیں دیکھا ہے۔ ان کی کچھ تعداد

کا پتہ نہ لگا سکے۔ وہ یلغار کئے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ بست کا قلعہ ان کے سیلاب کو نہ روک سکے گا۔

اس سے اور بھی بست والے گھبرا گئے۔ اس آخری قافلہ کی آمد کے تیسرے دن اسلامی لشکر کا ہراول نمودار ہوا۔ الیاس اس دستہ کے افسر تھے۔ بست والوں نے اسے دیکھتے ہی قلعہ کے پھاٹک بند کر لئے۔ چاق اور افسر فصیل پر پہنچ گئے اور شہر کے لوگوں پر سراسیمگی طاری ہو گئی۔ ماہ پیکر عورتوں اور نازنین لڑکیوں کے چہرے فق ہو گئے۔ ماؤں نے اپنے بچوں کو سینہ سے لگا لیا۔

الیاس کے دستہ نے قلعہ کے قریب آ کر اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ بچے' عورتیں اور لڑکیاں سب اچھل پڑے۔ الیاس ایک طرف مقیم ہو گئے ان کے فوراً بعد دوسرا دستہ نمودار ہوا اس نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس نعرہ کے شور سے قلعہ کی بنیادیں تک ہل گئیں۔ یہ دستہ بھی فروکش ہو گیا۔ اسی طرح ایک دستہ کے بعد دوسرا دستہ آتا اور نعرہ تکبیر لگا کر اترتا رہا۔ دن چھپے تک لشکر کی آمد جاری رہی۔

رات کو مسلمانوں نے اپنے کیمپ میں کثرت سے آگ روشن کی۔ بست والے قلعہ کے اوپر سے انہیں دیکھتے رہے۔ اور ان کی چستی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اگلے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی امیر عبدالرحمن نے حملہ کا حکم دے دیا۔ مسلمان جلد جلد مسلح ہو ہو کر میدان میں نکلنے لگے۔ جب انہوں نے صفیں قائم کیں تو بست والوں نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے نقارے بجانے شروع کئے۔ ان بجے کاروں سے مسلمان مرعوب تو کیا ہوتے اور انہیں جوش آ گیا۔ انہوں نے تیزی سے بڑھنا شروع کیا۔

جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے تو بست والوں نے بڑی پھرتی سے ان پر تیروں کی بارش کی۔ مسلمانوں نے اس طرح ڈھالیں آگے بڑھا دیں جن سے گھوڑوں کے سروں اور خود ان کی حفاظت ہو گئی۔ تیر ان کی ڈھالوں پر اڑ کر پڑنے لگے۔ بعض تیر گھوڑوں کے اور بعض سواروں کے بھی لگے۔ لیکن نہ گھوڑوں نے پرواہ کی نہ سواروں نے۔ ان کی رفتار میں فرق نہیں آیا۔ وہ برابر بڑھتے رہے۔

بست والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جب مسلمان زیادہ قریب پہنچ گئے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کئے۔ کافی بڑے بڑے پتھر۔ جب یہ وزنی پتھر ڈھالوں پر آ کر پڑتے تو ہیبت ناک آوازیں پیدا ہوتی تھیں۔ ان سے بعض سواروں اور گھوڑوں کے اس قدر چوٹیں آئیں کہ گھوڑے اور سوار دونوں گر پڑے جو سوار گر گئے انہیں گھوڑوں نے کچل ڈالا۔

مگر اب بھی شیران اسلام کی رفتار میں فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور تیزی سے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ فصیل کے نیچے جا پہنچے ان میں سے بہت سے سواروں نے کمندیں پھینکیں جو کنگوروں میں اٹک گئیں اور جانباز سوار ان کے ذریعہ سے اوپر چڑھنے لگے۔

مسلمانوں کے دستے ایک کے پیچھے ایک آ رہے تھے۔ فصیل کے کافروں نے پتھر برسانے بند کر کے فصیل کے اوپر چڑھ کر جھانکنا شروع کیا۔ جو دستے فصیل سے فاصلے پر تھے انہوں نے بڑی پھرتی سے کمانیں شانوں سے اتار کر تیر رکھ کر چلائے۔ یہ تیر سنسناتے ہوئے فصیل پر پہنچے اور جو کافر جھانک رہے تھے ان کے سروں سینوں میں ترازو ہو گئے۔ جن لوگوں کے تیر لگے وہ ہولناک چیخیں مار کر فصیل سے نیچے گرے۔ ان میں سے بعض تو ان مسلمانوں پر آ پڑے جو کمندوں کے ذریعہ سے اوپر چڑھ رہے تھے کئی مسلمان ان کے جھٹکے سے نیچے گر پڑے۔ بعض زخمی کافر نیچے مسلمانوں کے گھوڑوں پر جا پڑے۔ گھوڑے بھڑک اٹھے۔ سمجھے کوئی بلا اوپر سے گری۔ مگر جب انسانوں کو دیکھا تو انہیں پیروں سے کچلنے لگے۔

تیروں کی دو ہی باڑھیں چلی تھیں کہ بست والے پیچھے ہٹ گئے۔ اس عرصہ میں بہت سے مسلمان کنگوروں کو پکڑ کر فصیل پر جا کودے اور وہاں پہنچتے ہی انہوں نے تلواریں سونت کر نہایت جوش سے حملہ کر دیا۔ کافروں نے ان کے حملے ڈھالوں پر روکے لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ڈھالوں کو پھاڑ ڈالا اور ڈھالوں والوں کے بھنڈارے کھول دیئے۔

دشمن یہ کیفیت دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ پیچھے ہٹ کر بھاگے اور سیڑھیوں کے ذریعے سے نیچے اترنے لگے۔ مسلمان ان کے پیچھے جھپٹے اور انہیں تلواروں کی دھار پر رکھ کر بے دریغ قتل کرنے لگے۔

چونکہ فصیل پر مزاحمت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا اس لئے مسلمان تیزی سے کمندوں کے ذریعہ سے فصیل پر پہنچے اور وہاں سے زینوں کے راستوں سے قلعہ کے صحن میں اترنے لگے۔

جو مسلمان قلعہ میں پہنچ جاتے تھے نہایت جوش سے حملے کر کے دشمنوں کو قتل کرنے لگتے تھے۔ کافروں پر مسلمانوں کا رعب چھایا ہوا تھا ہی وہ مقابلہ نہ کرتے مسلمان انہیں کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتے۔ تھوڑی ہی دیر میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ مسلمانوں کا ایک پرا دروازہ کی طرف جھپٹا اور جو کافر ان کے سامنے آتے انہیں مارتا کاٹتا پھاٹک تک پہنچ گیا۔ پھاٹک کے محافظین انہیں دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ ان مسلمانوں نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

امیر عبدالرحمن معہ تمام لشکر کے گھوڑے دوڑا کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں نے دشمنوں کو گھاس پھونس کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ بہت والے سپاہی بھاگ رہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑ کر انہیں قتل کر رہے تھے۔ اس دارو گیر میں قلعہ کا حاکم ؟ گیا ایک مجاہد نے اس زور سے اس کے تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔

یہ دیکھ کر کافروں کے حوصلے پست ہو گئے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے مسلمانوں کے ایک دستہ نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ایک دستہ شہر کے معزز لوگوں اور ان کی بیویوں، بیٹیوں اور بیٹوں کو گرفتار کرنے لگا۔ ایک اور دستہ مال غنیمت جمع کرنے لگا۔

اس معرکہ میں صرف پانچ مسلمان شہید ہوئے اور کافر ڈھائی ہزار مارے گئے۔ اس قلعہ میں سے بھی بہت سی دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی مرد عورتیں اور بچے قیدی بھی بہت ملے۔

عصر کے وقت تک قلعہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ اس قلعہ پر عبدالرحمن نے سو مجاہدوں کو چھوڑا اور دوسرے روز داہل کی طرف کوچ کر دیا۔

چھیالیسواں باب

ملاقات

محبت اور عورت کی محبت عجیب ہی ہوتی ہے۔ وہ جس سے محبت کرتی ہے اس کے لئے سمندر میں چھلانگ لگانے، آگ میں کود پڑنے اور پہاڑ سے جست مارنے پر تیار ہو جاتی ہے۔ جو عورت جذباتی نہیں ہوتی اس کی محبت پاک ہوتی ہے۔ کملا بھی ایسی ہی عورتوں میں تھی۔ اسے الیاس سے محبت ہو گئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ رابعہ جسے وہ سنگھ حرا سمجھ رہی تھی ان کی منگیتر ہے اور وہ اس کی تلاش میں آئے ہیں تو وہ اسے راج محل سے نکال لینے پر تیار ہو گئی۔ اس نے اس سے بھی پہلے جب الیاس جیل خانہ سے چھوٹ کر آئے تھے یہ سمجھ لیا تھا کہ راجکماری سنگھ حرا انہیں چاہنے لگی ہے۔ وہ نہ راج کماری کے برابر حسین تھی نہ دولت مند اس نے انہیں اپنا بھائی بنا لیا تھا اب وہ اپنے بھائی کو خوش کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔

وہ ہزار تکلیفیں اٹھا کر کابل پہنچی۔ اسے وہاں جاتے ہی معلوم ہو گیا کہ سنگھ حرا کی شادی کی تیاریاں بڑے زور و شور سے ہو رہی ہیں۔ راجہ کے محلوں سے لے کر غریبوں کے

جھونپڑیوں تک میں شادیانے بج رہے ہیں۔ غریبوں کے جھونپڑوں میں رات کو گیت گائے جاتے ہیں اور امیروں کے مکانوں میں ویشیا (رنڈی) کے ناچ اور گانے ہوتے ہیں راجہ کے محلوں میں بھی طوائفوں کا جمگھٹ رہتا ہے۔

اس کے رشتہ دار کابل میں رہتے تھے۔ خاصے امیر آدمی تھے۔ وہ ان کے یہاں جا ٹھہری اور اس کوشش میں مشغول ہوئی کہ قصر شاہی میں جا کر سنگھ حرا سے ملے اور الیاس کا پیغام اس تک پہنچا دے۔ اس نے خفیہ خفیہ یہ بھی معلوم کیا کہ راجکماری اس شادی سے رضامند ہے یا نہیں۔ زیادہ عورتوں نے اس سے یہی کہا کہ وہ رضامند ہے لیکن کچھ نے یہ بھی کہا کہ شاید اسے یہ شادی پسند نہیں۔ کیونکہ وہ اداس اور پریشان سی رہنے لگی ہے۔

کملا کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ راجہ کے محل میں باری باری سے ایک ایک دو دو امیروں کے گھروں کی عورتیں اور لڑکیاں جاتی رہتی ہیں۔ اس نے یہ بھی سنا کہ راجہ بڑے رنگیلے ہیں جو حسین عورتیں اور ماہرو لڑکیاں ان کے محل میں پہنچ جاتی ہیں ان سے دل بستگی کر لیتے ہیں۔ وہ خود کافی حسین تھی اسے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ راجہ کے سامنے پڑ جائے اور راجہ اسے بھی اپنی نفس پرستی کا شکار بنانا چاہے۔ وہ [illegible] عصمت کے سامنے اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتی تھی۔ پھر بھی وہ اس فکر میں [illegible] کسی طرح راجہ کے محل میں پہنچ جائے۔

اتفاق سے چند ہی روز کے بعد اس کے امیر رشتہ دار کی عورتوں کے بلانے کا نمبر بھی آ گیا۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ وہ امیر آدمی کی بیوی کو خالہ کہا کرتی تھی۔ وہ دور کے رشتہ کی خالہ ہی تھی بھی۔ اس کے ایک لڑکی تھی جو کملا سے کچھ بڑی تھی۔ اس کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ بھی سسرال سے میکے آئی ہوئی تھی۔ وہ معمولی صورت کی لڑکی تھی۔ کملا کی خالہ نے اس سے کہا۔ "بیٹی! راجہ کچھ اچھا آدمی نہیں ہے تو محل میں نہ جاتی تو اچھا تھا۔"

کملا نے کہا "تم میری فکر نہ کرو۔ راجہ میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

غرض وہ اصرار کر کے ان کے ساتھ محل میں گئی۔ تمام محل میں عورتیں اور لڑکیاں بکھری پڑی تھیں۔ حسین قہقہوں اور دلکش آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ نوخیز و حسین لڑکیاں رنگین تتلیوں کی طرح باغیچوں اور صحنوں میں اڑی پھر رہی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک عمدہ اور طرح طرح کا لباس پہنے تھے۔ اپنی شان دکھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ زیورات پہن کی آئی تھی۔ اچھے لباسوں اور عمدہ زیورات نے ان حسین لڑکیوں کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ کملا بھی خوب بن سنور کر آئی تھی۔ کئی جگہ طوائفیں ناچ گا رہی

تھیں۔

کملا نگھ حزا سے ملنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ اسے کہیں نظر نہ آئی۔ وہ اس کی تلاش میں مصروف ہوئی۔ ایک لڑکی سے اسے معلوم ہوا کہ راجکماری اپنے چھوٹے محل میں رہتی ہے۔ بہت کم وہاں سے نکلتی ہے۔ اس کے پاس رانی کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا۔

وہ رانی سے اجازت لینے چلی۔ راستہ میں راجہ کا سامنا ہو گیا۔

بوڑھے راجہ نے اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا اور کہا۔ "کیا نام ہے تمہارا لڑکی۔"

"کملا" اس نے جواب دیا۔

راجہ :۔ تم کابل کی رہنے والی نہیں ہو۔

کملا :۔ میں داور کے علاقہ کی رہنے والی ہوں۔

راجہ :۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں پہلے نہیں دیکھا۔ تم تو اپسرا ہو اپسرا (پری ہو پری) کہاں جا رہی ہو؟

کملا :۔ میں راجکماری کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

راجہ :۔ لو۔ یہ ہماری انگوٹھی لو اور راجکماری کو دیکھ آؤ۔ جو تمہیں ٹوکے یہ انگوٹھی اسے دکھا دینا اور جب تم اسے دیکھ آؤ تو یہ انگوٹھی ہمیں واپس کر دینا۔

راجہ نے انگوٹھی اتار کر اس کی ہتھیلی پر رکھ کر مٹھی بند کر کے اس کا ہاتھ دبایا اور چلا گیا۔ کملا انگوٹھی پا کر بہت خوش ہوئی۔ وہ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے لگی۔ جو باندی یا کوئی عورت اسے ٹوکتی وہ اسے انگوٹھی دکھا دیتی۔ ٹوکنے والی سر خم کر کے ایک طرف ہٹ جاتی۔

غرض وہ نگھ حزا کے چھوٹے محل میں داخل ہو گئی۔ یہ محل نہایت خوبصورت تھا۔ اس کے در و دیوار پردے اور گدے خوب آراستہ تھے۔ صحن کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ چبوترا تھا جو طرح طرح کے خوشنما پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ دوسرا حصہ باغیچہ تھا۔ نہایت دلکش باغیچہ۔ اس میں نہایت خوشنما پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ کئی سبزہ کے لان تھے۔ انگوروں کی ٹٹیاں تھیں۔ سیب کے درختوں کی قطاریں تھیں۔ غرض باغیچہ نہایت فرحت بخش تھا۔ اس محل میں باندیاں اور راجکماری کی سہیلیاں سب نوخیز و کمان ابرو تھیں۔ ایک لڑکی کملا کو راج کماری کے پاس لے گئی۔ اس وقت وہ باغیچہ میں تھی۔ تنہا بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے پھولوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ وہ ایک بڑا ہار گوندھ رہی تھی۔ لڑکی دور سے راجکماری کو دکھا کر چلی گئی۔ کملا دبے قدموں راجکماری کے پاس پہنچی۔ اس نے دیکھا نگھ حزا کچھ مغموم اور اداس ہے۔ کملا نے اسے مخاطب کر کے سلام کیا۔ راجکماری نے سلام لیا اور اسے دیکھ کر غور کرنے لگی۔ جیسے کچھ یاد کر رہی ہو۔ آخر اس نے کہا۔ "میں نے تمہیں داور کے دھار میں دیکھا تھا۔"

کملا :۔ راجکماری نے ٹھیک پہچانا۔ میں بڑے جتن اور حکمت عملیوں سے یہاں آئی ہوں۔

نگھ حزا :۔ کس لئے آئی ہو؟

کملا :۔ ابھی عرض کروں گی پہلے یہ بتاؤ تم اداس کیوں ہو؟

نگھ حزا :۔ کچھ طبیعت خراب رہتی ہے۔

کملا :۔ معاف کرنا آپ کو کوئی روگ (بیماری) نہیں ہے۔ اگر آپ مجھ سے اپنا حال نہ چھپائیں گی تو بڑا فائدہ ہو گا۔ میں تھوڑے وقت میں ساری باتیں سننا اور کہنا چاہتی ہوں۔ کیا تم پشاور کے راجکمار کو پسند نہیں کرتی ہو؟

نگھ حزا نے کملا کی طرف دیکھا۔ راجکماری کو حیرت تھی۔ کہ وہ پہلی ہی ملاقات میں کیسے ایسی باتیں کر رہی ہے۔ کملا نے پھر کہا۔ "میں بڑی مشکل سے یہاں آئی ہوں۔ وقت ضائع نہ کیجئے۔ سچ بات بتا دیجئے۔"

نگھ حزا :۔ ہاں میں اسے پسند کرتی ہوں۔

کملا :۔ میں اس قیدی کی پیامبر ہوں جسے آپ نے داور کے دھار میں سے رہا کر دیا تھا۔

نگھ حزا نے حیرت اور مسرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا "کیا تم سچ کہتی ہو؟"

کملا :۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ تمہارے لئے بہت بے قرار ہے۔

نگھ حزا :۔ کہاں ہے وہ؟

کملا :۔ داور میں آ گیا ہے۔

نگھ حزا کا حسین چہرہ کچھ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے کہا "لیکن وہ یہاں نہیں آ سکتا۔"

کملا :۔ ضرور آئے گا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں۔ وہ اسلامی لشکر لے کر آیا ہے۔ اور مسلمانوں نے داور تک کا علاقہ فتح کر لیا ہے۔

نگھ حزا :۔ مگر اتنے وہ یہاں آئے گا اتنے مجھے زبردستی اس کے پلے سے باندھ دیا جائے گا جس سے مجھے نفرت ہے۔

کملا:۔ مجھے اسی لئے پہلے بھیجا ہے۔ اگر تم تیار ہو تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتی ہوں۔

سنگھ حرا:۔ کس طرح؟

کملا:۔ پہلے یہ بتاؤ تم تیار ہو۔

سنگھ حرا:۔ میں تمہیں بہن کہوں گی۔ میری بہن میں اس بے وفا کے لئے سمندر میں چھلانگ لگانے کو تیار ہوں۔

کملا:۔ تو تم کسی طرح قلعہ سے باہر چلو۔ پھر میں سب کچھ کر لوں گی۔

سنگھ حرا:۔ یہ ناممکن ہے۔ مہاراجہ اور مہارانی مجھے کہیں آنے جانے نہیں دیتے (کچھ سوچ کر) ہاں ایک بات ممکن ہے۔ دو ہی تین روز میں مقدس غار کے قریب میلہ ہو گا۔ اس غار کے متبرک چشمے میں سے پانی لانے کے لئے مجھے جانا پڑے گا۔ اگر اس وقت تم کچھ کر سکتی ہو تو کر لینا۔

کملا:۔ اطمینان رکھو میں سب کچھ کر لوں گی۔

سنگھ حرا:۔ چپ ہو جاؤ۔ میری سہیلیاں آ رہی ہیں۔

کملا:۔ اس بات کو یاد رکھنا بھول نہ جانا

سنگھ حرا:۔ یاد رکھوں گی۔

اس وقت کئی نوخیز اور مہ جبین لڑکیاں وہاں آ گئیں سنگھ حرا نے ان سے کہا۔ "یہ میری منہ بولی بہن ہے اس کا نام ———"

وہ نام نہ جانتی تھی۔ کملا نے جلدی سے کہا "کملا ہے" سنگھ حرا ہنس پڑی۔ اس کے دل کش چہرہ پر نور بکھر گیا۔

سینتالیسواں باب

زابل پر قبضہ

زابل کے فرماں روا کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسلمانوں نے بست بھی فتح کر لیا اور اب اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس کے پاس کافی لشکر تھا۔ پھر جو لوگ داور، بست اور خود زابل کے علاقہ سے بھاگ کر قلعہ میں آئے تھے اس نے ان میں سے بھی جوانوں اور قوی الجثہ ادھیڑ عمر کے لوگوں کو بھی چھانٹ چھانٹ کر فوج میں بھرتی کر لیا تھا۔

اسے بڈی دل لشکر دیکھ کر یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ عرصہ دراز تک مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے گا اور اگر ممکن ہوا تو شاید شکست دینے میں بھی کامیاب ہو جائے۔ پھر بھی اس نے مہاراجہ کابل کو مدد کے لئے لکھا اور کئی قاصد آگے پیچھے روانہ کئے۔

اس نے مسلمانوں کو نہیں دیکھا تھا۔ جو لوگ داور کے علاقہ سے بھاگ کر آئے تھے ان کی زبانی کچھ حالات معلوم ہوئے۔ اسے یقین نہیں تھا کہ مسلمان اس قدر بہادر اور جانباز ہوتے ہیں کہ زابلستان کے لوگ ان کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتے۔

اس نے جنگ کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ غلہ بھی اس قدر فراہم کر لیا تھا کہ ایک سال کے لئے تمام فوجوں اور قلعہ والوں کے کافی ہو۔ اس نے لوگوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ قلعہ سے باہر نہ نکلیں۔ نہ معلوم کب مسلمان آ جائیں۔

آخر ایک روز مسلمان آ ہی گئے۔ زابل کے حکم نے قلعہ پر چڑھ کر دیکھا۔ شیران اسلام کے دستے بڑی شان سے آ رہے تھے۔ مسلمان شام تک آتے اور مقیم ہوتے رہے۔ جب رات ہو گئی تو حاکم نے ارکین سلطنت اور فوجی افسروں کو مشورہ کے لئے بلایا۔ وہ سب آ گئے۔ حاکم نے ان سے کہا "تم نے دیکھ لیا کہ مسلمان آ کر قلعہ کے سامنے مقیم ہو گئے۔ وہ لمبا اور دشوار گذار سفر طے کر کے آئے ہیں۔ تھکے ماندے ہیں۔ رات کو بے فکری سے آرام کی نیند سوئیں گے۔ وہ ہماری طرف سے غافل ہوں گے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان پر شب خون مار کر انہیں قتل کر ڈالوں۔ جو باقی بچ رہیں انہیں گرفتار کر لوں یا بھگا دوں۔"

اور تو سب نے اس کی رائے کی تائید کی لیکن اس کے بوڑھے وزیر نے کہا "مسلمان بزدل اور کم حوصلہ نہیں۔ ان پر آسانی سے فتح پانا ناممکن ہے اول تو یہ مناسب ہے کہ ان سے صلح کر لی جائے۔ ارزنج کے حاکم نے ان سے مصالحت کر لی۔ وہ بدستور حکومت کر رہا ہے۔ اور اگر صلح کرنی منظور نہیں تو دیکھو وہ کیا کرتے ہیں۔ جب وہ لڑائی شروع کر دیں تب کسی روز موقع دیکھ کر ان پر شب خون مارو۔ یقین ہے اس وقت کامیاب ہو جاؤ گے۔"

کسی نے بھی اس کی بات کی تائید نہیں کی۔ بلکہ بعض نوجوانوں نے تو یہ کہہ دیا کہ بوڑھے وزیر کی مت ماری گئی ہے۔ آج سے بہتر موقع شب خون مارنے کا نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ طے ہو گیا کہ آدھی رات کو شب خون مارا جائے۔ اس وقت سے لوگوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ فصیل پر مسلمانوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ہوشیار ہیں کافی

روشنی کر دی گئی۔ اور قلعہ کے صحن میں فوجیں جمع ہونے لگیں۔ آدھی رات سے کچھ پہلے ذابل کا حکمران آ گیا۔ وہ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھا۔ اس نے آتے ہی لشکر کا جائزہ لیا اور دروازہ کھلوا کر قلعہ سے باہر نکلا۔

رات اندھیری تھی۔ پچھلی رات میں چاند نکلنے والا تھا۔ ذابل کا تمام لشکر پیدل تھا۔ صرف راجہ اور چند بڑے افسر گھوڑوں پر سوار تھے۔

یہ لشکر نہایت خاموشی سے اسلامی لشکر کی طرف بڑھا۔ حسن اتفاق سے محافظ مسلمان اسی طرف گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے کچھ آوازیں سنیں۔ ہزاروں آدمیوں کے قدموں کی چاپ چھپی نہ رہ سکی۔ انہوں نے جلدی جلدی مسلمانوں کو بیدار اور ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ اور اس خاموشی کے ساتھ کہ شور و غل نہ ہو۔

قریب قریب تمام مسلمان ہوشیار ہو کر مسلح ہو گئے تھے۔ امیر عبدالرحمن بھی ہتھیار لگا کر آ گئے۔ انہوں نے سب مسلمانوں کو خیموں کی پہلی اور دوسری قطار کے پیچھے چھپا دیا۔ مسلمان نیزے ہاتھوں میں لے کر اس طرح بیٹھ گئے کہ حکم ہوتے ہی نیزوں سے حملہ کر دیں۔

ذابل والے نہایت احتیاط مگر تیزی سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان غافل ہیں۔ نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ آسانی سے قابو میں آ جائیں گے۔

کیمپ کے قریب آ کر انہوں نے اور بھی احتیاط شروع کی۔ بہت ہی دبے قدموں چلے۔ آخر جب وہ کیمپ میں داخل ہو گئے اور خیموں کی پہلی قطار کے قریب پہنچے تو عبدالرحمن نے حملہ کا اشارہ کیا۔ مسلمان اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نیزے ہاتھوں میں لے کر پوری لمبی صف میں تیزی سے بڑھے۔

نعرہ تکبیر سن کر کفار کانپ گئے۔ اور جب نیزے ہاتھوں میں لئے مسلمانوں کو جھپٹ کر آتے دیکھا تو ہوش جاتے رہے۔ ان کے داہنے ہاتھ میں ننگی تلواریں تھیں اور بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں۔ مگر وہ کچھ ایسے گھبرائے کہ نہ تلواریں یاد رہیں نہ ڈھالیں۔

مسلمانوں نے انہیں نیزوں سے چھید ڈالا ان کی پوری صف کو گرا دیا۔ چونکہ بعض نیزے ایسے گھپ کر کھینچے سے بھی باہر نہ نکل سکے اس لئے مسلمانوں نے نیزے چھوڑ دیئے اور تلواریں میانوں میں سے کھینچ کر نہایت زور سے حملے کئے۔ ان کی تلواروں نے دشمنوں کو کاٹ کر بچھا دیا۔

اب ذابل کے لوگوں کو ہوش آیا۔ انہوں نے بھی حملے شروع کئے۔ گھمسان کی لڑائی

شروع ہو گئی۔ سروں پر سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ کٹے ہوئے دھڑوں سے خر خر کی آوازیں آنے لگیں۔ خون کے پرنالے بہہ گئے۔ کافروں نے حسب عادت شور و غل بھی شروع کر دیا۔ مسلمان نہایت خاموشی سے داڑھیاں دانتوں میں بھینچ بھینچ کر جوش میں آ آ کر نہایت سخت حملے کر رہے تھے۔ ان کے ہر حملہ میں بے شمار کافر قتل ہو کر گر جاتے تھے۔ کفار بھی مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے۔ ان کی تلواریں بھی یا تو ڈھالیں پھاڑ رہی تھیں یا مسلمانوں کو قتل کر رہی تھیں۔

مسلمانوں کو اس وقت بڑا جوش آ جاتا تھا جب کوئی مسلمان شہید ہو کر گر پڑتا۔ شہید ہونے والے مسلمان کے قریب جو مسلمان ہوتے تھے وہ جوش و غضب میں آ کر حملہ کر کے ایک مسلمان کے بدلے میں جب تک دس بیس کو نہ مار ڈالتے تھے قرار نہ لیتے تھے۔

کسی مسلمان کا شہید ہونا غضب ہو جاتا۔ اور مسلمان شیر کی طرف بپھر کر حملہ کر کے نہ صرف اس مسلمان کے شہید کرنے والوں کو مار ڈالتے تھے بلکہ جو کافر بھی ان کے سامنے آ جاتا تھا اسے ہی قتل کر ڈالتے تھے۔ غرض مسلمانوں نے دم کے دم میں بے شمار دشمنوں کو قتل کر ڈالا۔ ان کی لاشوں سے میدان پاٹ دیا۔ ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا اور پرزور حملہ کر کے لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

راجہ خود بھی لڑ رہا تھا اور اپنی سپاہ کو لڑنے کی ترغیب بھی دے رہا تھا۔ اس کے سپاہی بڑی دیدہ دلیری سے لڑ بھی رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے ان کی پیش نہ جاتی تھی۔ وہ جوش میں آ کر حملہ کرتے تھے اور مسلمان انہیں تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیتے تھے۔ جو لوگ جوش میں آ کر بڑھتے تھے مسلمان ان کے ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔

عبدالرحمن۔ الیاس۔ اور دوسرے افسر بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں ہر اس چیز کو کاٹ ڈالتی تھیں جن پر پڑتی تھیں۔ انہوں نے اپنے گرد لاشوں کے انبار لگا دیئے تھے۔

جنگ خون ریز جنگ جاری تھی۔ عبدالرحمن نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اور اس زور سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے سینکڑوں سپاہیوں کو مار ڈالا۔

اس حملہ سے گھبرا کر ذابل والوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بے تحاشہ بھاگ نکلے۔ مسلمان ان کے تعاقب میں دوڑے وہ ان کے پیچھے دوڑتے اور انہیں قتل کرتے بھاگے۔

اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ اور چاندنی کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ پہلے اندھیرا گھپ ہو رہا تھا اب کافی روشنی ہو گئی تھی۔ اس روشنی میں کفار بھاگتے اور مسلمان ان کا تعاقب کرتے نظر آ رہے تھے۔

زابل والوں کا خیال تھا کہ مسلمان تھوڑی دور تک تعاقب کر کے واپس لوٹ جائیں گے مگر جب مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا تو وہ سہم گئے۔ اور کچھ لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ کچھ قلعہ میں گھس گئے۔ مسلمان بھی قلعہ کے اندر جا پہنچے اور کافروں کو بے دریغ قتل کرنے لگے۔ اس ہنگامہ میں راجہ مارا گیا۔ لوگوں نے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے زابل پر قبضہ کر لیا۔

اڑتالیسواں باب

بدحواسی

کابل کے قلعہ سے باہر جو غار تھا۔ اس پر میلہ لگتا تھا۔ یہ میلہ اس زمانے سے شروع ہوا تھا جبکہ ترکوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ کہتے ہیں اول وہ شخص تھا جو تبت سے آ کر اس غار میں روپوش ہو گیا تھا اور جس کی بابت مورخین نے لکھا ہے کہ وہ انسانوں کا گوشت کھاتا رہا ہے۔ اس شخص نے کابل میں ترکوں کی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ جس تاریخ کو اس نے سلطنت کی بنیاد رکھی اسی تاریخ کو ہر سال وہاں میلہ بھرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس میلہ نے مذہبی میلہ کی حیثیت حاصل کر لی۔

اگرچہ ترکوں کی سلطنت کابل سے ختم ہو کر ہندی لوگوں کی حکومت وہاں شروع ہو گئی تھی لیکن جو میلہ ترکوں کے زمانہ سے شروع ہوا تھا۔ وہ ہندی راجاؤں کے زمانہ میں بھی ہوتا رہا اور ہندی راجاؤں کے زمانہ ہی میں اس نے مذہبی حیثیت حاصل کر لی۔

اس میلہ میں دور دور سے لوگ آتے۔ زائرین بھی سوداگر بھی تماشائی بھی اور خرید فروخت کرنے والے بھی۔ لیکن امسال زیادہ دور سے لوگ مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے نہیں آئے تھے۔ پھر بھی پشاور تک کے لوگ آ گئے تھے۔

میلہ شروع ہو گیا تھا۔ غار کے چاروں طرف بازار لگ گئے۔ بازاروں کے گرد رئیسوں، امیروں اور حاکموں کے خیمے تھے اور ان خیموں کے گرد فوجی چوکیاں تھیں۔

میلہ میں خاصی رونق آ گئی تھی۔ خرید و فروخت شروع ہو گئی تھی۔ میلہ کے دو

بازار ہو چکے تھے۔ تین بازار اور باقی تھے۔ تیسرے روز مہاراجہ، مہارانی، سنگھ حرا اور راجہ کے خاندان کے تمام عورت اور مرد بھی میلہ دیکھنے آئے۔ اس روز بازار خوب سجائے گئے تھے اور دکانداروں نے اپنا تمام مال نہایت سلیقہ سے سجا دیا تھا۔

مہاراجہ حسن پرست واقع ہوئے تھے۔ وہ مہارانی کے ساتھ نہیں رہتے تھے حسین و ماہ رو عورتوں کی تاک جھانک کرتے رہتے تھے۔ وہ رانی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ رانی اپنی مسن عورتوں ------ اور باندیوں کے ساتھ ہو لیں۔ سنگھ حرا اپنی سہیلیوں اور ہم عمر کنیزوں کے ساتھ سیر کرنے لگی۔ ابھی وہ دو تین ہی بازاروں میں گھومنے پائی تھی کہ کملا مل گئی۔ کملا نے اسے سلام کیا۔ راجکماری کو خوف ہوا کہ کملا لڑکیوں کے سامنے کوئی اشارہ نہ کر دے۔ اس کا چہرہ بھی پھیکا پڑ گیا۔ کملا سمجھ گئی۔ وہ اس وقت بغیر اس سے کچھ کہے سنے یا کوئی اشارہ کیے آگے بڑھ گئی۔

سنگھ حرا نے اطمینان کا سانس لیا جب کملا کچھ دور چلی گئی تو اس نے ایک سکھی سے کہا "ذرا اس لڑکی کو بلانا۔"

اس لڑکی نے کہا۔ "کیا بات یاد آ گئی؟"

سنگھ حرا:۔ یاد کچھ نہیں آیا۔ میں نے اس کے ساتھ بے مروتی کی۔ نہ اس سے باتیں کیں نہ اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ وہ اپنے دل میں کیا کہے گی۔

لڑکی:۔ یہ کیوں نہیں کہتی کہ وہ ذرا تک سک سے درست ہے۔

سنگھ حرا:۔ پگلی۔ یہ بات نہیں ہے جا جلدی بلا لا۔ کہیں وہ غائب نہ ہو جائے۔

لڑکی جھپٹ کر گئی اور کملا کو بلا لائی۔ سنگھ حرا نے اس سے کہا۔ "بہن معاف کرنا میں نے تمہارے ساتھ بے رخی کا برتاؤ کیا۔ اس وقت میں کسی اور ہی خیال میں تھی آؤ میرے ساتھ چلو۔

کملا:۔ معاف کرنا میں اپنی ایک سہیلی کو دیکھ رہی ہوں۔

سنگھ حرا:۔ ناراض ہو گئی میری بہن۔ غصہ تھوک دو۔

کملا:۔ میری یہ مجال ہے کہ میں خفا ہو سکوں۔

سنگھ حرا:۔ خیر میرے ساتھ آؤ۔

کملا:۔ راجکماری کا حکم نہ ماننے کی کس میں تاب ہے۔ چلئے۔

کملا راجکماری کے ساتھ چل پڑی۔ حسینوں کا یہ جھرمٹ جس طرف جاتا تھا مشتاق دید کی نگاہیں اٹھتی چلی جاتی تھیں۔ خصوصاً سنگھ حرا نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس کے

چاند سے چہرے پر سب کی نظریں پڑی تھیں لیکن حسن کا کچھ ایسا رعب و جلال تھا کہ جو نگاہ ایک دفعہ اٹھتی تھی دوبارہ اٹھنے کی جرأت نہ کر پاتی تھی۔ ہر سوداگر کی خواہش تھی کہ وہ رشک حور اس کی دکان تک آ جائے۔ چاہے کچھ خریدے یا نہ خریدے۔ قریب سے زیارت تو ہو جائے۔

وہ کئی دکانوں پر گئی بھی اور اس نے ہر دکان سے کچھ نہ کچھ خریدا بھی جو چیز وہ خریدتی تھی وہ ایک دو سہیلیوں اور دو تین کنیزوں کو وہ چیز دے کر رخصت کر دیتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ چار سہیلیاں اور چھ کنیزیں رہ گئیں۔ جو سامان اس نے خریدا اس کی قیمت منہ مانگی ادا کی۔ اگر وہ قیمت نہ بھی دیتی اور مفت ہی لے لیتی تب بھی سوداگر اس کے مشکور ہوتے۔

چلتے چلتے کملا نے آہستہ سے کہا۔ "غار پر چلو۔ پوجا میں شریک ہوں گے۔" یہ کہہ کر اس نے راجکماری کا ہاتھ دبا دیا۔ وہ سمجھ گئی۔ اس نے کہا "ابھی تم جاؤ میں ذرا دیر میں آؤں گی۔"

کملا: تمہیں پوجا کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ تمہیں دیوی سمجھ کر خود تمہاری پوجا کرتے ہیں۔

سگھترا نے مسکرا کر کہا۔ "شریر۔"

کملا: کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔ دیکھو کس کی طرف لوگوں کی عقیدت مند نگاہیں اٹھ رہی ہیں۔ اگر تم ذرا بھی اشارہ کر دو تو یہ سب لوگ تمہارے سامنے سجدے میں گر جائیں۔"

سگھترا: شرارت کیے جائے گی۔

کملا: کاش کوئی ایسا ہو جو تمہیں بھی نچائے۔

سگھترا: ہٹاؤ۔

کملا: لو میں جا رہی ہوں۔ مقدس غار پر جا کر دعا کروں گی کہ کوئی تمہیں ستانے والا بھی مل جائے۔

کملا چلی گئی۔ سگھترا آگے بڑھ گئی۔ اس سے ذرا فاصلہ پر ایک عورت کھڑی ہوئی غور اور اشتیاق سے راجکماری کو دیکھ رہی تھی۔ یہ بیلا تھی۔ وہ کملا کے پیچھے چل پڑی۔ کچھ دور چل کر اسے جا پکڑا۔ کملا نے اسے دیکھ کر کہا۔ "تم"

بیلا: خاموش۔

وہ چپ ہو گئی۔ یہ دونوں بازار میں سے نکل کر ایک طرف ہو لیں۔ یہاں خیمے تو

بہت تھے اور آدمی کم تھے۔ دونوں ایک جگہ کھڑی ہو گئیں۔ بیلا نے کہا۔ "سگھترا کہاں گئی ہے۔"

کملا: سیر کرنے۔ وہ غار پر آنے والی ہے۔

بیلا: تب چلو۔ ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے وہ مجھے پہچان جائے گی۔

کملا: پھر تم سامنے نہ ہونا۔

بیلا: میرا اس کے سامنے ہونا ٹھیک نہیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ وہ مجھے نہ پہچانے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ پہچان لے۔

کملا: مجھے ہدایات کرو۔ میں اس پر عمل کروں گی۔

بیلا: تم اسے غار سے جنوب کی طرف چٹان تک لے آؤ۔ پھر سب کچھ ہو جائے گا۔

ابھی یہ دونوں باتیں ہی کر رہی تھیں کہ داور کے پیشوا (رانخ) وہاں آ گئے۔ دونوں نے انہیں جھک کر سلام کیا۔ پیشوا نے بیلا سے کہا۔ "تم داور کے مقدس دھار میں دعا میں شریک نہیں ہوئیں؟"

بیلا: میں بیمار تھی۔

پیشوا: دعا میں سب عورتیں شریک نہیں ہوئیں۔ اس لیے بدھ زور خفا ہو گئے۔ تم دونوں یہاں کیا مشورہ کر رہی ہو؟

بیلا: کچھ نہیں۔ ہم دونوں عرصہ کے بعد ملی ہیں۔ ایک دوسری کا حال پوچھ رہی ہیں۔

پیشوا وہاں سے چلے گئے۔ کملا نے کہا "کیا تم چٹان کے قریب ملو گی؟"

بیلا: تم راجکماری کے ساتھ رہنا میں وہیں ہی جاؤں گی۔

کملا: آخر چٹان کے پاس کون ملے گا؟

بیلا: دو مرد ملیں گے۔ وہ سگھترا کو اٹھا کر دوڑ پڑیں گے۔ تم بھی ان کے پیچھے دوڑنا۔ وہ تمہیں بھی لے آئیں گے۔

کملا: کہیں تم مجھے دھوکا نہ دینا۔

بیلا: میں الیاس کی منہ بولی بہن کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔

کملا اس سے رخصت ہو کر آگے بڑھی۔ وہ پھر بازار میں آ گئی اور آہستہ آہستہ چل کر غار پر آئی۔ غار کے چاروں طرف کافی میدان تھا۔ اس میدان میں عورتوں اور مردوں کے خیمے لگ رہے تھے۔ اس قدر بھیڑ تھی کہ اگر کوئی کسی سے الگ ہو گیا تو ہزار کوشش کرنے پر بھی نہ مل سکا۔

کملا ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ وہ سنگھ مترا کا انتظار کر رہی تھی۔ خوش قسمتی سے سنگھ مترا جلد اور اسی راستے سے آگئی جس سے وہ آئی تھی۔ وہ اس طرح کھڑی ہو گئی جیسے اس نے سنگھ مترا کو نہیں دیکھا ہے۔ سنگھ مترا خود اس کے پاس آگئی۔ کملا نے کہا۔ "کیا تم بھی پوجا میں شریک ہونے کے لئے آئی ہو۔ اگر ایسا ہے تو منہ چھپالو۔ ورنہ لوگ تمہاری پوجا شروع کر دیں گے۔"

یہ کہہ کر کملا نے ساڑھی کا پلو اس کے چہرہ پر کھینچ لیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے بھیڑ میں گھس گئی۔ اور لوگوں کو ہٹاتی بڑھی چلی گئی۔ سنگھ مترا کی سہیلیاں اور کنیزیں لوگوں کے جمگھٹ میں الجھ کر رہ گئیں۔

کملا اسے کھینچتی ہوئی چٹان کی طرف چل دی۔ کچھ دور چل کر اور آگے بڑھ کر اکا دکا آدمی رہ گیا۔

سنگھ مترا نے کہا۔ "کہاں جا رہی ہے؟"

کملا:۔ خاموش چلی آؤ۔

وہ اسے چٹان کے پیچھے لے گئی۔ "دفعتاً" دو آدمیوں نے سنگھ مترا کو اٹھایا اور بھاگے۔ کملا ان کے پیچھے بھاگی۔ کچھ دور دو گھوڑے ملے۔ ایک شخص سنگھ مترا کو لے کر ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ دوسرا کملا کو لے کر دوسرے گھوڑے پر اور دونوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھا دیں۔ اسی وقت میلہ میں ڈاہل سے بھاگے ہوئے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے شور مچادیا۔ کہ مسلمانوں نے ڈاہل پر قبضہ کر لیا اور کابل کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔

اس شور کو سن کر لوگوں پر بدحواسی طاری ہو گئی۔ ہر شخص کابل کی طرف بھاگنے لگا۔ عجب طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا۔ سوداگر مال باندھنے، مرد عورتوں کو ڈھونڈنے، عورتیں بچوں کو تلاش کرنے لگیں۔ شور و بکا سے سارا میلہ گونج اٹھا۔ بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ کسی کی بیوی کھو گئی تو کسی کا بیٹا الگ ہو گیا تو کسی کی ماں۔

مہاراجہ اور مہارانی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ کسی نے یہ نہ پوچھا کہ مسلمان کہاں ہیں۔ مہاراجہ نے راجکماری کو دریافت نہ کیا۔ ذرا سی دیر میں میلہ تتر بتر ہو گیا۔

انچاسواں باب

ملاپ

سنگھ مترا کملا کے ساتھ جانے کو شاید کبھی تیار نہ ہوتی اگر اسے راجکمار پشاور سے نفرت نہ ہوتی اور مہاراجہ زبردستی اس کے ساتھ شادی کرنے پر تیار نہ ہو جاتے۔ عورت میں ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ جس سے نفرت کرتی ہے اس کے ساتھ رہنے سے موت کو اچھا سمجھتی ہے۔

سنگھ مترا کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کملا نے اس کے جانے کا کیا انتظام کیا ہے۔ نہ اسے یہ خیال تھا کہ اسے میلہ ہی میں اڑا دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ خوب جانتی تھی کہ میلہ میں بے شمار آدمی ہوتے ہیں۔ اک جم غفیر کے سامنے فوج اور پولیس کی موجودگی میں کس کی شامت آئی ہے جو اسے لے جانے کی جرأت کرے گا۔

لیکن جنہوں نے ایسے لوگ اسے لے جانے پر مقرر کئے جو اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ جن کی اصطلاح میں لفظ "ناممکن" کی گنجائش نہ تھی۔ جو مشکل کام کو آسان اور ناممکن کام کو سہل سمجھتے تھے۔

غرض وہ دونوں سنگھ مترا اور کملا دیوی کو لے کر تیزی سے روانہ ہوئے۔ گھوڑوں پتھروں اور کھائیوں کو پھلانگتے چلے جا رہے تھے کچھ دور دوڑ کر انہوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑیں اور انہیں روک کر چٹان کی ایک کھوہ میں داخل ہوئے۔ یا تو کسی وقت زلزلہ وغیرہ کے صدمہ سے پھٹ گئی تھی یا اس میں قدرتی شگاف تھا۔ اس شگاف کے دوسری طرف چھوٹا سا میدان تھا۔ پندرہ بیس گز مربع ہو گا۔ اس میدان میں کثرت سے درخت کھڑے تھے اور اس کی زمین سبزپوش تھی۔ سواروں نے میدان میں جا کر گھوڑے روکے۔ پہلے وہ اترے۔ پھر انہوں نے سنگھ مترا اور کملا کو اتارا۔ ان دونوں نے کہا "معاف کرنا۔ ہمیں جو حکم دیا گیا تھا ہم نے اس کی تعمیل کی ہے۔ اب تم یہاں اطمینان سے بیٹھو۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمہارے لئے گھوڑے آجائیں گے اور تم آگے سفر کرو گی۔"

وہ دونوں آدمی وہاں سے ہٹ کر شگاف کے دروازہ پر جا کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں ہمہ تن وہاں رہ گئیں۔ سنگھ مترا نے کہا۔ "یہ انتظام تم نے کیا ہے۔"

کملا:۔ نہیں۔ تمہیں خود ہی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

سنگھ مترا:۔ ہمیں کہاں چلنا ہو گا؟

کملا:۔ اسلامی لشکر میں۔

سنگھترا:- میرا دل دھک دھک کر رہا ہے کہیں میں نے غلطی تو نہیں کی ہے۔
کملا:- اگر غلطی کا خیال ہے تو ابھی کچھ نہیں گیا۔ واپس چلو۔ کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ہم کہاں گئی تھیں۔
سنگھترا:- کملا اگر میری شادی کا قصہ پیش نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ آتی۔
کملا:- اور وہ قیدی۔
سنگھترا:- میں اسے بھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔
کملا:- جانتی ہو وہ کون ہے۔
سنگھترا:- ایک مسلمان ہے۔
کملا:- صرف اتنا ہی جانتی ہو۔ وہ تمہارا منگیتر بھی ہے۔
سنگھترا:- پھر دل لگی کی۔
کملا:- میں سچ کہتی ہوں تمہیں خود ہی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اب وہ دونوں آدمی ہٹ آئے۔ انہوں نے کہا۔ "تیار ہو جاؤ تمہارے لئے گھوڑے آ گئے۔"

یہ دونوں مسہری پر بیٹھ گئی تھیں۔ یہ سنتے ہی کھڑی ہو گئیں اور دونوں مردوں کے پیچھے چل پڑیں۔ مردوں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں اور چلے۔ شگاف سے باہر آئے۔ یہاں چار گھوڑے اور کھڑے تھے۔ دو پر سوار تھے اور دو کوتل تھے۔ ان میں سے ایک پر سنگھترا اور دوسرے پر کملا کو سوار کرایا اور یہ سب روانہ ہوئے۔ جس راستہ پر یہ لوگ چلے اس سے نہ کملا واقف تھی اور نہ سنگھترا۔ گھوڑے اتنی تیزی سے چل رہے تھے جس سے ان دونوں نازنین لڑکیوں کو تکلیف نہ ہو۔

رات کو انہوں نے ایک بستی میں قیام کیا اور صبح ہوتے ہی پھر چل پڑے۔ ابھی یہ تھوڑے ہی دور گئے تھے کہ انہوں نے ایک عورت کو سوار اپنے سے آگے جاتے دیکھا۔ وہ بھی تیزی سے جا رہی تھی۔ انہوں نے بھی گھوڑے بڑھا دیئے لیکن اس عورت کو نہ پکڑ سکے۔

دوپہر کے قریب انہوں نے ایک چٹان کے سائے میں قیام کیا۔ کچھ کھایا اور پھر روانہ ہو گئے۔ دن چھپتے ایک گاؤں میں پہنچ کر ٹھہر گئے اور صبح پھر چل پڑے۔ انہوں نے پھر اس عورت کو آگے جاتے دیکھا جسے کل دیکھا تھا۔ سنگھترا نے کہا "یہ کون عورت ہے جو کل سے ہم سے آگے جا رہی ہے۔"

کملا نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ بلو تھی۔ مگر اس نے بتایا نہیں۔ صرف اتنا کہا "یہ بھی مسافرہ معلوم ہوتی ہے۔ چلو بڑھیں۔" انہوں نے گھوڑے تیز کئے۔ لیکن وہ راستہ کے گھوم پر جا کر غائب ہو گئی۔ شام کے وقت یہ سب ایک کھلے میدان میں پہنچے۔ اس میدان میں خیموں کا شہر آباد تھا۔ کملا نے کہا "یہ مسلمانوں کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔"

اسلامی علم دیکھ کر اس نے کہا "میں نے پہچان لیا۔ اسلامی لشکر ہی ہے وہ دیکھو اسلامی جھنڈا لہرا رہا ہے۔"

سنگھترا نے بھی دیکھا۔ اس نے کہا "مجھے تو خوف معلوم ہو رہا ہے۔ مسلمان وحشی ہوتے ہیں۔"

کملا:- مسلمان وحشی نہیں ہوتے۔ بالکل خوف نہ کرو۔

جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے وہ رک گئے۔ یہ دونوں بڑھیں۔ جب لشکر کے کنارہ پر پہنچیں تو انہیں الیاس ملے۔ جوش مسرت سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ سنگھترا نے جب انہیں دیکھا تو اس کے سرخ و سفید چہرہ پر اور بھی سرخی بکھر گئی۔ آنکھوں میں عجیب سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ الیاس نے کہا "زہے قسمت کہ تم آ گئیں۔ خدا کا شکر و احسان ہے۔ لو تم دونوں یہ نقاب چہرہ پر ڈال لو۔"

دونوں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال لئے اور الیاس کے ساتھ لشکر میں داخل ہو گئیں۔ وہ انہیں لے کر اپنے خیمہ پر پہنچے۔ وہاں ان کی امی بڑی بے صبری سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ جوں ہی سنگھترا اور کملا گھوڑوں سے اتر کر ان کے پاس پہنچیں۔ امی نے دوڑ کر سنگھترا کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور جلدی سے کہا "میری بچی' میری رابعہ۔"

سنگھترا حیران رہ گئی۔ لیکن اسے امی کی آغوش میں بڑی راحت محسوس ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد امی اسے خیمہ کے اندر لے گئیں۔ وہاں بلو بھی موجود تھی۔ اس کا جی بھی چاہا کہ سنگھترا کو اپنے کلیجہ سے لگا لے لیکن ضبط کیا امی نے بلو سے کہا "ظالم! میں تمہاری مشکور ہوں۔ تم نے جس طرح رابعہ کو اغوا کر کے میرے دل کو دکھایا تھا۔ آج اسی طرح مجھ کو دکھایا ہے اسے ملا کر میرے دل کو مسرور کیا ہے۔ خدا تمہاری ہر آرزو پوری کرے۔"

سنگھترا امی کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ رہی تھی وہ حیران ہو رہی تھی۔ امی کے کہنے سے وہ بیٹھ گئی۔ کملا نے کہا "تم حیران ہو رہی ہو۔ اب سنو تم کون تھیں ہاں انہیں بتاؤ امی۔"

امی نے کہا "سنگھترا' تیرا نام رابعہ ہے۔ تو مہاراجہ کابل کی بیٹی نہیں ہے۔ میری

ملتی ہے۔ تو بصرہ میں پیدا ہوئی تھی۔"

اس کے بعد انہوں نے تمام حالات بیان کیے۔ رابعہ نہایت غور اور بڑی توجہ سے سنتی رہی۔ وہ اپنے دماغ پر زور دے رہی تھی۔ اسے بھولی ہوئی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ کئی بچپن کے واقعے یاد آ گئے۔ یہ بھی یاد آ گیا کہ اسے کوئی عورت اپنے ساتھ لائی تھی۔ آخر خون نے جوش مارا۔ وہ امی جان سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس قدر روئی کہ گلابی رخسارے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ امی کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے۔ انہوں نے کہا "بیٹی اب نہ رو۔ میں تجھے یاد کر کر کے بہت رو چکی ہوں۔ خدا نے میری فریاد اور زاری پر رحم کیا۔ میری آرزو پوری کی۔ تجھ سے مجھے ملا دیا"

رابعہ نے اپنے آنسو خشک کیے۔ امی نے کہا "یہ بیلا وہ عورت ہے جو تجھے اغوا کر کے لائی تھی۔ کسی بری نیت سے نہیں۔ اسے تجھ سے محبت ہو گئی تھی۔ یہی اب تجھے وہاں سے لائی ہے۔ اس نے میرے دل پر زخم لگایا تھا۔ اسی نے مرہم کا پھایا رکھا ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا۔ تو بھی معاف کر دے۔ خدا بھی معاف کرے!"

اب بیلا نے اسے باقی حالات سنائے اور کہا "بیٹی! کیا تم مجھے معاف کر دو گی؟"

رابعہ :۔ میں نے معاف کیا۔

اس وقت الیاس آ گئے۔ امی نے کہا "یہ میرا بیٹا اور تیرا منگیتر ہے۔ اسے میں نے تیری تلاش میں بھیجا تھا۔ اس نے تیرا سراغ چلایا"

رابعہ نے حیادار دلکش نگاہوں سے الیاس کو دیکھا۔ دلفریب تبسم اس کے ہونٹوں پر پھیل گیا۔ چہرہ روشن ہو کر جاذب نظر بن گیا۔ لیکن وہ نگاہ بھر کر انہیں نہ دیکھ سکی۔ شرما گئی۔ اس کے شرمانے کی ادا بڑی ہی روح کش تھی۔

الیاس کے دل پر چرکا لگا۔ ان کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا۔ انہوں نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔ اس وقت عصر کی اذان ہوئی۔ الیاس نماز پڑھنے چلے گئے۔ امی اور فاطمہ (بیلا) نے بھی وضو کر کے خیمہ میں نماز شروع کی۔ رابعہ حیرت سے دیکھنے لگی۔ اس نے کسی کو اس طرح عبادت کرتے نہیں دیکھا تھا۔ جب یہ دونوں نماز پڑھ چکیں تو رابعہ نے کہا "یہ تم کیا کر رہی تھیں امی؟"

امی :۔ میں خدا کی عبادت کر رہی تھی بیٹی۔

رابعہ :۔ واہ وا۔ یہ عبادت کا کیا طریقہ ہے کبھی کھڑی ہو گئیں۔ کبھی جھک گئیں کبھی سجدہ کر لیا۔ کبھی بیٹھ گئیں۔ پھر سامنے بت تو رکھا ہی نہیں۔ تم نے کس کی عبادت کی۔ کسے سجدہ کیا؟

امی :۔ میری بھولی بیٹی! ہم اس خدا کو سجدہ کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے جو عزت دولت سلطنت سب کچھ دیتا ہے۔ بت بے جان چیز ہے۔ اس کی عبادت کرنا خدا کو ناراض کرنا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ تو بھی مسلمان تھی۔ لیکن تو نے کافروں میں پرورش پائی۔ خود بھی کافر ہو گی۔

رابعہ :۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

رفتہ رفتہ سمجھ جائے گی بیٹی اس کے بعد وہ اور باتیں کرنے لگیں

پچاسواں باب

تلاش

مہاراجہ کابل کے پاس اگرچہ زابل کے حاکم کا خط مدد کے لئے آیا تھا مگر وہ سمجھتا تھا کہ زابل کے حاکم کے پاس کافی فوج ہے۔ مسلمان اسے زیر نہ کر سکیں گے اس لئے اس نے مدد نہیں بھیجی تھی۔ وہ اس فکر میں تھا کہ جب زابل سے دوبارہ مدد کی درخواست آئے گی تب وہ مدد بھیج دے گا اسے خواب میں بھی یہ خیال نہیں تھا کہ مسلمان آسانی سے زابل کو فتح کر لیں گے۔

مگر جب اس نے میلہ میں اچانک سنا کہ مسلمانوں نے زابل کو فتح کر لیا ہے اور کابل کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس لئے وہ بھی قلعہ میں بھاگ کر گھس گئے۔ رانی اور اس کی ساتھی عورتیں بھی گرتی پڑتی پہنچ گئیں۔ میلہ اجڑ گیا اور سارے میلہ والے دوکاندار۔ خریدار تماشائی۔ بازی اور تماشہ والے غرض سب جس طرح بھی ہوا اپنا سامان لے کر قلعہ میں جا پہنچے۔ قلعہ والے بھی سب آ گئے۔ جب سب آ گئے تو قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا گیا۔ دروازہ پر پہرہ لگ گیا اور فصیل پر فوجیں چڑھ گئیں۔

جب راجہ اور رانی کو قدرے اطمینان ہوا تو انہوں نے سمرا کو تلاش کیا۔ اس کے جھونپڑے محل میں دیکھا۔ رنواس میں دیکھا۔ غرض ہر جگہ دیکھ لیا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ فوراً قلعہ اور شہر میں اس کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن کچھ سراغ نہ چلا۔

سمرا کی سہیلیوں اور کنیزوں کو بلا کر ان سے دریافت کیا۔ جن سہیلیوں اور کنیزوں

کو سنگمترا نے سامان خرید کر دیا تھا انہوں نے کہہ دیا کہ وہ سامان لیکر چلی آئی تھیں۔ انہیں پتہ نہیں۔ جو سہیلیاں اور کنیزیں راجکماری کے ساتھ رہ گئی تھیں انہوں نے بیان کیا کہ وہ راجکماری کے ساتھ مقدس غار پر گئی تھیں۔ کملا بھی وہاں مل گئی تھی۔ وہ دونوں بھیڑ میں گھس کر الگ ہو گئیں اسی وقت مسلمانوں کے آنے کا شور ہوا۔ مجمع بھاگنے لگا۔ انہوں نے راجکماری کو تلاش کیا۔ ہر چند ڈھونڈا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ سمجھیں کہ وہ دونوں قلعہ میں چلی گئیں۔ اسی خیال سے چلی آئیں۔

اب راجہ اور رانی کا اضطراب بڑھنے لگا۔ فکر و پریشانی نے ان پر غلبہ کر لیا۔ مہاراجہ نے وزیر اور سپہ سالار کو بلا کر راجکماری کی گمشدگی کا حال سنایا سپہ سالار نے کہا "ممکن ہے وہ قلعہ سے باہر رہ گئی ہوں۔ میں خود فوجی دستہ لے کر جاتا ہوں یقین ہے وہ مل جائیں گی۔"

وزیر نے مہاراجہ کو تسلی دی اور سپہ سالار سے کہا "مقدس غار کے چاروں طرف چٹانوں کی سرحد تک دیکھ لینا اور مقدس غار کے اندر بھی سپاہیوں کو اتار دینا۔ راجکماری وہیں کہیں چھپی ہوں گی۔ یہ بڑی غلطی ہوئی کہ بھاگتے وقت راجکماری کو نہیں دیکھ لیا گیا۔

وزیر نے گویا در پردہ مہاراجہ پر یہ الزام لگایا تھا۔ مہاراجہ کو ندامت تو ہوئی لیکن انہوں نے فوراً ہی کہا "یہ غلطی محافظوں (پولیس والوں) اور فوجیوں کی ہے۔ انہیں وہاں رہ کر یہ دیکھ لینا چاہیے تھا کہ کوئی باہر تو نہیں رہ گیا۔ سب کے بعد انہیں آنا چاہیے تھا۔"

وزیر :۔ ان داتا کا فرمانا درست ہے۔ ان بدبختوں نے بڑی غلطی کی ہے۔ لیکن گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ سینا پتی (سپہ سالار) راجکماری کو ڈھونڈھ لائیں گے سپہ سالار وہاں سے چلا اور ایک ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا۔ اس نے جنگل کا کونہ کونہ چھان ڈالا۔ غار کے چاروں طرف دیکھا۔ اپنے سپاہیوں کو چٹانوں پر چڑھا دیا۔ پہاڑ پر بکھیر دیا لیکن نہ راجکماری ملی نہ کملا۔ نہ کوئی اور لڑکی عورت یا مرد ملا۔ اس نواح میں چڑیا بھی نہیں تھی۔ یہ سب لوگ اچھی طرح دیکھ بھال کر دن چھپنے کے قریب واپس آئے۔

مہاراجہ اور مہارانی کی نگاہیں دروازہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں سپہ سالار کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی بھوک پیاس اڑ گئی تھی۔ سخت غمگین اور سنجیدہ تھے۔ جب سپہ سالار تنہا آیا تو ان کے دلوں پر چوٹ لگی۔ مہاراجہ نے جلدی سے پوچھا "کیوں؟"

"نہیں ان داتا" سپہ سالار نے کہا اور پھر اپنی کارگزاری جتانے کیلئے کہا "میں نے جنگل، غار، پہاڑ کا اور چٹانوں کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا مجھے وہاں چڑیا بھی نہیں ملی۔"

وفعتہ رانی نے چیخ ماری اور ہائے سنگمترا کہہ کر بیہوش ہو گئی۔ راجہ نے جھپٹ کر اسے سنبھالا۔ کئی کنیزوں کی مدد سے اسے بستر پر لٹا دیا۔ راجہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ اس نے کہا "راجکماری کہاں گئی۔ کون اسے لے گیا۔ کیا ایسا تو نہیں کہ کوئی اس کی تلاش میں تھا اور موقع پا کر لے اڑا۔ اگر سنگمترا چلی گئی تو سمجھو اس خاندان کی۔ اس قلعہ کی۔ اس قوم کی۔ اس ملک کی خوش حالی اور خوش اقبالی چلی گئی۔ جب سے وہ آئی تھی خوشی دولت۔ ثروت۔ حشمت۔ فارغ البالی اور بے فکری نے ڈیرا جمایا تھا ایسی خوش اقبال لڑکی شاید ہی دوسری ہو۔"

وزیر اور سپہ سالار دونوں نے راجہ کو تسلی دینی شروع کی۔ کئی کنیزیں راج وید (شاہی طبیب) کو بلانے چلی گئیں۔ راجہ نے وزیر سے کہا "جھوٹی تسلیوں سے دل کو تسکین نہیں ہوا کرتی میرے دل میں ہوک سی اٹھتی ہے۔ سینہ شق ہو گیا ہے کلیجے کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اگر وہ آنے والی ہوتی تو یہ حالت نہ ہوتی۔"

وزیر :۔ کبھی کبھی جھوٹی تسلیوں سے بھی دل کو تسکین دینا پڑتا ہے۔ مہاراج سوچیں کہ ایک طرف راجکماری کا غم ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے حملے کی پریشانی ہے۔ تردد اور پریشانی بڑھ رہی ہے۔ اگر راجکماری کے غم میں سوگ مناتے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے تو مسلمانوں کا مقابلہ پوری طرح نہ کر سکیں گے اور جب پوری طرح مقابلہ نہ ہو سکے گا تو کامیابی اور فتح کی کیا امید ہے اسلئے میری درخواست ہے کہ راجکماری کی تلاش کے ساتھ ساتھ مقابلہ کی بھی تیاری ہوتی رہے۔ اگر فوجوں کی ہمت افزائی نہ کی گئی تو ان کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔

راجہ :۔ تمہاری گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ تم بھی راجکماری کی واپسی سے ناامید ہو گئے ہو۔

وزیر :۔ نہیں۔ میں ناامید نہیں ہوں۔ بلکہ میرا دل کہتا ہے کہ آج یا کل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں وہ ضرور آ جائیں گی۔ اتنے میں وہ آ گئیں۔ مہاراجہ مقابلہ کی تیاری میں مصروف ہوں اس سے طبیعت بھی بہلی رہے گی اور غم بھی ہٹ جائے گا۔

راجہ :۔ میں بھی جو مجھ سے ہو سکے گا کروں گا لیکن تم ہوشیاری سے سب کام انجام دیتے رہنا۔

اسی وقت راج وید آیا اس نے رانی کی نبض دیکھی اپنے ساتھ دواؤں کی صندوقچی لایا تھا۔ اس میں سے دوا نکال کر پلائی۔ ایک اور دوا نکال کر سنگھائی۔ تھوڑی دیر میں رانی

کو ہوش آگیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ دیر خاموش پڑی رہی۔ پھر اچانک چلائی "سنگمترا کہاں ہے؟"

راجہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا "آرہی ہے ذرا تسلی رکھو۔"

رانی کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا "بچی میری سنگمترا اب نہ آئیگی قصور میرا ہے۔ کیوں میں نے اسے الگ جانے دیا"

راجہ اور وزیر اسے تسلی دیتے رہے۔ وہ اس وقت تک روتی رہی جب تک آنسوؤں کا آخری قطرہ بھی آنکھوں سے خارج نہ ہو گیا۔ جب آنکھ میں آنسو نہ رہے تو روتی ہی گیا۔ اب وہ آہیں اور سسکیاں بھرنے لگیں۔ بہت کچھ کہنے سننے پر وہ خاموش ہو گئی اور کچھ دیر کے بعد سو گئی۔

دوسرے روز صبح کو راجہ کچھ فوج لے کر خود سنگمترا کو تلاش کرنے گیا۔ اس نے دور دور تک تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ دوپہر کے بعد واپس چلا گیا۔ اب راجہ کا یہ وطیرہ ہو گیا کہ صبح کو فوج کا ایک دستہ لے کر نکل جاتا اور دن ڈھلے واپس آتا۔

ایک روز اسے ایک پہاڑی چرواہے نے بتایا کہ راجکماری اور ایک لڑکی دو سواروں کے ساتھ زابل کی طرف جا رہی تھیں۔ راجہ نے اس سے طرح طرح سے جرح شروع کر دی۔ مثلاً یہ کہ راجکماری کسی چیز سے بندھی ہوئی تو نہیں تھی۔ گرفت کر کے تو نہیں لے جائی جا رہی تھی۔ رو تو نہیں رہی تھی سوار اس پر سختی تو نہیں کر رہے تھے۔ وغیرہ

چرواہے نے کہا میں نے اچھی طرح راجکماری کو دیکھا تو وہ آزاد تھیں گھوڑے پر سوار تھیں۔ رونا تو درکنار آزردہ بھی نہیں تھیں۔ ہنسی خوشی جا رہی تھیں۔

راجہ نے: کیا کیا سنگمترا تو نے تو خود موت کے منہ میں چلی گئی۔ زابل میں تو وحشی مسلمان ہیں۔ وہ تجھے ضرور گرفتار کر لیں گے۔

اب راجہ بالکل مایوس ہو گیا۔ وہ لوٹ آیا اور اس نے رانی سے تمام حال بیان کر دیا۔ رانی کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔

اکیاونواں باب

جنگ کا آغاز

جس روز راجہ کو چرواہے سے راجکماری کا حال معلوم ہوا اس کے دوسرے روز اسلامی لشکر کابل کے سامنے آ دھمکا۔ مسلمانوں نے پہاڑی قطع پر جو اونچا نیچا تھا خیمے نصب کئے۔ راجہ نے قریب کے برج میں بیٹھ کر ان کی تعداد کا اندازہ کیا مسلمان آٹھ ہزار سے بھی کم رہ گئے تھے۔ کچھ تو شہید ہو گئے تھے۔ کچھ ان قلعوں میں چھوڑ دئیے گئے تھے جنہیں فتح کیا تھا۔ اس وقت عبدالرحمٰن کے علم کے نیچے مشکل سے سات ہزار مجاہدین تھے۔

راجہ نے آٹھ دس ہزار کا اندازہ کیا۔ اس کے پاس جنگجو لوگ پچیس ہزار سے بھی زیادہ تھے۔ اسے یہ خیال ہوا کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے سکے گا۔ چنانچہ اس نے وزیر اور سپہ سالار کو بلا کر حکم دیا کہ اگلے روز صبح ہوتے ہی آدھا لشکر قلعہ سے باہر میدان میں نکلے وہ خود بھی نکلے گا اور مسلمانوں پر حملہ کرے گا۔

وزیر نے سمجھایا "مسلمان بڑے بہادر اور جفاکش ہیں۔ ان سے میدان میں نکل کر مقابلہ کر کے کامیابی حاصل ہونا مشکل ہے۔ کابل کا قلعہ بہت مضبوط ہے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیجئے۔ مسلمان خود ہی ٹکریں مار کر چلے جائیں گے۔ جب وہ واپس جانے لگیں تب ان پر حملہ کر دیجئے۔"

راجہ کو اس کی یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ اس نے کہا "میں یہ بزدلی کی باتیں سننا نہیں چاہتا میں نے جو حکم دیدیا ہے اس کی تعمیل کی جائے۔"

اب کچھ کہنے سے فائدہ نہیں تھا۔ اس لئے وزیر اور سپہ سالار دونوں خاموش ہو گئے۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی کابل کے قلعہ کا پھاٹک کھلا اور سواروں کا سیلاب میدان کی طرف بہنا شروع ہوا۔

مسلمان نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اہل کابل کو میدان میں نکلتے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ وہ بھی جلدی جلدی مسلح ہو کر میدان میں نکل آئے ایک طرف کابلیوں نے صف بندی شروع کی۔ دوسری طرف مسلمان صف بستہ ہوئے جب فریقین صف بندی کر چکے تو عبدالرحمٰن نے صفوں کے آگے نکل کر گھوڑے کو کاوا دیا شمال سے جنوب تک اور جنوب سے شمال تک دو چکر لگائے۔ اس کے بعد وہ درمیانی صف میں کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہا۔

"یا ایہا المجاہدین! اے مجاہدین! یہ وہ قلعہ ہے جس کا راجہ اپنی فوج اپنی دولت اپنی سلطنت اور اپنی قوت پر مغرور ہو کر مسلمانوں پر اس لئے حملہ کرنا چاہتا تھا کہ انہیں ختم کر دے۔ اسلام کو مٹا دے وہ یہ نہیں جانتا کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی حق آ گیا۔ باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی والا تھا۔"

اسلام حق ہے۔ کفر و الحاد باطل ہے۔ باطل مٹ رہا ہے اور اسلام فروغ پا رہا ہے۔ خدا کی قسم اسلام قیامت تک نہ مٹے گا۔ خواہ دنیا بھر کی شیطانی طاقتیں مل کر بھی کیوں نہ کوشش کریں۔ کفار یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام وہ مشعل نہیں ہے جو پھونکوں سے بجھا دی جائے۔

شیران اسلام! کابل کے راجہ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان کم ہیں اور اس کی سپاہ زیادہ۔ قلعہ سے نکل کر مقابلہ کی جرات کی ہے۔ پروردگار کی قسم وہ یہ نہیں سمجھا کہ ان مجاہدین اسلام کو عرب کی شیرنیوں نے دودھ پلا کر پرورش کیا ہے۔ عرب کے فرزند شیر کے بچے ہیں۔ یہ خدا کے سوائے اور کسی طاقت سے نہیں ڈرتے۔

مجاہدین اسلام!!! صف بندی ہو چکی ہے جہاد شروع ہونے والا ہے تم جہاد ہی کے لئے تو اتنی تکلیفیں برداشت کر کے وطن سے آئے ہو۔ شہادت تمہاری عین تمنا ہے۔ تمہارے لئے جنتیں آراستہ کر دی گئی ہیں۔ بہشتوں کے دروازے کھل گئے ہیں حوریں سنگھار کر کے تمہاری منتظر ہو بیٹھی ہیں۔ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جہاد کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرو اور جنت کے مستحق بن جاؤ۔"

ادھر عبدالرحمٰن کی تقریر ختم ہوئی ادھر کابل کی فوج میں طبل جنگ بجا ساتھ ہی عجیب طرز کے سریلے باجے بجنے لگے اور کابلی فوجوں نے آہستہ آہستہ پیش قدمی شروع کی۔
عبدالرحمٰن تک لشکر میں چلے گئے۔ انہوں نے بھی لشکر اسلام کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ مجاہدین بڑی شان سے بڑھے۔ چونکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے اس لئے درمیانی فاصلہ بہت جلد طے ہو گیا اور دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔

کابل کی فوج میں اب بھی باجے بج رہے تھے۔ کابلی نیزے تان کر بڑھے۔ مسلمانوں نے اپنے امیر کی طرف دیکھا۔ وہ حملہ کے اشارے کے منتظر تھے۔ امیر نے پہلا نعرہ لگایا۔ مسلمان ہوشیار ہو گئے۔ دوسرا نعرہ لگایا انہوں نے بھی نیزے سنبھال لیے اور جب انہوں نے تیسرا نعرہ لگایا تو مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا نعرہ اس شور سے لگایا کہ زمین ہل گئی۔ پہاڑ لرز گیا قلعہ کانپ گیا اور دشمن کی فوج اچھل پڑی۔

نعرہ لگاتے ہی مسلمانوں نے جھپٹ کر نیزوں سے حملہ کیا۔ کابلی بھی نیزے ہاتھوں میں لئے تیار تھے۔ انہوں نے بھی نیزوں سے وار کیا۔ دونوں فریق کے نیزے [illegible] گئے۔ کچھ مسلمان زخمی ہوئے لیکن کابل والوں کی بھاری تعداد نیزوں کے پھل کھا کر لیٹ گئی۔ مسلمانوں نے اپنے نیزے کھینچے۔ بعض نیزوں کے پھل کابلیوں کے جسموں میں

پیوست رہ گئے بانس ٹوٹ کر ہاتھوں میں آ گئے۔ بعض پھل ناکارہ ہو کر دوبارہ وار کرنے کے قابل نہ رہے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر نیزے پھینک دیئے اور تلواریں میانوں سے نکال کر سختی سے حملہ کر دیا۔ تلواریں اور پھر عرب کی تلواریں جو سب سے بڑھ کر کاٹ کرتی تھیں اور شہ زور عربوں کے ہاتھوں میں آ کر تو وہ قتل کرنے کی مشین ہی بن جاتی تھیں۔ بے دریغ کافروں کو قتل کرنے لگیں۔

کابلی بھی بڑے طاقتور اور نہایت جنگجو تھے انہوں نے بھی سختی سے حملے شروع کئے۔ لیکن اپنے حملوں میں مسلمانوں کی سی شان پیدا نہ کر سکے۔ ان کی تلواریں بھی کاٹ کر رہی تھیں۔ لیکن معمولی طریقہ پر کوئی اکا دکا مسلمان شہید ہو جاتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی تلواریں بجلی کی تیزی سے چل رہی تھیں اور سروں پر سر اور دھڑوں کے دھڑ کاٹ کاٹ کر گرا رہی تھیں۔ لاشیں تڑپ رہی تھیں۔ خون کے پرنالے بہہ رہے تھے اور مسلمان جھپٹ جھپٹ کر حملے کر کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہے تھے۔ جب کوئی مسلمان کسی کافر کو مار ڈالتا تھا تو جلدی سے دوسرے پر ٹوٹ پڑتا تھا اور اسے قتل کر کے تیسرے پر جا جھکتا تھا۔
گویا ہر مسلمان یہ چاہتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ دشمنوں کو قتل کر کے خدا کے حضور میں سرخ روئی حاصل کر لے۔

الیاس بیچ میں تھے۔ ان کے ہاتھ میں علم تھا۔ وہ بائیں ہاتھ سے علم سنبھالے تھے اور داہنے ہاتھ سے حملے کر رہے تھے۔ خدا نے ان کے بازوؤں میں اتنی قوت دی تھی کہ جس شخص پر وار کرتے تھے اس کے دو ٹکڑے کئے بغیر نہ رہتے تھے جس پر ان کی تلوار پڑتی تھی نرم گھاس کی طرح اسے کاٹ ڈالتی تھی۔ انہوں نے کئی دشمنوں کو خاک و خون میں ملا دیا تھا۔ دشمنوں کے خون کے چھینٹے ان کے لباس اور جسم پر پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔ وہ سر سے پیر تک خون میں رنگے جا چکے تھے۔ جوں جوں وہ قتل کرتے جاتے تھے ان کا دل اور بڑھتا جاتا تھا اور وہ اور بھی تیزی اور پھرتی سے حملے کرتے جاتے تھے۔

وہ قتل و خون ریزی میں ایسے مصروف ہو گئے تھے کہ اپنی حفاظت کا خیال نہ رہا تھا۔ ایک مجاہد نے انہیں ٹوکا اور کہا "یاسید (اے سردار) اپنی حفاظت کا خیال رکھو۔ کہیں خدانخواستہ کسی کافر کی تلوار کارگر نہ ہو جائے۔"

الیاس نے کہا "میں ایسا خوش قسمت کہاں ہوں میرے دوست مجھے جہاد کرنے دو۔ خدا کی قسم جتنی خوشی مجھے اس وقت دشمنوں کو قتل کر کے ہو رہی ہے کبھی نہ ہوئی تھی"
یہ کہتے ہی انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا اور ایک دشمن کو کھیرے کی طرح

کاٹ ڈالا۔ ان کے نعرے کی آواز سن کر تمام مسلمانوں نے سنبھل کر نعرہ لگایا اور نہایت شدت سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں بےشمار کافر مارے گئے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اور سختی سے حملہ کر کے ان کی بھاری تعداد قتل کر ڈالی۔

اس وقت کافروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمان بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ الیاس ایک ایک وار میں دو دو کو اڑانے لگے اتفاق سے ایک کافر کی تلوار الیاس کے شانہ پر پڑی وہ لڑکھڑا کر گرے چند مسلمانوں نے دوڑ کر انہیں سنبھالا۔ اب دشمن پسپا ہو گیا لیکن مسلمانوں نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ وہ الیاس کی فکر میں لگ گئے۔

باون واں باب

سحر حسن

الیاس کے کافی گہرا زخم آیا تھا۔ لیکن وہ بے ہوش نہیں ہوئے تھے البتہ تکلیف اتنی تھی کہ وہ بے چین تھے ان کے زخمی شانہ سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ ایک مجاہد نے خون بند کرنے کے لئے زخم ملا کر عمامہ کی پٹی زور سے کس دی اس تدبیر سے خون نکلنا بالکل بند تو نہیں ہو لیکن بڑی حد تک کمی ہو گئی۔

اگرچہ الیاس کو سخت تکلیف تھی لیکن انہوں نے پھر بھی اپنی قریب والوں سے دشمنوں کا تعاقب کرنے کے لئے کہا۔ ان سے لوگوں نے کہہ دیا امیر نے تعاقب کی ممانعت کر دی ہے۔ وہ خود یہاں آ رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں عبدالرحمٰن وہاں آ گئے۔ انہوں نے ان کی کیفیت دیکھ کر کہا "جلد انہیں ان کے خیمے پر پہنچاؤ اور ابو طیب سے کہو وہ ان کا علاج شروع کریں۔"

ابو طیب نہایت ہوشیار ڈاکٹر تھے۔ لوگ الیاس کو اٹھا کر لے چلے جب ان کے خیمے پر پہنچے تو وہ بیہوش ہو گئے تھے امی ان کی لاش سی دیکھ کر ایک دفعہ تو دہل گئیں۔ لیکن فوراً ہی انہیں خیال آیا کہ ان کا بیٹا جہاد میں زخمی ہوا ہے۔ ان کے دل کو ایک گونہ تسلی ہو گئی مگر محبت مادری نے پھر جوش کیا اور وہ ان کی اوپر جھک گئیں۔ ان کی آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے کہا "بیٹا! الیاس! آنکھیں کھولو۔ دیکھو تمہاری امی تمہاری بالیں پر کھڑی ہے۔ میرے چاند مجھے دھوکا دے کر چھپ نہ جانا۔ میں تمہارے لئے جیتی تھی۔ تم میرے لئے جینا۔"

ان کے پیچھے کملا اور کملا کے برابر رابعہ کھڑی تھی۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں جاری تھیں۔ سامنے بیلا (قاتلہ) کھڑی تھی۔ وہ بھی رو رہی تھی۔ الیاس کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن انہیں خبر نہ تھی۔ وہ بیہوش تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں ابو طیب چند آدمیوں کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ یہ عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔ ابو طیب چند آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ الیاس کے زخم سے اب تک خون جاری تھا ابو طیب نے ان کی پہلی نبض دیکھی۔ پھر پٹی کھول کر زخم دیکھا۔ وہ کچھ خاموش ہو گئے ایک مجاہد نے کہا "کیا زخم کی حالت نازک ہے؟"

ابو طیب:۔ ہاں زخم گہرا ہے۔ خون زیادہ خارج ہو گیا ہے۔ خیریت یہ ہے کہ یہ نوجوان اور طاقتور تھے۔ ورنہ یہ زخم کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی جان لے چکا ہوتا۔

انہوں نے الیاس کی عبا شانہ کے اوپر سے چاک کی اول زخم اچھی طرح دھویا۔ پھر مرہم لگا کر پٹی کس دی اور بلند آواز سے کہا "میں الیاس کے تیمارداروں کو ہدایت کرتا ہوں کہ رات اور دن ان کی نگرانی کریں۔ یہ حرکت نہ کرنے پائیں۔ اگر ذرا بھی غفلت کی تو ان کی جان کا اندیشہ ہے۔"

ابو طیب اور ان کے ساتھ آنے والے وہاں سے چلے گئے۔ امی، بیلا، کملا اور رابعہ وہاں آ گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ الیاس کا چہرہ زرد ہو گیا ہے۔ یہ تبدیلی یا تو انہوں نے پہلے نہیں دیکھی تھی اب نظر آئی۔ یا در اصل اب ان کے چہرہ پر زردی چھا گئی۔ ان کی امی کا دل دھک سے ہو گیا۔ پھر ان کے آنسو جاری ہو گئے وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو انہیں تسلی دیتا۔ سب الیاس سے محبت کرتے تھے اور سب کے سب ہی غمگین اور پریشان تھے۔

امی الیاس کے پاس بیٹھ گئیں۔ ان کے ایک طرف رابعہ اور دوسری طرف کملا بیٹھ گئی سامنے بیلا بیٹھی۔ سب کی نگاہیں ان کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ بیلا نے کہا "نوجوان مجاہد! مجھے احساس نہیں تھا کہ مجھے تجھ سے کس قدر محبت ہو گئی ہے۔ میں تجھے بیٹے سے زیادہ چاہنے لگی ہیں۔ میرا دل بے ایمان ہوتا جاتا ہے۔ میرے بیٹے مجھے دھوکا نہ دے جانا۔"

اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ امی بھی زار زار رونے لگیں۔ کملا اور رابعہ کے آنسو تو تھمتے بھی نہ تھے۔

اسی وقت امیر کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ کملا اور رابعہ ہٹ گئیں۔ امی اور بیلا بیٹھی رہ گئیں انہوں نے چہروں پر نقاب ڈال لئے۔ امیر خیمہ میں آئے۔ انہوں نے الیاس کو

دیکھا۔ ان کی کیفیت دیکھ کر انہیں بھی صدمہ ہوا۔ لیکن انہوں نے اپنا غم ظاہر نہ ہونے دیا۔ ضبط کیا اور امی سے کہا "محترم خاتون! میں جانتا ہوں بیٹے کی حالت دیکھ کر تمہاری کیا کیفیت ہو گی۔ تمہارا دل خون کے آنسو رو رہا ہو گا۔ مگر ہم مسلمان ہیں۔ اسلام جزع و فزع۔ زاری اور بین کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تم پر مصیبت آئے تو تم **انا للہ وانا الیہ راجعون** "یعنی جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔" پڑھ لیا کرو اور **استعینوا بالصبر والصلوۃ** "یعنی صبر اور نماز سے مدد چاہا کرو۔" نماز پڑھ کر الیاس کی بہتری کی دعا مانگو۔ دیکھو گھبرا نہ جانا۔ خدا امتحان لیا کرتا ہے۔ بہت سے مسلمان میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ لیکن الیاس زخمی ہو کر آ گئے ہیں۔ خدا کو تمہارا امتحان لینا منظور ہے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے تمہیں ایک امانت دی ہے جب تک یہ امانت تمہارے پاس رہے اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کرو۔ اگر خدا اپنی امانت واپس لے لے تو غم نہ کرو۔ یا غم بھی کرو تو شکوہ شکایت نہ کرو۔ بین اور ماتم نہ کرو۔ جو ایسا کرتا ہے وہ خدا سے لڑتا ہے۔ ایک مسلمان خدا سے ہرگز نہیں لڑ سکتا۔"

امیر نصیحت کر کے اور الیاس کی دیکھ بھال کرنے کی ہدایت کر کے چلے گئے امی اور بلا نے نقاب اتار کر رکھ دیے۔ کملا اور رابعہ آ کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت امی کے دل کو کچھ صبر آ گیا۔ وہ اور سب خاموش بیٹھ گئیں۔

دن گذر گیا اور رات آ گئی۔ الیاس کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ آدھی رات تک چاروں بیٹھی رہیں۔ آدھی رات کے بعد کملا اور رابعہ نے امی اور بلا کی منتیں کر کے انہیں آرام کرنے کی ترغیب دی۔ اگرچہ دونوں آرام کرنا نہ چاہتی تھیں لیکن ان کے مجبور کرنے سے مان گئیں اور دوسرے خیمہ میں چلی گئیں۔ امی نے تہجد کی نماز شروع کر دی۔ بلا پڑ گئی۔

جب ایک تہائی رات باقی رہ گئی اور چاند نکل کر نور کی بارش کرنے لگا۔ سفید چاندنی چھٹک گئی تو خیمہ کے اندر کافی روشنی پھیل گئی۔ اب تک رابعہ چپ بیٹھی رہی تھی۔ اس کی نگاہیں الیاس پر جمی ہوئی تھیں۔ اب اس نے کملا سے کہا "کملا! کیا یہ اچھے ہو جائیں گے؟
"

کملا :۔ امید تو ہے۔ بدھ بھگوان سے دعا مانگو۔

رابعہ :۔ تجھے معلوم ہے کملا داور کے دھار میں بدھ بھگوان کے سامنے فتح کی دعا مانگی گئی تھی۔ مگر بھگوان نے مدد نہ کی۔ داور مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ میرے دل میں یہ شبہ ہونے

لگا ہے کہ ہم جس کی پوجا کرتے ہیں وہ ہماری دعائیں سنتا بھی ہے یا نہیں۔

کملا :۔ ضرور سنتا ہے۔

رابعہ :۔ اگر سنتا ہے تو میں نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں سے ایک بھی پوری کیوں نہیں ہوئی۔

کملا :۔ سب دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں۔

رابعہ :۔ کملا! تو نے دیکھا بھی ان کا چہرہ تو بالکل زرد ہو رہا ہے۔

کملا :۔ خون کیا تھوڑا نکلا ہے۔ سرخی تو خون کی ہوتی ہے۔

جی چاہتا ہے میں ان پر سے قربان ہو جاؤں۔

کملا :۔ تم اتنے دنوں سے یہاں آئی ہو۔ کیا کبھی پہلے بھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا۔

رابعہ :۔ نہیں۔

کملا :۔ تم اگر چاہو تو یہ ابھی ہوش میں آ جائیں۔

رابعہ :۔ کس طرح؟

کملا :۔ ان کے اوپر جھک جاؤ۔ تمہارے جسم کی خوشبو ہزار نسخوں کا کام دے گی۔

رابعہ :۔ تو بڑی شریر ہے۔

کملا :۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔

رابعہ :۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان سے میں لپٹ جاؤں۔

کملا :۔ ایسی غلطی نہ کرنا۔ انہیں حرکت نہیں ہونی چاہیے۔ تمہارے لپٹنے سے ان کے زخم میں حرکت ہو گی۔

رابعہ :۔ جی چاہتا ہے خوب روؤں۔

کملا :۔ یہ میرے بھائی ہیں رونے کو تو میرا بھی جی چاہتا ہے۔ لیکن رونے سے کیا فائدہ۔ ہمیں تو ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس سے انہیں ہوش آ جائے۔

رابعہ :۔ ایسی تدبیر کیا ہے؟

کملا :۔ وہی جو میں نے بتائی۔ ان پر جھک جاؤ۔ پھر تماشہ دیکھو۔

رابعہ نے کملا کا کہنا مان لیا۔ الیاس پر جھک گئی۔ دیر تک جھکی رہی پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر انہیں ہوش نہیں آیا۔ رابعہ نے کہا "نہیں آیا ہوش۔"

کملا :۔ آ جائے گا۔

دونوں الیاس کو دیکھتی رہیں۔ نہ معلوم رابعہ کو کیا خیال ہوا۔ کچھ از خود رفتہ ہو کر جھکی اور آہستہ سے ان کے سینہ پر سر رکھ دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں الیاس نے آنکھیں کھول دیں۔ کملا نے کہا "مبارک ہو وہ ہوش میں آ گئے۔"

رابعہ نے اٹھ کر دیکھا۔ وہ واقعی اس حور وش کو دیکھ رہے تھے۔

ترپن واں باب

دوسرا حملہ

کئی روز میں جا کر الیاس اس قابل ہوئے کہ ان کی زندگی کی امید ہو چلی۔ اس عرصہ میں ہی۔ فاطمہ (ہیلا) کملا اور رابعہ نے ان کی تیمارداری میں دن اور رات کو ایک کر دیے۔ خصوصاً رابعہ سارا سارا دن اور ساری ساری رات جاگتی رہی۔ سب سے زیادہ تیمارداری اس نے کی۔ اس نے ہی کو رات کو مطلق نہیں جاگنے دیا۔

ابو طیب نے بھی بڑی کوشش اور جانفشانی سے علاج کیا۔ امیر عبدالرحمن بھی قریب قریب روز ہی عیادت کے لئے آتے رہے۔

الیاس یوں تو سب ہی کے مشکور تھے لیکن رابعہ کے خاص طور پر شکر گزار تھے۔ اس پری تمثال کو دیکھ کر ان کا رواں رواں خوش ہو جاتا تھا۔ زخم مندمل ہونے لگا تھا۔ حرارت میں بھی کمی آ گئی تھی۔ چہرے کی زردی بھی دور ہونے لگی تھی۔ غرض وہ روبہ صحت تھے۔

کابل والے قلعہ کے باہر ہی خیمہ زن تھے انہوں نے بھی پھر حملہ نہیں کیا تھا وہ شاید اس انتظار میں تھے کہ مسلمان حملہ کریں لیکن مسلمان ان کے حملہ کا انتظار کر رہے تھے۔

اسی انتظار میں قریباً ایک مہینہ گزر گیا اس عرصہ میں الیاس کی طبیعت اور اچھی ہو گئی اور اب وہ اٹھ کر چل قدمی کرنے لگے بخار بالکل جاتا رہا طاقت عود کرنے لگی۔

کابل والے جب انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو ایک روز مہاراجہ نے اپنے مشیروں، امیروں اور فوجی افسروں کو بلا کر کہا "ہماری تدبیر نے کام نہ دیا ہم اب تک اسی فکر میں رہے کہ کسی روز مسلمانوں کو غافل دیکھیں تو ان پر حملہ کر دیں لیکن وہ رات کو بھی ہوشیار رہتے ہیں اور دن کو بھی۔ جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کی تعداد آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہے ہمارے پاس ان سے کتنا لشکر ہے اب ہم کب تک

انتظار کرتے رہیں"

سپہ سالار نے کہا۔ "میں نے پہلی ہی لڑائی میں یہ اندازہ کر لیا ہے کہ ہمارے سپاہی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ان پر ان کا رعب طاری ہو گیا ہے"

مہاراجہ پھر کیا ہو؟

سپہ سالار اگر ممکن ہو تو مصالحت کر لی جائے۔

مہاراجہ بگڑ گئے۔ انہوں نے کہا۔ "میری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا"

سپہ سالار تب انتظار فضول ہے۔ فوراً حملہ کر دینا چاہئے۔

پیشوا لیکن جب کہ سپاہیوں پر بزدلی سوار ہے ان پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا ہے حملہ کا کیا نتیجہ ہو گا۔

مہاراجہ سپہ سالار کی معلومات درست نہیں ہیں۔ کابلی اور عربوں سے ڈر جائیں ناممکن ہے۔

پیشوا میرے خیال میں تو مصالحت ہی مناسب تھی۔

مہاراجہ پیشوائے اعظم! مصالحت واقعی مناسب ہے لیکن ہند پر ہمارے لوگوں نے جو رعب و داب قائم کیا ہے وہ جاتا رہے گا اس لئے قسمت آزمائی ضروری ہے۔

پیشوا بہتر۔ قسمت آزمائی کر لیجئے۔

مہاراجہ آج تمام لشکر کو حکم پہنچا دیا جائے کہ کل حملہ ہو گا۔ ہر افسر اور ہر افسر کا رسالہ پر زور حملہ کرے جو لوگ بزدلی کریں گے جرات و ہمت سے کام نہ لیں گے انہیں موت کی سزا دی جائے گی ہمارا یہ حکم ہر افسر اور ہر سپاہی کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔

سپہ سالار دونوں احکام کی تعمیل کی جائے گی۔

چنانچہ اسی روز سارے لشکر میں حملہ کی منادی کرا دی گئی اور ہر افسر اور ہر سپاہی کو بتا دیا گیا کہ جو بزدلی اور کم ہمتی کریں گے انہیں موت کی سزا دی جائے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ کابل والوں پر مسلمانوں کا رعب و خوف چھا گیا تھا لیکن اس منادی نے کہ بزدلی اور کم ہمتی کی سزا موت ہو گی ان میں حرارت پیدا کر دی اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

دوسرے روز صبح ہوتے کابل کی فوج میں حرکت شروع ہوئی پلٹنیں اور رسالے مسلح ہو ہو کر میدان میں آنے لگے۔

مسلمانوں نے بھی دیکھ لیا وہ گویا منتظر ہی تھے تمام مجاہدین ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے

تھیں وہ بھی مسلمانوں کو شہید کر رہے تھے لیکن بہت کچھ جدوجہد کرنے پر وہ کسی مسلمان کو شہید کرتے تھے البتہ مسلمانوں کی تلواریں بڑے زور شور سے چل رہی تھیں اور کاٹ بھی پھرتی سے کر رہی تھیں انہوں نے جہاں تہاں دشمن کی لاشوں سے میدان پاٹ دیئے تھے خون کے دریا بہا دیئے تھے۔

جوں جوں آفتاب نصف النہار کی طرف بڑھتا جاتا تھا جنگ کی آگ بھی بھڑکتی جاتی تھی جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی تلواریں اٹھتیں اور جھکتیں نظر آتی تھیں شور دار و گیر اس قدر بلند تھا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

عبدالرحمن ابھی تک کھڑے جنگ گاہ کی طرف دیکھ رہے تھے وہ اس فکر میں تھے کہ مہاراجہ جنگ میں شریک ہوں تو وہ بھی شامل ہو جائیں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ مہاراجہ وقت کو ٹال رہے ہیں تو انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور گھوڑے کی باگ اٹھا دی ان کے ساتھ ہی ان کا رسالہ بھی چل پڑا ان لوگوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے منہ پھر گئے جو ان کی تلواروں کے سامنے آگیا اس کو کاٹ ڈالا جس پر حملہ کیا اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑا انہوں نے صفوں کی صفیں الٹ دیں بے شمار آدمی مار ڈالے۔

کابلی یہ کیفیت دیکھ کر سہم گئے کچھ دیر تو وہ جنرل اور کم بخت کے الزام کے خوف سے ڈٹے رہے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان مار مار کر ان کا صفایا کئے دیتے ہیں تو وہ بھاگ نکلے اور ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے کہ ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھتا تھا منہ اٹھائے بے تحاشہ بھاگا چلا جاتا تھا۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا مہاراجہ نے بڑی کوشش کی کہ بھگوڑے سپاہیوں کا رخ پھیر دیں لیکن خوفزدہ سپاہی نہ پھرے بھاگے چلے گئے۔ مہاراجہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے ان کے بھاگتے سے تمام لشکر میں ہلچل مچ گئی ہر سوار اور ہر سپاہی پیٹھ توڑ بھاگا۔

مسلمانوں نے ان کی بھاری تعداد بھاگتے بھاگتے قتل کر ڈالی قلعہ کے دروازہ تک ان کا تعاقب کیا اور ان کی لاشوں سے میدان بھر دیا جب سب کابلی قلعہ میں داخل ہو گئے اور پھاٹک بند کر دیا گیا تب مسلمان لوٹے۔ انہوں نے مہاراجہ کے کیمپ پر قبضہ کر کے اسے لوٹ لیا۔

اور جلدی جلدی مسلح ہونے لگے جن لوگوں کے پاس زرہیں تھیں انہوں نے زرہیں پہن کر ہتھیار لگائے جن کے پاس زرہیں نہ تھیں وہ ویسے ہی مسلح ہو گئے اور اپنے اپنے افسروں کے ساتھ میدان میں نکل کر صف بستہ ہو گئے۔ امیر عبدالرحمن بھی آ گئے۔

فرنگین نے جلد جلد صف بندی کی۔ کابل کے لشکر میں بڑے زور سے طبل جنگ بجا اور سواروں کے پرے جوش میں آگے بڑھے۔

مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر پیش قدمی شروع کر دی جب فاصلہ کم رہ گیا تو فرنگین کے سپاہیوں نے تلواریں سونت لیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں فریق لڑائی کا فیصلہ جلد سے جلد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

آخر دونوں لشکر ٹکرا گئے تلواریں جلد جلد چلنے لگیں ڈھالیں بلند ہوئیں زیادہ تر ڈھالیں سیاہ تھیں تلواروں کی بجلی مانند ڈھالوں پر پڑی کھٹ کھٹ اور چھن چھن کی آوازیں بلند ہوئیں ان آوازوں نے سرفروشوں میں لڑائی کی روح پھونک دی فرنگین نے پھرتی اور پوری قوت سے تلواریں چلانی شروع کر دیں۔

بعض تلواروں نے ڈھالوں کو پھاڑ ڈالا بعض خودوں میں اتر گئیں بعض شانوں پر پڑیں اور سینوں کو اڑا گئیں جن کے سر اڑے ان کے دھڑ زمین پر گرے اور بے سوار گھوڑے اس جم غفیر میں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔

چونکہ فرنگین کے آدمی مرے اس لئے دونوں فریق کی صفوں میں رخنے پڑ گئے اور سرفروش نہایت تیزی اور طاقت سے لڑنے لگے تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں سروتن کے فیصلے ہونے لگے سر گیندوں کی طرح اچھل اچھل کر گرنے اور دھڑ زمین پر گر گر کر تڑپنے لگے خون کے فوارے ابل پڑے۔

کابل والوں کو جوش تھا زعم تھا بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے ان کی لمبی تلواریں دور سے نظر آ رہی تھیں۔ مسلمانوں کو جوش تھا غصہ تھا بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے ان کی چھوٹی تلواریں غضب کا کاٹ کر رہی تھیں جس کی ڈھال پر پڑتی تھیں کاٹ ڈالتیں جس کے خود پر پڑتیں آہنی خود کو کاٹ کر سر کے دو ٹکڑے کر ڈالتیں اور جس کے شانہ پر پڑتیں گردن کو صابن کی طرح کاٹ ڈالتیں تعجب ہوتا تھا کہ مسلمانوں میں ایسی کہاں سے قوت پیدا ہو گئی اور ان کی تلواروں میں کیسی برش آ گئی ہے جو دشمن کو قتل کئے بغیر چھوڑتے ہی نہیں۔

اگرچہ کابل والے بھی بڑے جوش سے لڑ رہے تھے ان کی تلواریں بھی کاٹ کر رہی

چون واں باب

شرارت

اس دوسرے معرکہ میں بھی کابل والوں ہی کو ہزیمت ہوئی۔ ان کے سپاہیوں کی بھاری تعداد میدان جنگ میں کھیت رہی ہزاروں زخمی ہو گئے ہزاروں مسلمانوں کا دباؤ پڑنے سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور راجہ کے کیمپ میں جس قدر سامان اور دولت تھی سب مسلمانوں کے ہاتھ لگا مسلمانوں کو اس فتح سے بڑی خوشی ہوئی۔

قلعہ کچھ ایسے مقام پر اور ایسا واقع ہوا تھا کہ اس کا محاصرہ دشوار تھا پھر بھی عبدالرحمٰن نے تین طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا اس زمانہ میں یہ قلعہ لنگرا قلعہ کہلاتا تھا کابل والے محصور ہو گئے اور کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ مسلمانوں کی صورت دیکھ کر سہم جاتے وہ فصیل پر بکھرے رہتے اور وہیں سے مسلمانوں کو طرح طرح کی کڑی نظروں سے دیکھتے رہتے۔

محاصرہ کو تقریباً ایک مہینہ گزر گیا مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ قلعہ مضبوط ہے فصیلیں پتھر کی ہیں۔ انہیں توڑ ڈالنا آسان نہیں ہے انہوں نے محاصرہ ایسا سخت کر دیا کہ نہ کوئی شخص قلعہ کے اندر جا سکے نہ باہر آ سکے ان کا خیال تھا کہ کابل والے محاصرہ سے تنگ آ کر صلح کی طرف جھک جائیں گے۔

اب سردی کا موسم شروع ہو گیا تھا برف پڑنے لگی تھی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگی تھیں اس قدر سردی بڑھ گئی تھی کہ خطہ زمہریر ہو گیا بڑھی ہوئی سردی کی وجہ سے سورج بھی کانپتا ہوا نکلتا تھا دھوپ میں حرارت ہی نہ ہوتی تھی۔

مسلمان گرم ملک کے رہنے والے تھے انہیں سردی سے سخت تکلیف پہنچ رہی تھی رات اور دن آگ کے سامنے بیٹھے تاپتے رہتے تھے کیونکہ برف باری کی وجہ سے آفتاب تھوڑی دیر کے لئے نکلتا تھا اور جب نکلتا تھا تو دھوپ میں گرمی نہ ہوتی تھی۔

لیکن اس تکلف میں بھی مسلمان محاصرہ چھوڑنے پر تیار نہ تھے تکلیفیں اٹھا رہے تھے اور ڈٹے ہوئے تھے۔

الیاس کو اس عرصہ میں بالکل آرام ہو گیا تھا کمزوری بھی جاتی رہی تھی انہوں نے اپنے عہدہ کا چارج بھی لے لیا تھا اور اکثر عبدالرحمٰن کے ساتھ قلعہ کے گرد چکر بھی لگا آتے تھے لیکن کسی طرف بھی انہوں نے کوئی ایسا موقعہ نہ دیکھا تھا جس طرف سے حملہ کر کے قلعہ میں رسائی ہو سکے ان کے پاس وہ واسکٹ تھی جو انہیں پیشوا نے دی تھی بڑی گرم تھی وہ اسے عبا کے نیچے پہن لیتے تھے۔ اس سے سردی سے محفوظ رہتے تھے اور مسلمانوں کو بھی مال غنیمت میں پشمینہ کی واسکٹیں اور جبے ہاتھ لگے تھے کمبل اور پٹو بھی مل گئے تھے وہ انہیں پہنتے اور اوڑھے رہتے تھے ہلال نے قریب کی بستیوں میں جا کر اپنی اور رابعہ کے لئے نہایت عمدہ گرم کپڑے لا دیئے تھے کئی اونی اچھی چادریں بھی مل گئی تھیں وہ دونوں انہیں پہنے اور اوڑھے رہتی تھیں۔

رفتہ رفتہ اس نے رابعہ کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر دیا تھا قرآن شریف پڑھانے اور اس کے معنی بتانے لگی تھیں آخر رابعہ مسلمان ہو گئی تھی اس کے ساتھ ہی کملا نے بھی کلمہ پڑھ لیا تھا ان دونوں ہم جنسوں کے مسلمان ہونے سے یوں تو سب کو بڑی خوشی ہوئی تھی لیکن سب سے زیادہ مسرت اس اور الیاس کو ہوئی تھی۔

رابعہ اس قدر حسین اور پری رخسار تھی کہ نظر بھر کر اس کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا وہ الیاس سے بہت زیادہ کھل گئی تھی سن کے لحاظ سے شوخ و شریر بھی تھی کبھی کبھی الیاس سے دانستہ یا نادانستہ طور پر چھیڑ چھاڑ بھی کر لیتی تھی۔

الیاس سیدھے مسلمان تھے شروع شروع میں تو وہ اس شوخی سے جھینپ جاتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کے مزاج میں بھی شرارت آ گئی یا رابعہ نے انہیں اپنے رنگ میں رنگ لیا اور اب وہ بھی ایسا لطیف مذاق کرنے لگے تھے جس سے اکثر رابعہ کو شرمانا پڑ جاتا تھا۔

ایک روز آفتاب اچھی طرح نکل آیا تھا۔ دھوپ میدان میں پھیل گئی تھی اب تک ہاتھ پاؤں جو اکڑے رہتے تھے وہ کھل گئے تھے اور خون کی تیزی سے روانی کی وجہ سے چہروں پر سرخی دوڑ گئی تھی دوپہر کا وقت ہو گیا تھا مسلمان کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت رابعہ اور الیاس ایک چٹان پر پاس پاس بیٹھے تھے الیاس کے دل میں شرارت آئی انہوں نے کہا۔ "تم نے کچھ سنا رابعہ"

رابعہ نے ان کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا؟"

الیاس:۔ تعجب ہے تم نے نہیں سنا!

رابعہ:۔ آخر کیا نہیں سنا؟

الیاس:۔ یہ بات دور سے کہنے کی نہیں۔

رابعہ ان کے پاس اتنی کھسک کر بالکل ان سے جا لگی اور آہستہ سے بولی۔ "اب کہو

الیاس :- تم تو اوپر چڑھ آئیں ذرا الگ ہٹ کر بیٹھو۔

رابعہ بگڑ گئی اس نے کہا۔ "تم اترانے زیادہ لگے ہو"

الیاس :- بس بگڑ گئیں۔ بھئی تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ تمہارے جسم میں بجلی ہے تمہارا جسم میرے جسم سے لگا اور بجلی دوڑی۔

رابعہ :- بجلی ہے تمہارے جسم میں۔ اسی لئے تو تمہیں سردی نہیں معلوم ہوتی۔

الیاس :- جب میں شعلۂ حسن کے سامنے ہوتا ہوں تو سردی جاتی رہتی ہے۔ کبھی تم نے شعلے کے آس پاس سردی کا اثر دیکھا ہے۔

رابعہ :- ہو گا۔ ہاں وہ کیا بات تھی؟

الیاس :- امی جان کہہ رہی تھیں کہ رابعہ اصرار کر رہی ہے لیکن میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

رابعہ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا وہ سنجیدہ اور متین بنے بیٹھے تھے اس نے کہا "میں کیا اصرار کر رہی تھی؟"

الیاس :- یہی شادی بیاہ کے متعلق ——

رابعہ :- بڑے شریر ہو گئے ہو تم۔

الیاس :- خوب! اصرار تم کرو اور شریر میں۔ یقین نہ آئے چلو امی جان سے جا کر پوچھ لو۔

رابعہ نے حیا بار آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میں ہی چل کر پوچھ لوں"

الیاس :- ٹھیک ہے۔ جب تم نے اصرار ہی کیا ہے تو پوچھنے سے کیا فائدہ۔

رابعہ :- بہت خوش ہوتے ہو گے تم اپنے دل میں۔

الیاس :- کوئی خاص خوش ہونے کی بات نہیں ہے تم تو اس وقت بھی میرے سر رہتی تھیں جب ہماری منگنی ہی ہوئی تھی یاد ہیں وہ باتیں۔

رابعہ :- تمہارا سر۔ یاد رکھنا اگر دون کی لو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔

الیاس :- نہیں پچھتانے کی کوئی بات نہیں۔ اب غلطی نہ کروں گا دراصل اس وقت بھی تمہیں غلط فہمی ہو گئی تھی میں نے نکاح سے انکار نہیں کیا تھا۔ تم فضول خفا ہو کر چلی آئیں۔

رابعہ :- دیکھنا تم سے ناک نہ رگڑوائی تو رابعہ نام نہیں۔

"الیاس :- ہر بری عقل کو یہی غرور ہوتا ہے اور تم تو اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہو کہ دنیا بھر میں یکتا ہو۔

رابعہ :- ہوش ٹھکانے ہیں یا نہیں۔

الیاس :- جب ایک حسین ساحر سامنے ہو تو ہوش و حواس کے متعلق کچھ پوچھنا لا حاصل ہے۔

رابعہ :- فاطمہ سچ کہہ رہی تھیں۔

الیاس :- کیا کہہ رہی تھیں؟

رابعہ :- وہ بڑی ہوشیار ہیں۔

الیاس :- ہوں گی!

رابعہ :- کہنے لگیں الیاس کے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے میں نے ان کی امی سے کہہ دیا ہے کہ دیوانوں کی شادی نہیں کیا کرتے۔

الیاس :- اوہو۔ تم نے فاطمہ ہی کی خوشامد کی ہو گی مگر معاملہ تو میرا تھا مجھ سے کہتیں خیر میں فاطمہ سے کہہ دوں گا کہ رابعہ نے میری بڑی خوشامد کی آخر میں نے انہیں قبول ہی کر لیا۔

رابعہ :- میاں مٹھو! خیالی پلاؤ پکا کر خوش ہو لو۔ ذرا منہ لگا لیا تو ہوش ہی میں نہ رہے۔

رابعہ اٹھ کر چلنے لگی۔ الیاس نے جلدی سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بس ذرا سی مذاق میں برا مان گئیں"

رابعہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور مسکرانے لگی۔

پچپن واں باب
کابل کی فتح

موسم سرما آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔ سردی بھی بوڑھی پڑ گئی۔ نرم گرم دن ہونے لگے مسلمان سردی گزرنے ہی کا انتظار کر رہے تھے اب انہوں نے حملہ کی تیاری شروع کی 35ھ شروع ہو گیا تھا۔ چونکہ محاصرہ کو ایک عرصہ گزر گیا تھا اس لئے قلعہ والے بھی تنگ آگئے تھے وہ چاہتے تھے کہ قسمت کا فیصلہ جلد سے جلد ہو جائے راجہ بھی زچ ہو گیا تھا اسے یہ خیال نہیں تھا کہ مسلمان کابل کی سخت سردی برداشت کرتے ہوئے محاصرہ کئے پڑے رہیں گے وہ سمجھ رہا تھا کہ جب سخت سردی پڑے گی برف باری ہو گی بارشیں ہوں گی اور برف میں ابلی ہوئی ہوائیں چلیں گی تو مسلمان بوریا بستر باندھ کر چل دیں گے۔

لیکن مسلمان ایسے سخت رہے کہ شدید سردی کو برداشت کر گئے برف اس قدر پڑی کہ خیموں پر جم گئی چٹانیں اور سبزہ سفید ہو گئے بارشوں کا تانتا لگ گیا ٹھنڈی برف میں بجھی ہوئی ہوائیں چلیں قلعہ کے لوگ سردی میں اکڑ گئے مگر مسلمان نہیں اکڑے۔ اگرچہ انہیں سخت تکلیف ہوئی مگر وہ استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے آخر سردی گزر گئی۔

پیشوا یعنی رانغ قلعہ میں موجود تھے۔ سب لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے راجہ بھی نیاز مندوں میں شامل تھے سب نے ان کی طرف رجوع کیا راجہ نے ان سے کہا۔ "یہ مسلمانوں کی بلا کس طرح دور ہو"

انہوں نے کہا۔ میں نے تو یہ سنا ہے کہ مسلمان جس ملک پر چڑھ کر جاتے ہیں جس قلعہ پر چڑھائی کرتے ہیں جب تک اسے فتح نہیں کر لیتے واپس نہیں لوٹتے یہ بڑی غلطی ہوئی کہ ان کے ملک پر چڑھائی کی تیاری کی گئی انہیں معلوم ہو گیا۔ وہ خود ہی چڑھ آئے سب نے اس بات کو دیکھ لیا کہ مسلمان کس قدر سخت حوصلہ مند مستقل مزاج اور جری ہیں۔ سردی' گرمی' بارش اور اولوں کی بالکل ہی پرواہ نہیں کرتے ہمارے قلعہ میں کئی لوگوں کو نمونیے ہو گئے کئی سردی میں اکڑ گئے اور مر گئے لیکن مسلمانوں میں کسی ایک کا بھی کان گرم نہیں ہوا حالانکہ بدھ مت کے ماننے والوں نے بدھ کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں کہ بھگوان بدھ ہماری مدد کریں۔ مسلمانوں پر کوئی ایسی آفت آجائے جس سے وہ فنا ہو جائیں یا بھاگ جائیں مگر ایک دعا بھی قبول نہیں ہوئی۔ میرے خیال میں تو ان سے مصالحت کر لینی چاہئے۔

راجہ: میری زندگی میں یہ نہ ہو گا۔

پیشوا: پھر آپ نے کیا طے کیا ہے؟

راجہ: میرا ارادہ شب خون مارنے کا ہے۔

پیشوا: مناسب ہے۔ لیکن ایسا کیجئے کہ آپ لشکر تیار رکھئے اور آدھی رات کو شب خون ماریئے اور میں شروع رات میں جا کر مسلمانوں کے امیر کو قتل کرنے کی کوشش کروں گا۔

راجہ: بہت اچھی بات ہے۔ تم اپنے ساتھ کچھ آدمی اور بھی لے جاؤ۔

پیشوا: اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ میں تنہا جا کر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہوں۔

راجہ: اچھا بھگوان بدھ تمہاری مدد کریں۔

اسی روز دن میں راجہ نے تمام لشکر کو متنبہ کر دیا افسر اور سپاہی سب تیار ہو گئے رات کو عشاء کے وقت پیشوا چلے ان کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ انہوں نے محافظوں سے کہا۔ "دروازہ کے پٹ بھیڑ لو مگر کنڈی اور سلاخیں نہ لگانا نہ معلوم میں کس وقت واپس آؤں ممکن ہے میرے تعاقب میں کچھ مسلمان بھی ہوں"

محافظوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ پٹ بھیڑ دیئے۔ پیشوا چلے اندھیری رات تھی تیزی سے چل کر اسلامی لشکر میں پہنچے اور سیدھے الیاس کے پاس گئے۔ الیاس انہیں دیکھ کر خوش ہو گئے انہوں نے کہا۔ "بیٹا! میرے ساتھ اپنے امیر کے پاس چلو۔ نہایت ضروری کام ہے"

وہ ساتھ ہو لئے دونوں امیر کے خیمہ پر پہنچے۔ الیاس نے عبدالرحمٰن سے پیشوا کا تعارف کرایا۔ عبدالرحمٰن نے ان کا استقبال کیا ان سے اس وقت آنے کا سبب پوچھا انہوں نے کہا۔ "آج رات کو کابل والے شب خون مارنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کچھ لشکر پیادہ لے کر چلئے۔ دروازہ کھلا ملے گا گیدڑوں کو ان کے بھٹوں ہی میں جا دبایئے"

رانغ سے عبدالرحمٰن نے یہ نہیں دریافت کیا کہ وہ کیسے آئے۔ وہ جلدی سے اٹھے۔ انہوں نے پانچ سو سپاہیوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا۔ خود بھی ہتھیار لگائے اور الیاس سے کہا۔ "عزیز من! تم بقیہ لشکر لے کر آہستہ آہستہ چلے آؤ۔ جب قلعہ کے اندر نعرہ تکبیر سنو تو دوڑ کر قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔

بہت جلد پانچ سو سپاہی مسلح ہو کر آگئے۔ عبدالرحمٰن انہیں ساتھ لے کر چلے۔ رانغ

ساتھ ہو گئے۔ یہ اس احتیاط اور خاموشی سے چلے کہ پیروں کی چاپ چند قدم سے آگے نہ جاتی۔ اندھیرے میں بڑھ کر وہ دروازہ کے پاس پہنچ گئے پیشوا وہاں سے بھاگے اور پھاٹک پر جاتے ہی دروازہ تھپتھپایا۔ محافظوں نے جلدی سے پھاٹک کھول دیا پیشوا نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "افسوس مسلمان میرا پیچھا کئے دوڑے چلے آرہے ہیں"

محافظ گھبرا گئے۔ اس عرصہ میں دس مسلمان دندناتے تلواریں ہاتھوں میں لئے گھس آئے اور آتے ہی محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔ بہت جلد انہوں نے تمام محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ پیشوا وہاں سے بھاگ کر قلعہ کے اندر پہنچے دروازہ کے سامنے نہایت وسیع میدان تھا اس میدان میں مسلح فوج کھڑی تھی راجہ بھی آپہنچے تھے مشعلیں کثرت سے روشن ہو رہی تھیں پیشوا ہانپتے کانپتے راجہ کے سامنے پہنچے اور کہا۔ "تقدیر الٹی ہو گئی۔ مسلمان میرے پیچھے دوڑے چلے آئے۔ شاید دروازہ پر جنگ ہو رہی ہے۔"

راجہ بھی گھبرا گیا اور سپاہی بھی خوفزدہ ہو گئے لیکن فوراً راجہ سنبھلا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ "کابل کے دلیرو! فکر مت کرو۔ دوڑو اور مسلمانوں سے ٹکرا جاؤ۔ وقت آگیا ہے کہ انہیں قتل کر ڈالو یا بھگا دو"

ابھی راجہ کا فقرہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ مسلمان دوڑ کر آتے ہوئے نظر آئے راجہ نے بڑھ کر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ ٹڈی دل لشکر بڑھا مسلمان آتی رہے تھے دونوں فوجیں ٹکرائیں تلواریں چلنے لگیں۔ مشعل بردار ایک طرف ہٹ گئے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگا کر نہایت سختی سے حملہ کیا کابل والے بھی جھنجھلائی ہوئی بلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں پھرتی سے چلنے لگیں سر دھڑ کے فیصلے ہونے لگے زخمی کراہ کر چلانے لگے مرنے والے چیخیں مار کر مرنے لگے کابل والے جے کارے اور مسلمان اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگانے لگے ان مختلف آوازوں سے تمام قلعہ گونج اٹھا۔

کابلی لشکر بہت زیادہ تھا۔ مسلمان صرف پانچ سو ہی تھے روشنی میں ان کی تعداد معلوم ہو گئی اتنی تھوڑی تعداد دیکھ کر کابلی شیر ہو گئے۔ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے اور جوش میں آ آ کر تلواریں مارنے لگے وہ مسلمانوں کو روند ڈالنے کے لئے ان پر گھوڑے ریل رہے تھے۔

مسلمان بڑے صبر اور استقلال سے لڑ رہے تھے وہ نہ گھوڑوں کی پرواہ کرتے تھے نہ تلواروں کی بڑی بہادری اور نہایت قوت سے لڑ رہے تھے۔ یوں تو ہر مسلمان شیر بنا ہوا تھا لیکن سب سے زیادہ دلیری اور جرات سے عبدالرحمٰن لڑ رہے تھے وہ جس طرف

مسلمانوں پر زغہ دیکھتے تھے ادھر دوڑ کر جاتے اور سخت حملے کر کے دو چار کافروں کو قتل کرنے کے بعد انہیں پیچھے دھکیل دیتے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ گھوڑے بری طرح ان پر بڑھے چلے آرہے ہیں تو انہوں نے ڈھالوں پر سواروں کی تلواریں روکنی شروع کیں اور خود گھوڑوں کے پیر کاٹنے لگے جن گھوڑوں کے پیر کٹ جاتے تھے وہ منہ کے بل گر پڑتے تھے ان کے سوار بھی زمین پر آپڑتے تھے مسلمان انہیں فوراً قتل کر ڈالتے تھے اکثر سوار گھوڑوں کے نیچے دب کر مضروب ہو گئے اور چلانے لگے۔

اگرچہ مسلمان بڑی دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ دشمنوں کو قتل بھی کر رہے تھے لیکن دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی وہ بڑھے آرہے تھے اور یہ پیچھے دب رہے تھے۔

جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی کابلی مسلمانوں کو اور مسلمان کابلیوں کو قتل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے عین اس وقت اللہ اکبر کے پر شور نعرہ کی آواز آئی اور مسلمان سواروں کا تانتا لگ گیا یہ سوار میدان میں پھیل گئے اور انہوں نے بڑی پھرتی سے کابل والوں کو قتل کرنا شروع کر دیا کابلی بھی ان کے مقابلے میں آگئے اور نہایت دلیری سے حملے کرنے لگے انہوں نے بھی مسلمانوں کو شہید کرنا شروع کر دیا۔

لیکن مسلمانوں میں جو جوش تھا وہ ان میں نہ تھا اس لئے مسلمان انہیں تیزی اور پھرتی سے قتل کر رہے تھے الیاس بھی بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے وہ جس کافر پر حملہ کرتے اس کا سر اڑا دیتے۔ لڑتے لڑتے وہ پیشوا کے قریب پہنچ گئے ان کے قریب ہی راجہ تھا۔ پیشوا نے راجہ کو شناخت کرانے کے لئے الیاس سے بڑھ کر کہا۔ "نوجوان تم مجھے قتل کر ڈالو لیکن یہ ہمارے مہاراجہ ہیں ان سے درگزر کرو"

الیاس سمجھ گئے۔ انہوں نے پیشوا پر گھوڑا بڑھا دیا۔ وہ ایک طرف ہٹ گئے۔ الیاس نے جھپٹ کر راجہ پر وار کیا۔ راجہ نے ڈھال پر روکا۔ تلوار ڈھال سے پھسل کر گھوڑے کی کھوپڑی پر پڑی اور اس کا کان اڑا گئی۔ گھوڑا ایک دم الف ہو کر گرا راجہ کود کر الگ جا کھڑا ہوا الیاس فوراً ہی اپنے گھوڑے سے کود کر راجہ پر جا سوار ہوئے اور اسے ریشم کی ڈور سے باندھ لیا۔

راجہ کے قید ہوتے ہی کابلیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ جلدی بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کو موقع ہاتھ آگیا انہوں نے بڑی پھرتی سے انہیں قتل کر کے ان کی لاشوں سے میدان بھر دیا۔

اس وقت چیتوا نے للکار کر کہا۔ "کابل کے بدقسمت لوگو! تمہارا راجہ گرفتار ہو گیا۔ اب لڑنا بے کار ہے۔"

اس آواز کو سنتے ہی کابلی بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے بے دریغ انہیں ذبح کر ڈالا جب ان کی بھاری تعداد ماری گئی تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

اس کام میں کافی وقت لگ گیا۔ اتنا کہ سپیدہ سحر نمودار ہو گیا۔ الیاس نے قلعہ کے اوپر سے کابلی جھنڈا اکھاڑ کر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔ اس طرح عرصہ دراز کے محاصرہ کے بعد کابل کا مشہور قلعہ فتح ہو گیا۔ یہ قلعہ 35ھ میں اس وقت فتح ہوا جب عثمان غنی خلیفہ سوئم شہید ہو چکے تھے۔

چھپن واں باب

تکمیل آرزو

جس وقت الیاس نے جھنڈا لہرایا ٹھیک اسی وقت کسی خوش الحان مسلمانوں نے مل کر صبح کی اذان دی۔ ایک تو صبح کا وقت تھا دوسرا طوفان کے بعد کا سا سکوت و سکون چھایا ہوا تھا اذان کی دلکش آواز تمام قلعہ میں گونج اٹھی اذان سنتے ہی مسلمان جہاں کہیں بھی تھے خاموش کھڑے ہو گئے۔ اذان ختم ہوتے ہی ہر مسلمان نے دعا پڑھی اور امیر کے جھنڈا کی طرف چلا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام مسلمان وہاں آکر جمع ہو گئے چونکہ قلعہ کے اندر والے تمام میدان میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں اس لئے دربار عام کے قریب جا کر انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر عبدالرحمن نے کہا۔

"مسلمانو! اس خدائے وحدہ لاشریک لہ کا ہزار ہزار احسان ہے جس نے ہم مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد کی اور ہمیں دشمنوں پر کامل فتح عطا فرمائی۔ دشمن ہمیں کمزور سمجھ کر ہم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا ہم نے اسے اس کے گھر پر آ لیا۔ کابل والوں کی طاغوتی طاقت کا خاتمہ ہو گیا کابل جو بت پرستی کا مرکز تھا وہاں خدائے واحد کا نام پکار دیا گیا۔ اب انشاء اللہ یہاں سے کفر و الحاد کی تاریکی دور ہو جائے گی اور تیز اسلام جلوہ گر ہو جائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے ایک دستہ مال غنیمت جمع کرنے پر دوسرا دستہ مرد' عورتوں اور بچوں کو قید کرنے پر اور ایک دستہ شہیدوں کو جمع کر کے تجہیز تکفین کرنے پر مقرر کیا۔ ہر دستہ اپنے اپنے کام پر مامور ہو گیا۔

سب سے پہلے شہیدوں کو جمع کر کے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور قلعہ کے اندرونی میدان ہی میں گڑھے کھود کر دفن کر دیا گیا۔ مال غنیمت کے ایک جگہ ڈھیر لگا دیئے گئے کابل کے تمام مشرک مرد' مشرک عورتیں اور بچے گرفتار کر کے مہاراجہ کے محل کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے راجہ اور رانی بھی وہیں لائے گئے۔ چیتوا بھی ان کے پاس کھڑے ہوئے تھے بچے تخت خوفزدہ عورتیں سہمی ہوئی اور مرد گھبرائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے پرے ان کے سامنے کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر میں امیر عبدالرحمن آئے۔ ان کے ساتھ الیاس اور کئی افسر تھے انہوں نے راجہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم نے دیکھا تمہارے وہ بت جن کی تم پوجا کرتے تھے تمہاری مدد نہ کر سکے نہ تمہاری وہ طاقت جس پر تمہیں گھمنڈ تھا کام آئی تمہارا عظیم الشان

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

جدید الطبع — **فہرست کتب** — بماہ فروری [illegible]

...ش سلیمانی (اردو)	35/-	اندر جال (اردو)	15/-	آئینہ کامل ہندی	8/-
...رنامہ خواب	20/-	چین بنگال کا جادو	7/-	اعمال قرآنی "	15/-
...مال قرآنی	15/-	محمود عاشقاں	15/-	موت کی یاد "	8/-
...ری نماز	10/-	اصلاح الرسوم	15/-	بہشتی زیور "	65/-
...مسنون دعائیں	6/-	موت کی یاد	6/-	قصص الانبیاء "	30/-
...ہ باتیں	8/-	سنی بہشتی زیور	44/-	مدینے کے تاجدار کی بارگاہ	30/-
...رگوں کی نماز	7/-	شمع شبستان رضا	45/-	سولہ سورہ کامل "	25/-
...وال زریں	7/-	طب روحانی	15/-	میلاد اکبر "	12/-
...یات آسیب	7/-	طریقہ فاتحہ	8/-	میری نماز "	10/-
...ف کامل	10/-	خانانامہ خواب نامہ	15/-	آئینہ نماز "	10/-
...لیات محبت	10/-	قیامت کب آئیگی	12/-	تبلیغ و اسلام "	8/-
...ک نامہ حضرت علیؓ	7/-	رسول اللہ کی دعائیں	12/-	تاریخ اسلام "	45/-
...ت کرامت	10/-	والدین کے حقوق	5/-	میاں بیوی کے حقوق "	5/-
...لام نعت رسولؐ	7/-	اسلام کیا ہے؟	15/-	آسان نماز "	7/-
...م اعظم	7/-	سنت نبوی	12/-	فضائل اعمال "	75/-
...ینہ عملیات	12/-	شمائل ترمذی شریف	30/-	بخاری شریف "	45/-
...روس سازی	5/-	جاء الحق	35/-	مسلمان بیوی "	10/-
...اں بیوی کے حقوق	5/-	حصن حصین	22/-	مسلمان خاوند "	10/-
...حانی علاج	12/-	قانون شریعت	75/-	مسنون دعائیں "	8/-
...دے علاج	12/-	جنتی زیور	60/-	چھ باتیں "	3/-
...لام اور نامردی کا شرعی علاج	12/-	تحفۂ خواتین	45/-	سورہ یسین شریف "	2/-
...ستم	7/-	**ہماری ہندی مطبوعات۔**		ترکیب نماز "	5/-
...انقلابات	10/-			پارہ عم "	5/-
...حفۃ القلوب	45/-	نقش سلیمانی ہندی	15/-	قیامت کب آئیگی "	12/-
		مسنون کامل "	15/-	رسول اللہ کی دعائیں "	12/-

جسیم بک ڈپو ۲۰۵۸ مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶

Rs.

چھپن واں باب

تکمیل آرزو

جس وقت الیاس نے جھنڈا لہرایا ٹھیک اسی وقت کسی خوش الحان مسلمان نے مل کر صبح کی اذان دی۔ ایک تو صبح کا وقت تھا دوسرا طوفان کے بعد کا سا سکوت و سکون چھایا ہوا تھا اذان کی دلکش آواز تمام قلعہ میں گونج اٹھی اذان سنتے ہی مسلمان جہاں کہیں بھی تھے خاموش کھڑے ہو گئے۔ اذان ختم ہوتے ہی ہر مسلمان نے دعا پڑھی اور امیر کے جھنڈا کی طرف چلا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام مسلمان وہاں آکر جمع ہو گئے چونکہ قلعہ کے اندر والے تمام میدان میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں اس لئے دربار عام کے قریب جا کر انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر عبدالرحمٰن نے کہا۔

"مسلمانو! اس خدائے وحدہ لاشریک لہ کا ہزار ہزار احسان ہے جس نے ہم مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد کی اور ہمیں دشمنوں پر کامل فتح عطا فرمائی۔ دشمن ہمیں کمزور سمجھ کر ہم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا ہم نے اسے اس کے گھر پر آدبایا۔ کابل والوں کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا کابل جو بت پرستی کا مرکز تھا وہاں خدائے واحد کا نام پکار دیا گیا۔ اب انشاء اللہ یہاں سے کفر و الحاد کی تاریکی دور ہو جائے گی اور نیز اسلام جلوہ گر ہو جائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے ایک دستہ مال غنیمت جمع کرنے پر دوسرا دستہ مرد، عورتوں اور بچوں کو قید کرنے پر اور ایک دستہ شہیدوں کو جمع کر کے تجہیز تکفین کرنے پر مقرر کیا۔ ہر دستہ اپنے اپنے کام پر مامور ہو گیا۔

سب سے پہلے شہیدوں کو جمع کر کے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور قلعہ کے اندرونی میدان ہی میں گڑھے کھود کر دفن کر دیا گیا۔ مال غنیمت کے ایک جگہ ڈھیر لگا دیئے گئے کابل کے تمام مشرک مرد، مشرک عورتیں اور بچے گرفتار کر کے مہاراجہ کے محل کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے راجہ اور رانی بھی وہیں لائے گئے۔ پیشوا بھی ان کے پاس کھڑے ہوئے بچے سخت خوفزدہ عورتیں سہمی ہوئی اور مرد گھبرائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے پرے ان کے سامنے کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر میں امیر عبدالرحمٰن آئے۔ ان کے ساتھ الیاس اور کئی افسر تھے انہوں نے راجہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم نے دیکھا تمہارے وہ بت جن کی تم پوجا کرتے تھے تمہاری مدد نہ کر سکے نہ تمہاری وہ طاقت جس پر تمہیں گھمنڈ تھا کام آئی تمہارا عظیم الشان